



**CONTRIBUTION OF WESTERN  
UTTAR PRADESH TO THE DEVELOPMENT  
OF ARABIC LEARNINGS DURING  
THE 14TH CENTURY A—H**

THESIS  
SUBMITTED FOR THE DEGREE OF

**Doctor of Philosophy**  
IN  
**Arabic**

BY  
**MOHD. NAJAM KHAN**

UNDER THE SUPERVISION OF  
**MR. TARIQ MUKHTAR**

DEPARTMENT OF ARABIC  
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY  
ALIGARH (INDIA)

*1996*



چودھویں صدی ہجری میں

عربی علوم و فنون کے ارتقاء میں مغربی اثر پر دلش

تلخیص مقالہ

برائے

پتی۔ ایچ۔ ڈی (عربی)



نگراں

جناب طارق

پیش کردہ

محمد نجم خان

شعبہ عربی

T-4990

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا)

(۱۹۹۶ء)



THESIS SECTION

T-4990



# تلخیص

عربی زبان و ادب جو اپنی وسعت اور برجستگی کی وجہ سے تمام اللہ عالم کا سرتاج رہی ہے۔ اپنی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے چہار دانگ عالم میں اس کا شہرہ ہوا۔ اور ہر ذوق سلیم نے اس کی آبیاری کی۔ اور۔ ارض ہند بھی اس کی چاشنی سے محروم نہ رہا گوکہ یہاں کی زبان عربی سے دیگر تھی۔ لیکن اس زبان کی چاشنی اور حلاوت نے اتنی قربت حاصل کر لی کہ یہاں کے لوگوں نے اپنی زندگی اس کی خدمت اس کی ترویج و اشاعت کیلئے ترجیح دی۔

ہندوستان میں اس مقدس زبان کی اشاعت مختلف ادوار میں ہوئی بالخصوص مدارس و خانقاہوں کے توسط سے، اس کو خوب ترقی ملی کہ جہاں رنگ و نسل کی تمیز کے بغیر قریب و بعید سبھی مسکن و اماکن کے لوگ ایک ہی دسترخوان پہ کھاتے تھے۔ ان مدارس و خانقاہوں کے توسط سے تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، نحو، صرف، تازی، جغرافیہ، طب الغرض جملہ علوم و فنون پر کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں بیشتر کی زبان عربی تھی۔ بالواسطہ طور پر عربی زبان کو دوام نصیب ہوا۔ اور اس کی ترویج و ترقی میں کافی تقویت ملی۔

موضوع مقالہ کے لحاظ سے مغربی اتر پردیش جو کہ صدیوں تک



آماجگاہ فن اور دانش گاہ علم و مہنر رہا ہے ، میں عربی علوم و فنون کے ارتقاء کی بخوبی وضاحت کے لئے اس کی تاریخ ارتقاء کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہے ۔

## باب اول

ابتداء بحث ” ہندوستان میں عربی زبان و ادب

کی نشو و نما ” سے کی گئی ہے ۔ جن میں غوری دور (۳۸۸ تا ۷۵۸ء)

میں سلطان محمود کی عربی خدمات اور اس کی وساطت سے

انجام پانے والی عظیم خدمات میں خود اس کی نفعی تصنیف ” الفرید

فی الفردوس ” اور البیرونی کی ” کتاب الہند ” ہے اور ہند میں

آنے والے پہلے محدث ” شیخ اسماعیل ” ہیں جو سلطان

مسعود ثالث کے دربار سے منسلک تھے ۔

غوری دور میں خواجہ معین الدین چشتی کی خدمات تاریخ بکھر

فراموش نہیں کر سکتی ۔ اس دور کی مشہور شخصیات میں امام

نیرالدین رازی ، غیاث الدین غوری ، شہاب الدین غوری تھے ۔

غلام خاندان کے عہد میں دہلی اسلامی سلطنت کا دار الحکومت

ہو گیا ۔ اس عہد کے ماہر عالم لسانیات ممتاز محدث حسن الصفائی

ہیں ۔ اس دور میں عربی زبان و ادب کو مقابلہ کافی فروغ ملا ۔

قاضی رفیع الدین ، کمال الدین زاہد ، قاضی جلال الدین کاشانی

سراج الدین سبزی جی مشہور شخصیات ہیں ۔ خلیلی دور میں ضیاء الدین

بیانوی ، ظہیر بیگ اور قاضی مفتی الدین جیسے اہل علم ہیں  
امیر خرد اور خواجہ نظام الدین اولیاء ، صفی الدین ہندی کے  
معتبر نام اسی دور سے وابستہ ہیں ۔

تغلق کے دور میں احمد تھانیسری ، قاضی حمید الدین دہلوی ، مجدد  
الدین فہرذ آبادی جیسی شخصیات ہیں ۔ سید سلاطین کے دور میں کبھی  
عربی علوم و فنون کو عروج ملا ۔ لودھی دور میں مولانا رفیع الدین  
شیرازی ، مولانا جلال الدین دوانی جیسے ماہر فنون کے نام لئے  
جاتے ہیں ۔ خاندانی سوری نے بھی عربی علوم و فنون کیلئے گراں قدر  
خدمات انجام دیئے ۔

منہلہ دور کو عربی زبان کے لئے زریں عہد قرار دیا جاتا ہے ۔  
اکبر علوم و فنون کا بڑا قدردان تھا ۔ اور جہانگیر خود تقسیم یافتہ تھا ۔  
اپنے دور میں عساکر و فضلاء کی سرپرستی کی ۔ اس کے زریں عہد  
میں مولانا عبدالحی محدث دہلوی ، شیخ احمد سرہندی کا نام سرفہرست  
ہے ۔ اورنگزیب کے بعد بہادر شاہ ظفر کے دور میں سلطنت منہلہ  
روہ زوال ہونے لگا ۔ لیکن علوم و فنون کی ترویج و ترقی  
میں کوئی آہٹ نہیں آئی ۔ سلطنت منہلہ کے دور میں علوم و فنون  
کے نئے نئے مراکز و ادارے قائم ہوئے ۔ جن میں سپاکوٹ  
لکھنؤ ، گواپاسو ، خیرآباد اور رام پور کے ادارے اہم ہیں ۔ انگریزوں  
کے تسلط کے بعد ان اداروں کو کافی زک پہنچا ۔ اور مسلمانوں کی



کی خود آزادی پہ آپخ آئی تو عملا کی ایک جماعت نے مغربی یوپی کے مردم خیز قصبہ دلو بند میں ایک اسلامی ادارہ کے قیام کی تجویز رکھی۔ پھر اسی مینج پر کئی معتبر و مشہور ادارے و مدارس معرض وجود میں آئے۔ مدرسہ دلو بند اور اس مینج پر قائم کئے جانے والے اداروں نے دین کے مینج پر اصلی خدمات انجام دینے کیساتھ عربی علوم و فنون پر وہ کاربائے گراں بہا انجام دیئے ہیں کہ انھیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ رہتی دنیا تک تاریخ ان کی خدمات کو انسانیت پر عظیم احسان گردانتی رہے گی۔

ان اداروں کے توسط سے دی جانہ والی خدمات گرچہ براہ راست اسلامی علوم و فنون سے وابستہ ہیں تاہم ان خدمات کی زبان عربی ہے۔ اس لئے ان خدمات کو عربی علوم و فنون کے ارتقاء کی روشنی میں دیکھا جانا چاہیئے۔ اس کی اہمیت اس وقت دوچند ہو جاتی ہے جبکہ صاحب قلم کی مادری زبان قلم سے نکلی زبان سے الگ ہو۔

ان اداروں میں دارالعلوم دلو بند کے بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (سنہ قیام ۱۲۸۲ھ) جامعہ قاسمید شاہی مراد آباد، مدرسہ عالیہ رامپور کی عظیم کائناتوں کو رہتی دنیا تک جانا جائیگا۔

## دوسرا باب

اس باب میں جو دھوپیں صدی ہجری میں زبان و

ادب اور دیگر علوم و فنون کے توسط سے مغربی یوپی میں

عربی زبان و ادب کی خدمات انجام دینے والی عظیم شخصیات کے غمخوار سولہائی خاکوں کے ساتھ ان کی خدمات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ایسے دور میں جبکہ اسلامی اقدار کے نقوش مٹانے کی ہر محاذ پر جنگ چھڑی ہوئی تھی اور مسلمان اپنا تشخص اور شناخت بچانے کے نبض پریشان تھے۔ مدارس کا قیام ایک حصار ثابت ہوا۔ انھیں مدارس نے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھی۔ اسی کے فضل سے قال اللہ قال رسول اللہ کی صداؤں بلند ہونے لگیں۔

عربی زبان بھی اسلامی تشخص کی ایک علامت تھی۔ چنانچہ اسے حذرِ جان بنا کر اسی زبان میں جملہ علوم و فنون کی تعلیم و تعلم انجام دے جانے لگا۔ اس کے لئے اگر مغربی اتر پردیش کا نام خاص طور پر لیا جائے تو کوئی امر عجیب نہیں کیونکہ یہی علاقہ اس لحاظ سے زیادہ زرخیز ثابت ہوا۔ اور دیگر علاقوں کی بہ نسبت زیادہ اس علاقے کو قدرت کی جانب سے یہ موقع غنیمت ملا۔ چنانچہ ان علوم و فنون کی ان اداروں سے خوب خدمت ہوئی۔

## تیسرا باب

کسی بھی زبان کا خاص پہلو اس زبان کی شاعری ہوتی ہے۔ جس میں اس زبان کی خوبی اور معنویت خوب ٹھہر کر سامنے آتی ہے۔ بالآخر یہی پہلو اس زبان کا سند کا درجہ



لے لیتا ہے۔ اور لب و لہجہ اور عبارات و محاورات کے استعمال میں کسی بھی زبان کی شاعری زبان کو معتبر اور مستند سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ چودھویں صدی ہجری میں مغربی یورپی کے اہل علم و فن نے جہاں عربی کی نثری خدمات انجام دی ہیں وہیں عربی شاعری میں وہ نقوش چھوڑے جو الم عرب اور عربی النسل قادر الکلام شعراء کے کلام کے ہم پلہ ہیں۔ ہندی النسل ہونے کے باوجود ان کے کلام میں وہ چاشنی پائی جاتی ہے جو کسی عربی کا قادر الکلام شاعر کی زبان میں پائی جاتی ہے۔ ہندی الاصل ہونے کے باوجود ندرت بیان، حسن تراکیب اور کمال بیان میں ان کی شاعری بھی سند کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ اور بات کہ "بقول ڈاکٹر زبیر احمد" مسعود بن سعد بن سلمان لاہوری، قاضی عبدالمقتدر شرمچی، شیخ احمد تھانی، امیر عبد الجلیل بنگرامی، سید فضل احمد بنگرامی، شاہ ولی اللہ، آزاد بگرامی، فضل حق خیر آبادی اور فیض الحسن سہارنپوری، ظہور حسین بارہوی جیسے فضلا عربیت کے اساطین کہے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ ان کی تربیت عربیت کی فضا سے مختلف ماحول میں ہوئی۔ اور ان کا وطن سرزمین عرب سے کافی دور تھا۔ کوئی بھی نقاد ان کے کلام پر نقد کر کے کچھ خامیاں ظاہر کر سکتا ہے۔ جس کا ہمیں مطلق انوس نہیں ہوگا۔ کیونکہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا۔ عربیت پر عجمیت کا

غلبہ ہوتا گیا۔ مدارس عربیہ میں عربی زبان و علوم کی ترویج و اشاعت اور درس و تدریس ضرور تھی۔ مگر اس کے باوجود عربی زبان علماء و فضلاء کے دائرے میں محدود رہی۔ اور اس عربی ماحول کے نہ ہونے کے باوجود مغربی یورپی کا عربی سرمایہ قابلِ توجہ ہے یہاں ایسے متعدد شعراء پیدا ہوئے جو اگرچہ اصحابِ مملکت اور مبتنی نیز دیگر اہل زبان کے ہم پلہ تو نہ ہو سکے لیکن ان کا کلام کسی نہ کسی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے اور ہندوستانی عربی شاعری میں اس کا ایک منفرد مقام ہے۔

شعراے مغربی یورپی کی زندگی چونکہ عربوں کی طرح بدویانہ نہ تھی اس لئے بے آب و گیاہ، لٹی و دق صواووں میں پانی کی تلاش، نخلستان کی جستجو، دھوپ کی شدت اور آفتاب کی تمازت وغیرہ کا عام طور پر تذکرہ نہیں ملتا۔ لیکن ان کے کلام میں غزلیں بھی موجود ہیں اور مراثی، تعاریض، رباعیات، قطعات، نغیں، حمد، لغت، مناجات، تاریخ گوئی، تہنیت، تعزیت، حکمت و نصیحت، فخر و حماسہ، حب الوطنی، منظوم مراسلت، شکایتِ زمانہ وغیرہ پر بھی اشعار ملتے ہیں۔

## بچوتھا باب

اس بات میں بطور خاص مذہبی علوم مثلاً تفسیر

حدیث، فقہ کے توسط سے عربی علوم و فنون کی جو خدمات انجام دی گئی ہیں۔ انہیں نمایاں طور پر اس کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔



کتاب الہی " قرآن مجید " کی تفسیر لکھنے کی ابتدا دورِ صحابہ سے شروع ہو چکی تھی ۔ اس کے بعد کی صدیوں میں اس فن پر ہمیشہ بہا خدمات انجام دی گئیں ۔ جن میں تفسیر طبری ، تفسیر زمخشری ، تفسیر بیضاوی ، تفسیر جلالین ، تفسیر مظہری ، سوانح اللہام کے نام اہم ہیں ۔ ہندوستان میں عربی زبان جس طرح تاریخ کے سارے ادوار میں ایک زندہ و پائندہ زبان رہی ہے ۔ اسی طرح چودھویں صدی ہجری میں بھی عظیم الشان خدمات انجام دی گئیں ۔ اسی ملک کے محبوبہ بلوچی کے مغربی علاقے کو اس سلسلے میں ممتاز مقام حاصل ہے ۔ کیونکہ اس علاقے کی سربراہان ملک اور عمائدین ملک نے سرپرستی کی ۔ چنانچہ یہاں بڑے بڑے علماء و فضلاء اور نابغہ روزگار مفسرین و محدثین پیدا ہوئے ۔

ہندوستان میں علم حدیث کی باضابطہ آمد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہو چکی تھی ۔ ابتدائی ادوار کے ہندی محدثین میں عبدالرحمن بن ابوزید سلجانی ، امام مکحول سندھی ، ابومعشر بلخی بن عبدالرحمن عبدالرحمن سندھی ، موسیٰ سیلانی و غیریہ جنہوں نے صحابہ رضوان اللہ اجمعین سے روایت کی ہے ۔ چوتھی صدی میں ان رجال محدثین کے نام ہیں جنہوں نے حجاز دمشق کے محدثین سے روایتیں کی ہیں ۔ ہندی محدثین کی کثرت غزنوی دور میں ہوتی ہے ۔ اس عہد کے محدثین میں شیخ اسماعیل لاہوری ، محمد بن عبدالصمد بن عبدالرحمن لاہوری ، لفراسدین

احمد سندھی ، ہیتمہ الدین سہل سندھی وغیرہ ہیں ۔ اس کے بعد ہر دور میں اس علم کی روشنی فزوں تر ہوتی گئی ۔ چودھویں صدی ہجری میں مغربی اثر پر دلش میں اس فن کے بڑے علماء اور کبار محدثین پیدا ہوئے ۔ جن میں شاہ عبدالغنی محدث دہلوی کے شاگرد مولانا رشید احمد گنگوہی کی شخصیت کے زیر اثر مکتبہ ولی اللہی پروان چڑھا ۔ حدیث پر مشتمل آپ کی آمالی ” الکوکب الدوی ” اس کا مثالی نمونہ ہے ۔ دوسرے محدثین میں مولانا نور شاہ کشمیری ( معنی فیض الباری فی شرح الباری ) ، مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ( بذل الجہود فی شرح سنن ابی داؤد ) ، شیخ الحدیث مولانا زکریا ( اوجز المسالک فی شرح ترمذی امام مالک ) ، مولانا شبیر احمد عثمانی ( فتح الملہم فی شرح الجامع المسلم ) مولانا احمد علی سہارنپوری ( حاشیہ بخاری ) مولانا اشرف علی تھانوی ( اعلام السنن ) ، شیخ الہند مولانا محمود حسن ( شرح تراجم بخاری ) مولانا محمد یوسف کاندھلوی ( حیاۃ الصحابہ ) ، مولانا ادویس کاندھلوی شارح مشکوٰۃ ( التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المعانیج ) جیسے اکابر علم و فن ہیں ۔ جن کا نام منقوہ ہستی پر ابد تک روشن رہے گا ہندوستان میں علم حدیث پر انجام دیئے جانے والے کارنامے بلا واسطہ اور بالواسطہ طور پر انہیں اساطین فن کی مرہون منت ہیں ۔ دیگر مذہبی علوم کی طرح فقہ و منہجہ پر بھی چودھویں صدی ہجری میں مغربی یوپی کے علماء فن نے متعدد خدمات انجام دیں ۔ جن



کی زبان عربی تھی۔ مثلاً مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا اعجاز علی، مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ ایسے دانشورانِ علم و فن ہیں جنہوں نے فقہ کی وساطت سے عربی زبان کی قدر و عظمت کو فزوں ترکیا۔ اور اس کی عظمتوں کو دوبالا کیا۔ چونکہ عربی زبان اپنی ساری خوبیوں کے ساتھ اسلامی زبان کی خوبی سے بھی مرصع تھی۔ اس لئے عمائدینِ مذہب نے اس سے جب بھی ٹو لگا پا تو ثواب کی عرض سے اور عظمت کی نظر سے، اس لئے ان کی زبان میں وہ ساری خوبیاں سمو گئی جو کسی زبان کا خاصہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ کسی بھی فقیر ادویئے <sup>نہ</sup> سے عربی زبان میں کیا جانے والا کام ایک علمی اثاثہ قرار دیا جائے گا اور اس علمی اثاثہ کی حفاظت و مہانت ایک قوی فریضہ شمار کی جائے گی

T-4990





THESIS SECTION

**CONTRIBUTION OF WESTERN  
UTTAR PRADESH TO THE DEVELOPMENT  
OF ARABIC LEARNINGS DURING  
THE 14TH CENTURY A—H**

**ABSTRACT**

**THESIS  
SUBMITTED FOR THE DEGREE OF**

**Doctor of Philosophy**  
**IN**  
**Arabic**

**BY**

***MOHD. NAJAM KHAN***

**UNDER THE SUPERVISION OF  
*MR. TARIQ MUKHTAR***

**T-4990**

**DEPARTMENT OF ARABIC  
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY  
ALIGARH (INDIA)**

***1996***



چودھویں صدی ہجری میں

عربی علوم و فنون کے ارتقاء میں مغربی اتھارڈیشن کا حصہ

مقالہ

برائے

پی۔ ایچ۔ ڈی (عربی)

نگراں

جناب طارق مختار صاحب

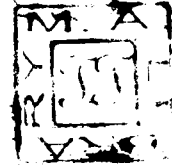
پیش کردہ

محمد نجم خان

شعبہ عربی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا)

(۱۹۹۶ء)



T4990

T-4990

# فہرست

## مقدمہ

### باب اول : ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی نشوونما۔

صفحہ	
۱ — ۳	عربی زبان و ادب
۴	غزنوی دور
۵	غوری دور
۶ — ۷	غلام خاندان کا دور
۸ — ۹	خلجی سلاطین کا دور
۱۰	تغلق سلاطین کا دور
۱۱	سید سلاطین کا دور
۱۲	لودھی سلاطین کا دور
۱۳	خاندان سوری کا دور
۱۴ — ۲۰	مغلیہ سلطنت کا دور

### باب دوم : مغربی اتر پردیش کے ممتاز علماء کی عربی خدمات۔

۲۱ — ۲۲	مولانا حکیم محمد ایوب
۲۳ — ۲۵	مولانا محمد احسن مانوٹوی

۳۸ — ۳۲

۴۲ — ۳۹

۵۰ — ۴۳

۵۵ — ۵۱

۵۶

۵۸ — ۵۷

۶۷ — ۶۴

۶۸

۷۹ — ۷۰

۸۱ — ۷۲

۸۳ — ۷۷

۸۸ — ۸۰

۸۱ — ۸۵

۸۶ — ۸۷

۸۸ — ۹۳

۹۲ — ۹۶

۹۷ — ۹۹

۱۰۰ — ۱۰۲

مولانا بدر عالم میرٹھی

مولانا محمد کبھی کا ندھلوی

مولانا ذوالفقار علی دیوبندی

مولانا فیض الحسن سہارنپوری

مولانا مشتاق احمد انبھٹوی

مولانا اشرف علی تھانوی

علامہ انور شاہ کشمیری

مولانا عبداللطیف سنجلی

مولانا محمد حسن سنجلی

قاری محمد سعید

مولانا محمد اعجاز علی

مفتی جمیل تھانوی

مولانا محمد یوسف کا ندھلوی

مولانا محمد بشیر

مولانا امتیاز علی خاں عرشی

مولانا فضل حق

مولانا ارشاد حسین

شمس العلماء مولوی عبدالحق



_____ ۱۰۳	مولانا شاد احمد خان
_____ ۱۰۴	حافظ عبدالرحمن
_____ ۱۰۵ — ۱۰۸	مولانا وحید الزمان کیرانوی

## باب سوم : مغربی اترپردیش میں عربی شاعری۔

_____ ۱۰۹ — ۱۱۲	ہندوستان میں عربی شاعری .
_____ ۱۱۳ — ۱۱۷	اہل ہند کی عربی شاعری سے متعلق اہل علم کی آراء .
_____ ۱۱۸ — ۱۲۱	مولانا حبیب الرحمن عثمانی
_____ ۱۲۲ — ۱۲۶	حکیم عبدالرحمن سہارنپوری
_____ ۱۲۷ — ۱۲۹	مولانا محمد یعقوب نانوتوی
_____ ۱۳۰ — ۱۳۳	مولانا ظفر احمد تھانوی
_____ ۱۳۴ — ۱۳۶	مولانا انور شاہ کشمیری
_____ ۱۳۷ — ۱۳۹	مولانا فیض الحسن
_____ ۱۴۰ — ۱۴۱	مولانا ذوالفقار علی
_____ ۱۴۲ — ۱۴۷	مولانا اعجاز علی
_____ ۱۴۸ — ۱۵۰	سید نجم الحسن
_____ ۱۵۱ — ۱۵۲	مولانا عبدالرحمن
_____ ۱۵۳ — ۱۵۵	مولانا سید ظہور الحسن

۱۵۸—۱۵۶	یعقوب بخش راغب
۱۶۱—۱۵۹	مولانا عبد الجبار عمر پوری
۱۶۵—۱۶۲	قاری محمد طیب
۱۶۹—۱۶۶	مولانا شاہ عبدالقادر
۱۷۱—۱۷۰	مولانا فیض احمد رسوا
۱۷۴—۱۷۲	مولانا اعجاز احمد
۱۷۹—۱۷۵	مولانا وجیہ الدین
۱۸۲—۱۸۰	مولانا عبد الجبار خاں آصفی
۱۸۷—۱۸۳	مفتی کفایت اللہ

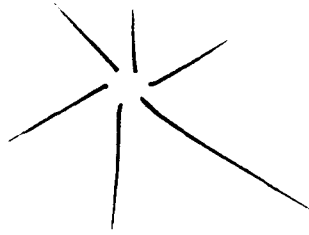
## باب چہارم : چودہویں صدی ہجری کے ائمہ و تفسیر، حدیث

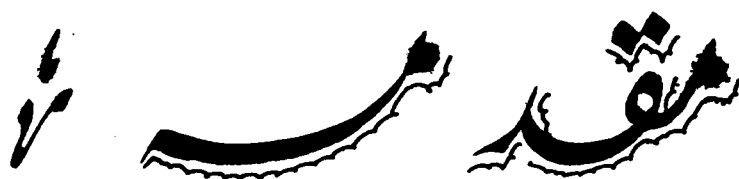
### وفقہ کی عربی خدمات

۲۱۴—۱۸۸	تفسیر، حدیث وفقہ کا مجموعی جائزہ .
۱۹۲ — ۱۸۸	عربی تفاسیر
۲۰۷ — ۱۹۳	ہندوستان میں احادیث کا آغاز
۲۱۴ — ۲۰۸	فقہ
۲۱۱—۲۱۵	مولانا محمد زکریا کاندھلوی
۲۲۳—۲۲۲	مولانا ریاست علی

۲۳۶ — ۲۳۴  
۲۲۹ — ۲۳۷  
۲۵۶ — ۲۵۰  
۲۵۹ — ۲۵۷  
۲۶۸ — ۲۶۰  
۲۷۳ — ۲۶۹  
۲۷۶ — ۲۷۴  
۲۸۱ — ۲۷۷  
۲۸۶ — ۲۸۲  
۲۸۹ — ۲۸۷  
۲۹۰ — ۲۹۰

مولانا خلیل احمد سہارنپوری  
شیخ السہد مولانا محمود حسن  
مولانا رشید احمد گنگوہی  
مولانا فخر الحسن گنگوہی  
علامہ شبیر احمد عثمانی  
مفتی سید مہدی حسن  
مولانا اشفاق الرحمن  
مولانا سید فخر الدین  
مولانا طہر احمد تھانوی  
مولانا عبدالدامن جلالی  
مصادر و مراجع







ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی نشوونما کی ابتدا کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض مورخین نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ ۱۲۱۰ھ میں محمد بن قاسم کے داخلہ سندھ کے بعد یہاں عربی زبان و ادب کی نشوونما ہوئی مگر تاریخ میں یہ بھی ہے کہ محمد بن قاسم کی آمد سے پہلے ہزاروں خاندان اپنی زبان و ادب کے سرمایے کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہو چکے تھے۔ اور اس ملک کی تہذیب و تمدن اور آداب معاشرت سے فیضیاب ہو کر اپنے ممالک کو مراجعت کر چکے تھے۔

ایک چینی سیاح ”ہوان سانگ“ کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عہد میں بلخ و بخارا، سمرقند اور تاشقند ہندوستانی تہذیب و تمدن اور علم و فن کا مرکز تھا۔

محمد بن قاسم کے داخلہ سندھ کے بعد تین سو سال تک ہندوستان پر کسی عرب حکمران نے حملہ نہیں کیا۔ مگر اس طویل مدت میں مسلم تہذیب نے یہاں کی بود و باش اختیار کر کے علوم و فنون کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ وہ آب زر سے مخیر کئے جانے کے قابل ہیں۔ ہندوستان میں ایسے جلیل القدر علماء ہر دور میں پیدا

ہوئے ہیں۔ جن کے علم و فن کی فہرت بیرون ہند میں بھی مانی گئی ہے۔ جیسے ابوالفرج رونی ، مسعود سعد سلمان لاہوری ، ، خواجہ عبدالدین دہلوی ، امیر فخرالدین ڈوٹکی وغیرہ۔ ان قابل قدر علماء کرام کے علاوہ شیخ عبدالحی محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مختلف مشہوروں میں مقیم ذی علم مسلمانوں نے عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت سے متعلق کتابیں تصنیف کیں۔ جسے تاریخ کبھی نظر انداز نہیں کر سکتی ہے۔

عربی علوم و فنون کے میدان میں ہندوستانی علماء و فضلاء کی تصنیفی خدمات گرانقدر اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کی ترویج و اشاعت میں یہاں کے علماء بھی دیگر ممالک کے پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلامی فکر و روح کو سمجھنے ، اسلامی اقدار و روایات کا تحفظ کرنے میں ہندوستانی علماء دوسرے ممالک کی بہ نسبت نمایاں نظر آتے ہیں چونکہ عرب مورخین عرصہ دراز تک یہاں کے علمی و دینی ماحول نیز ہندی علماء کی مختلف علوم و فنون پر گرانقدر خدمات سے ناواقف رہے۔ اس لئے قدیم تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں یہاں کے علماء کی خدمات سے عالم اسلام کو روشناس نہ کرا پا جاسکا۔

اس کمی و خالی کو محسوس کرتے ہوئے ہندوستانی علماء نے بھی اس فن میں بڑی دلچسپی سے کام لیا ہے۔ "النور السافر"



## ج

دسویں صدی ہجری کے حالات پر مشتمل ہے۔ "سلافتہ العصر فی حماس الشعر الکمل مصر" (شعراء کے حالات اور انکی شاعری پر مشتمل) ، "تجلیۃ المرجان فی آثار ہندوستان" وغیرہ اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی کی تصنیف "تجلیۃ المرجان" کو ہم اس اعتبار سے پہلی باقاعدہ تصنیف کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس میں ہندوستانی علماء و فضلاء کے حالات ، ان کی علمی و ادبی خدمات سے اہل علم و فن کو متعارف کمرانے کی چنناں کوشش کی گئی ہے۔ لیکن یہ بھی اسلامی ہندوستان کے ہزار سالہ عہد کی تاریخ و تذکرہ کی ترجمانی نہیں کرتی۔ لہذا ابھی بھی ایک ایسی کتاب کی اشد ضرورت بانی تھی جو کسی خاص طبقہ ، خط یا صدی ، مسلک و مکتب خیال پر مشتمل نہ ہو۔ بلکہ اس میں صدر اسلام بالفاظ دیگر ہندوستان میں اسلام کی آمد سے موجودہ صدی تک کے نامور مشاہیر علماء کے حالات و خدمات قلمبند کئے گئے ہوں۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر حکیم سید عبدالحی حسنی مرحوم نے "نزهة الخواطر" لکھ کر اس ، خلاء کو پر کیا۔ جس میں موجودہ صدی تک کے مشہور معروف علماء و فضلاء ، ادياء ، مفسرین ، محدثین و مورخین کے حالات زندگی بشمول ان کی علمی و ادبی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے اس کے علاوہ فارسی و اردو زبان میں ہندوستانی علماء و فضلاء

کے حالات پر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر وہ کسی خاص مقام، علاقہ یا صدی ہی تک محدود ہیں۔ مثلاً ”تذکرہ علماء ہند“ از رحمان علی، ”تذکرہ علماء ہندوستان کے چالیس مشاہیر علماء کا تذکرہ“ از محمد حسین آزاد، تذکرہ علماء مبارکپور، تذکرہ علماء بستی و اعظم گڑھ وغیرہ وغیرہ لکھی گئیں۔

مجھے شروع ہی سے ہندوستانی علماء کی علمی و دینی و ادبی خدمات کو بہ غائر نظر دیکھنے اور بعض علماء کرام سے بالمشافہ استفادہ ہونے کے مواقع بھی ملے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایم۔ اے عربی میں بھی اسپیشل کورس کے تحت ”انڈو عرب لٹریچر“ کا انتخاب اختیاری مضمون کی حیثیت سے کیا۔ جس میں ہندوستانی علماء کی عربی شاعری و نثر نگاری نیز ہندی مورخین و مترجمین کی اعلیٰ خدمات سے استفادہ ہونے کا موقع ملا۔ اسی غیر معمولی دلچسپی کے سبب ایم۔ فل میں بھی مغربی یورپی کی ان چار شخصیتوں کو اپنے موضوع کے لئے منتخب کیا۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ عالم عرب میں بھی جنہیں علم حکمت اور منطق و فلسفہ کا امام و محدث و ادیب کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اس سے میری مراد مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا ذوالفقار علی دہلوی، مولانا خلیل احمد آنصھڑی، مولانا اعجاز علی امرہوی، کے موضوع پر تحقیقی کام کرنے نیز اس صنف میں ذوق و شوق اور دلچسپی پیدا

کرنے میں میرے مشرف استاد جناب طارق مختار صاحب کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ اور استاد پروفیسر عبدالباری صاحب نے بھی اس کی طرف رہنمائی کی ہے۔ جس کا میں از حد شکر گزار ہوں۔

ہندوستان کی مختلف ریاستوں، مخصوص علاقوں بالخصوص اودھ، بہار، بنگال، بنگرام وغیرہ جیسے علی گھواروں یا اترپردیش کے مختلف حصوں و گوشوں پر کچھ تحقیقی، تصنیفی و تالیفی کام صندورپا ہے۔ لیکن چودھویں صدی ہجری میں مغربی یورپی کے علماء و فضلاء کے حالات اور ان کی علمی و ادبی خدمات سے عالم اسلام کو متعارف کرانے کے لئے اب تک کوئی کتاب تعینف نہیں کی گئی ہے چنانچہ اس کمی کی شدت احساس اور اپنے مشفق استاد کے اصرار و خواہش پر میں نے چودھویں صدی ہجری میں ”عربی علوم و فنون کے ارتقاء میں مغربی اترپردیش کا حصہ“ کو اپنے تحقیقی مقالہ کا موضوع بنایا ہے۔ اور شروع ہی سے مواد کی تلاش و جستجو، لائبریریوں و کتب خانوں کی چھان بین، نیز متعلقہ حضرات سے ملاقات و خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پاس و ناامیدی، خوشی و غم کے مراحل میں، اس راہ میں حائل جہاں ایک طرف محدود وسائل و ذرائع اور کتب کی تلاش میں مختلف دشواریاں حاصل تھیں۔ تو وہیں عرصہ دراز تک ایک مہلک مرض نے ذہن و فکر کو الجھائے رکھا

مگر چونکہ خوشی و غم ، تکلیف و آرام ، فقر و غنا ، انسانی زندگی کا خاصہ ہیں۔ آزمائش کی اس کسوٹی پر وہی لوگ کھرے اترتے ہیں۔ جو حوصلے اور نیک ارادے کے ساتھ مقاصد زندگی کے لئے سرگرداں و کوشاں رہتے ہیں۔

اس موقع پر اعزہ و اقارب ، دوست و احباب اور مشتق و محترم اساتذہ کرام نے مرے حوصلوں کو جلا بخشی اور مقصد کی تکمیل میں حائل پریشانیوں اور ان کے دور رس اثرات کو مجھ پر غالب نہ ہونے دیا۔ فی الواقع اگر نفرت خداوندی نہ ہوتی تو اتنے بڑے ساتھ کے معاً بعد یہ عظیم کام مجھ بے بضاعت انسان کے ہاتھوں پایہ تکمیل تک نہ پہنچ پاتا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے (آمین)

موضوع کی اہمیت و افادیت اور قدر و منزلت کے باوجود اس کی وسعت کے پیش نظر میں نے مشرف استاد محترم جناب طارق مختار صاحب کے صلاح و مشورے سے علماء کرام و فضلاء و عظام کے احوال و کوائف کے ذکر کے ساتھ ساتھ مختلف علوم و فنون پر ان کی مگرافتدر تصنیفی و تالیفی خدمات سے بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو بزبان عربی ہیں خواہ ان کا تعلق تفسیر حدیث ، فقہ سے ہو یا نظم و نثر سے ہو۔ ضرورت و اہمیت کے پیش نظر قرآن ، تفسیر ، حدیث ، فقہ اگرچہ اسلامی علوم و فنون کی

جسٹیت سے معروف ہیں۔ مگر ان کی ادبی جسٹیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا ان فنون پر عربی زبان میں تصنیف کردہ کتب کو اسی جسٹیت سے موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

زیر نظر مقالے میں بعض ان علماء کا بھی تذکرہ شامل ہے جن کی تعلیم و تربیت اور علم کا وافر حصہ تو ہندوستان بالخصوص مغربی یوپی میں گزرا۔ مگر بعد میں وہ باہر چلے گئے یا جن کی پیدائش و تعلیم و تربیت تو کسی دوسری ریاست میں ہوئی۔ مگر تدریسی و تصنیفی مشاغل کا بڑا حصہ مغربی یوپی میں گزرا۔

کوشش اس بات کی گئی ہے کہ مصنف کے حالات زندگی میں کسی قسم کا غلو اور عقیدت کا عنصر غالب نہ ہو پائے اور نہ کسی کے مزدوری تذکرے سے پہلو تہی ہو سکے۔ اور ان کے احوال و کوائف اور واقعی علمی خدمات کی صحیح عکاسی ہو سکے۔ علماء مغربی یوپی کی عربی خدمات مختلف اداروں اور مختلف احوال مصنفوں اور ان کی کتابوں کے تذکرے کے ساتھ ان کا وسعت قلبی کے ساتھ اعزاف بھی کیا گیا ہے۔ مقالے کو جامع شکل دینے کے لئے مواد کے حوالے، کتب کی تحقیق و تلاش کے سلسلے میں بعض مشہور و معروف شخصیات سے خط و کتابت اور بالمشافہ ملاقات بھی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ زیر نظر مقالہ کو میں نے چار ابواب میں تقسیم کیا ہے تاکہ ہر باب کی جسٹیت اور اہمیت و افادیت نمایاں طور پر واضح ہو سکے۔

## باب اول

### ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی نشوونما

اس باب میں ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت اور ترویج و ارتقاء کے متعدد ادوار پر بحث کی گئی ہیں۔ مثلاً غوری دور ، قسطنطینی دور ، لودھی دور ، سوری دور ، وغیرہ میں عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت اور ترویج و ارتقاء اور ہندوستان کی مشہور و معروف درسگاہوں میں عربی علوم و فنون کے فروغ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بحث کے آخر میں عہد مغلیہ کے عروج و زوال اور عربی زبان و ادب کے اثرات و ترقیات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ مغلیہ دور حکومت میں عروج و زوال کے نئے نئے ہنگاموں کے باوجود عربی زبان و ادب پر کبھی تنزلی کا گہن نہیں لگا اور نہ اس کی ترقی پر کبھی آبخ آئی۔

## باب دوم

یہ باب مقالہ کی ایک تمہید ہے۔ اس باب میں جو دہریہ صدی ہجری میں مغربی یورپی میں علوم اسلامیہ و عربی زبان کی



خدمات سے بحث کی گئی ہے۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ ان مشاہیر علماء و فضلاء و ادياء کے حالات زندگی پر ان کی گرافتدر خدمات اور علمی و ادبی خدمات کا بالتفصیل جائزہ لیا گیا ہے۔

ہندوستان میں بالمخصوص مغربی یورپی میں علوم اسلامیہ و عربی زبان و ادب کے ارتقاء و فروغ میں جو گرافتدر خدمات انجام دی گئی ہیں۔ ان میں مدارس اسلامیہ کا اہم حصہ ہے۔ ایک طرف جہاں یہ مدارس دینی علوم و فنون کے گہوارے اور عربی علوم و فنون کی مستند و معروف کتابوں کی تدریسی و تعینی، دینی، تہذیبی معاشرتی تشخص و وجود کے لئے کوشاں ہیں تو وہیں دوسری طرف یہ مراکز جدید عربی ادب، تنقید و تجزیہ، تحقیق و تعین کے کاموں میں مشغول ہیں۔ اسی لئے مغربی یورپی میں ان اداروں سے وابستہ علماء کی خدمات اور ان کی عربی زبان و ادب پر کارہائے نمایاں کا خاکہ بھی پیش کیا ہے۔

## باب سوم

تیسرے باب میں ہندوستان میں عربی شاعری کی لسانی و ادبی خصوصیات اور ہندوستان میں عربی شاعری کی نشوونما اور اس کی

اہمیت و افادیت اور ہندوستان میں عربی شاعری سے متعلق  
گراں قدر علماء کی آرا کا جائزہ لیا ہے ۔

منسلب دور حکومت میں اگرچہ فارسی زبان کو سرکاری حیثیت حاصل تھی  
مگر اس کے باوجود ہندوستان میں عربی زبان و ادب پر گراں قدر تصنیفات  
لکھی گئیں ۔ جن میں مفتی و مسجع عبارت اور عجمی تراکیب کا استعمال ہوا  
ہے ۔ اہل عرب کے شہ پاروں کی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں ۔ مقالات  
حریری کے طرز پر مقامات بھی لکھے گئے ہیں ۔ اسی پہلو کے پیش  
نظر مغربی بلوچی میں چودھویں صدی ہجری میں جن علماء نے  
عربی شاعری میں اپنے قلم کی جولانی دکھائی ہے ۔ اور عربی  
شاعری میں اپنا ایک مقام پیدا کیا ۔ اور اپنے آپ کو  
عرب شعراء کی صف میں لاکھڑا کیا ہے ۔ ان تمام شعراء  
کا مختصر تعارف اور ان کے کلام کے نمونے پیش کئے گئے  
ہیں ۔ چودھویں صدی ہجری میں جن لوگوں نے نظم و نثر  
میں نمایاں کام انجام دیے ہیں ۔ ان میں جیسے مولانا فیض  
الحسن سہارنپوری ، حکیم عبدالرحمن ، مولانا وحید الدین  
خاں راسپوری ، مولانا ظفر احمد عثمانی ، مفتی کفایت اللہ شاہ  
جہاں پوری ، علامہ نور شاہ کشمیری ، مولانا حبیب الرحمن  
عثمانی وغیرہ وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ۔

## باب چہارم

علم حدیث ، تفسیر اور فقہ سے متعلق ہے۔ اس باب میں اصلاً تو ہندوستان میں عربی زبان کی قدر و قیمت کی بنیاد اس کی مذہبی حیثیت تھی۔ اس لئے کہ قرآن و حدیث اور ان کے متعلقہ تمام علوم کی زبان عربی ہے۔

عرب دور حکومت میں ہندوستان کے اندر علم حدیث کی آمد ہو چکی تھی۔ چنانچہ محمد بن ابراہیم شعیب بن محمد ابوالعباس محمد بن محمد بن حسین ، ابو معشر سندھی وغیرہ کے اسماں گزری سر زمین ہند کے بڑے محدثین میں گنے جاتے ہیں ہند میں عرب حکومت کے اثر و رسوخ کد کد کی بعد علم حدیث کی مقبولیت میں کچھ کمی آئی۔ یہاں تک کہ تیموریوں کے ابتدائی دور حکومت میں اس طرف بہت کم توجہ کی جانے لگی تھی۔ مگر شیخ عبدالحی محدث دہلوی بانی علم حدیث اور ان کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے ارشد تلامذہ نے حدیث کی نشر و اشاعت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ انہیں کی بدولت علم حدیث تمام ہندوستان میں مقارن ہوا۔

ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت اور تبلیغ کا کام

اگرچہ ۱۸۵۷ء میں شروع ہو گیا تھا۔ لیکن اس دور میں اس دور میں اس دور میں اس فن نے خاطر خواہ ترقی نہیں کی۔ کیونکہ محدثین کی ایک بہت ہی قلیل تعداد ترک وطن کر کے ہندوستان آئی تھی۔ لیکن بعد میں ان کے محدثین تلامذہ نے سرزمین ہند میں علم حدیث کا دائرہ اور وسیع کیا۔

بقول علامہ رشید رضا صریحاً کہ موجودہ زمانے میں علم حدیث کی تعلیم و اشاعت میں ہندی مسلمان سب سے آگے ہیں اگرچہ ہندوستان علماء علم حدیث کی ترقی و اشاعت کے لئے اس قدر جالفتنائی سے کام نہ لیتے تو یہ علم اب تک ختم ہو چکا ہوتا۔ ۱

اس باب میں جس کا موضوع علم حدیث، تفسیر، فقہ ہے یہ جائزہ لینے کی عاجزانہ کوشش کی گئی ہے۔ اسلامی ممالک سے ہند کے تعلقات کی ابتدا سے لیکر دارالعلوم دہلوی کے قیام تک، ہندوؤں نے علم حدیث کو ترقی دینے کے لئے کیا کیا خدمات انجام دی ہیں۔

ترہویں صدی ہجری کے آخر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ منبری بوبلی میں دارالعلوم دہلوی اور مظاہر علوم سہارنپور کے قیام سے سرزمین ہند میں حدیث کی تعلیم اور اشاعت کے ترقی پذیر دور کا آغاز ہوا۔ اب تک کوئی ایسا مرکزی

ادارہ نہ تھا کہ جہاں علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو۔ اس لئے ہندی طلباء اس علم میں خصوصی مہارت حاصل کرنے کے لئے حجاز و غیرہ جا یا کرتے تھے۔ لیکن ان دو بڑے اداروں نے ہندی مسلمانوں کی ایک ایسی ضرورت پوری کر دی جس کی کمی عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اور محض علم حدیث کے معاملے میں وہ خود شکستہ ہو گئے۔ خاص کر چودھویں صدی ہجری میں مغربی یورپی مذکورہ اداروں سے وابستہ محدثین کی علم حدیث پر کئی اہم کتابیں منظر عام پر آئی ہیں مثلاً مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی ”بذل الممجد فی شرح البوداؤد“، مولانا زکریا کاندھلویؒ کی ”الابواب والتراجم للبخاری“ اور ”أوجز المسائل علی شرح موطا امام مالک“، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ”فتح المسلم فی شرح مسلم“، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ کی ”التعلیق الممجد علی سنن ابی داؤد“، مولانا نور شاہ کشمیریؒ کی ”فیض الباری فی شرح البخاری“، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی ”اللوکب الدری اور لامع الدراری“، محمد صدیق نجیب آبادیؒ کی ”الوار الممجد فی شرح سنن ابی داؤد“ وغیرہ وغیرہ مومنوع حدیث پر معرکتہ الارا کتابیں ہیں۔

عرب مہد حکومت کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کی توجہ

علم فقہ اور اصول فقہ کی طرف بھی مرکوز ہوئی۔ اس فن میں بھی ان کی نظر اس قدر وسیع ہو گئی تھی کہ براہن الدین مرغنائی کی ”ہدایتہ“ جیسی مستند کتاب بھی تنقید سے نہ بچ سکی۔ فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کو شمالی ہندوستان میں اور فقہ شافعی کو جنوبی ہند میں عام مقبولیت حاصل ہوئی ان کے علاوہ شیعہ، مہدوی، اسماعیلی اور عدم تقلید وغیرہ مسلک بھی ملک کے خاص حصوں میں رائج ہو گئے۔

فن تفسیر یا موضوع قرآن پر بھی ہندوستانی علماء نے اپنی صلاحیتوں کے نمایاں جوہر دکھائے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے تفسیر کس نے لکھی۔ اس کا تعین ذرا مشکل ہے۔ بعض روایات کے مطابق راجہ جہرک کی فرمائش پر ۸۸۳ھ میں عبداللہ ابن عمر بن عبدالعزیز نے کسی سندھی عالم سے ہندی زبان میں قرآن کی تفسیر کھوائی تھی۔ جو دھویں صدی ہجری میں خاص طور پر مغربی یوپی میں جن لوگوں نے تعلیمات و حواشی اور تفسیریں لکھی ہیں۔ ان میں مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی تعلیمات الحبلاین اور صاحبزادہ علی عباس خاں رامپوری کی تفسیر سورہ یوسف، مولانا حفظ الرحمن سہاروی کی قصص القرآن مولانا اشرف علی تھانوی کی ”تفسیر القرآن“، قطب الدین چشتی لڑوی کی ”مرآۃ العیون“ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔



نماں طور پر واضح ہو سکے ۔

ریسرچ کے دوران جن دانشوروں نے میرے اس مقالہ کو پائے تکمیل تک پہنچانے میں مدد کی میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں ۔ اس موقع پر سب سے پہلے اپنے مشفق و محترم استاد جناب طارق مختار صاحب کا انتہائی ممنون و مشکور ہوں کہ جنہوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود نہ یہ کہ اپنے قیمتی اوقات کو میرے لئے صرف کیا بلکہ ہر ہر لمحہ اپنے مفید مشوروں سے بری رہنمائی فرمائی ۔

استاد محترم پروفیسر عبدالباری صاحب (صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا ۔ اور استاد محترم ڈاکٹر کنیل احمد قاسمی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے ہر ہر لمحہ راقم السطور کی بھرپور مدد فرمائی ۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر ظہور الحق صاحب ، ڈاکٹر یوسف خاں صاحب کا بھرپور تعاون شامل حال رہا ۔ و دیگر اساتذہ کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے راقم الحروف کو اپنے مفید مشوروں سے نوازا ۔

پھر میں اپنے مخلص اہواء اور لائبریریوں کے منتظمین و ملازمین کا بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اس مقالہ سے متعلق کتابوں کی فراہمی کے علاوہ ہمیشہ خلوص و محبت کا مظاہرہ کیا ۔

محمد نجم خاں

باب  
اول

ہندوستان میں  
عسکری

زبان و ادب کی نشوونما



# عربی زبان و ادب

عربی زبان و ادب اپنی اعجاز بیانی کی وجہ سے تمام دنیا میں ادبیات کا سرمجامع رہی ہے۔ ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی نشو و نما کب ہوئی ہے۔ اس کا کچھ صحیح پتہ نہیں ملتا ہے۔ لیکن تاریخ کے مطالعہ سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ محمد بن قاسم کی آمد سے قبل یہ زبان ہندوستان میں رائج تھی۔ عرب ہندوستان میں سیر و تفریح بیع و تجارت کی غرض سے ہندوستان آنے لگے۔

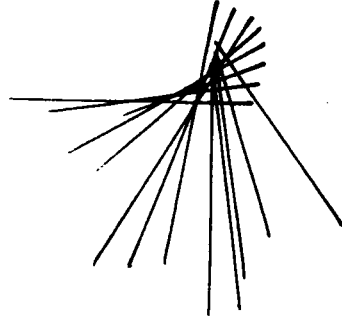
عربی زبان کی عہد بہ عہد ارتقاء اس کی نوع بہ نوع ہونے والی تبدیلیاں قابل مطالعہ ہیں۔ ہندوستان کی سرزمین زرخیز بھی ہے اور مردم خیز بھی۔ اس نے مختلف رنگ و نسل اور متعدد ممالک کے مشائخ کو یہاں آنے کی دعوت دی۔ اور وہ لوگ یہاں انمول کتب اور رسائل لے کر ہند کی سرزمین پر آئے۔ ان کے اس لڑچپر نے ان ممالک کی تہذیب و تمدن اور ان علوم و فنون پر گہرا اثر چھوڑا خاص طور پر عربی زبان، اس زبان میں ہندوستان اور ہندوستانیوں کے لئے کثیر معلومات ہیں۔

دور جدید کے تمام ہی علوم و فنون و انکار کی بنیاد عربوں کی فراہم کردہ ہے۔ جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہ بنیاد

اس دور کی یاد تازہ کراتی ہے جبکہ عربوں اور مسلمانوں کے حدود مملکت مشرق و مغرب و شمال و جنوب کے بڑے کرہ ارض پر محیط تھی جس کی تعلیمات سے ایک عالم منور تھا۔ اور تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ اور ایسی ایسی نابلقہ روزگار ہستیاں پیدا ہوئیں جنہیں تاریخِ عالم میں ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔

ہندوستان میں اس زبان کی نشر و اشاعت عہد بہ عہد ہوئی۔ اور عربی زبان کو جلا بخشنے کا تمام سہرا بالخصوص مدارس خاندانوں کو جاتا ہے۔ جہاں علماء، فقہاء، محدثین عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت کے لئے جدوجہد کرتے تھے۔ جن کی قابلِ قدر خدمات پر اہلِ عرب نازاں تھے۔ ہندوستان کا اور بالخصوص یوپی کے علماء کا عربی تفسیفی سرمایہ قابلِ افتخار ہے۔ یوپی کے علماء نے عربی علوم و فنون میں قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ علم تفسیر، علم حدیث، علم اصول حدیث، علم فقہ ہر، صحافت، افسانہ نگاری یا نحو صرف یا علم جغرافیہ، علم فلسفہ و منطق، علم کلام، علم طب یا علم تاریخ و تصدیقہ نگاری کے میدان میں طبع آزمائی کی ہے۔ اور قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اس میدان میں ان کی تفسیفی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ جس کا استعاب و احاطہ فی الوقت ناممکن ہے۔ اس میدان میں انہوں نے اتنا عظیم ذخیرہ فراہم کیا ہے کہ لوگوں کے کہنے کے مطابق خود معلم عرب میں بھی اتنا بڑا کام نہیں ہوا ہے۔ ہندوستان

میں عربی علوم و فنون کی نشر و اشاعت کی تفہیم کے لئے متعدد  
ادوار قائم کئے گئے ہیں تاکہ عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت  
کو سمجھا جاسکے ۔



عربوں کے بعد غزنیوں کے دور کا آغاز ہوا۔ اس خاندان کا عظیم حکمران محمود غزنوی تھا  
علم اور ثقافت کا زبردست حامی تھا۔ اس نے دہر دہرا ایسی نئی ممالک کے بعض ممتاز ترین علماء کی کس  
پرستی کی اور ان کو اپنے دربار میں جمع کر لیا۔

سلطان محمود کو فارسی سے خاص دلچسپی تھی لیکن اس کی عربی زبان پر بھی بڑی مہارت تھی

علم اس کے فہم پر ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ جب کا نام ہے۔ الفہرست فی الفروع  
حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر رقم بن کے کیا ہے۔

اسی بادشاہ کا زمانے میں ابیرونی ہندوستان آیا تھا کہ ہندو ثقافت اور علوم کا براہ راست مطالعہ کرے  
اور یہاں اپنے اپنی مشہور تصنیف کتاب الهند کے لیے مواد جمع کیا۔ ابیرونی نے اپنی کتاب قانون  
مسعودی سلطان محمود غزنوی کے فرزند مسعود غزنوی کے نام معنون کی۔ سلطان مسعودی غزنوی نے  
لاہور کو اپنی سلطنت کے ان علاقوں کا دار الحکومت بنایا جو دیباہ سفر کے مشرق میں واقع تھے  
اور اسکے بعد یہ شہر ہر زمانے میں اسلامی علوم کا مرکز بنتا رہا۔ اور یہاں بہت سے نامور علماء پیدا ہوئے  
شیخ اسماعیل متوفی ۴۸۱ھ ۱۰۵۶ء ہند میں آئے اور اسی محلہ میں متوفی ہوئے انھوں نے  
محمود غزنوی کے عہد میں لاہور میں سکونت اختیار کی تھی۔

مسعود بن سعد بن سلمان۔ جو سلطان مسعود ثالث کے دربار سے منسلک تھے۔

مسعود بن سعد ایک مشہور شاعر تھا قیمنوں زمان میں شاعری کرتا تھا ہندی عربی فارسی

غوری دور - ۵۸۲ تا ۵۶۰۲ھ - ۱۱۸۴ تا ۱۲۰۶ء

غوری خاندان کے عہد حکومت میں بھی جو مسلمان علماء ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے اہم خواجہ معین الدین چشتیؒ تھے متوفی ۶۱۲۳ھ۔ ان کو ہندوستان کا عظیم ترین ولی تصور کیا جاتا ہے خواجہ معین الدین - ۵۵۶ھ ۶۱۶۱ھ میں ہند میں آئے تھے۔ ان کے نامور مرید حضرت قطب الدین بختیار خلجی بھی ان کے ساتھ تھے۔

کچھ عرصے لاہور میں رہے پھر پانچ سال کے قریب سلطان میں رہے اور پھر آخر میں اجمیر میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اسی زمانے میں جب آپ اجمیر میں تھے۔ تو دہلی اور اجمیر کے راجہ پر مغور راج نے ۵۸۸ھ ۶۱۱۹۳ھ میں سلطان محمود غوری سے شکست کھائی۔ اور مار گیا۔ تو حضرت خواجہ نے داجپوتہ میں تبلیغ و اشاعت کی اور ان کے مرید سارے ہند میں پھیل گئے۔ حضرت قطب الدین بختیار کا تو دہلی میں متعین کیا گیا۔

اسی عہد میں ایک اموی سیرونی عالم جن کا ایک طرح سے ہند سے تعلق تھا۔ امام فخر الدین رازی تھے جو غوری دربار سے وابستہ تھے۔ اور غیاث الدین غوری۔ شہاب الدین غوری ان کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ غوری بادشاہوں کا دارالسلطنت لاہور نہیں بلکہ غزنی تھا۔

علم

سجستہ ۲۶ - امیر خرو۔ عزۃ الکمال

مزدان خرا۔ ۵۱ - ۵۳

۶  
غلام خاندان کا عہد - ۴۰۲ تا ۴۸۹ھ ۱۲۰۴ تا ۱۲۹۶ء - ۶

اس خاندان کا بانی قطب الدین ایبک تھا۔ جو کہ پہلا مسلمان حکمران تھا جس نے دہلی کو ہند میں اسلامی سلطنت کا دار الحکم بنایا اور اسی طرح تھوڑے عرصے میں دہلی بھی اس بڑے عظیم اسلامی علوم کا ایک مرکز بن گیا۔

سلطان التمش کے زمانے میں چنگیز خان کے ہاتھوں بخارا کی تباہی کے بعد ہست سے عالموں نے دہلی کا رخ کیا اور یہاں پناہ لی۔ اسی عہد کے ایک عالم ماہر لسانیات ممتاز محدث حسن المصغانی لاہوری تھے۔ عباسی خلیفہ بغداد کے سفیر کی حیثیت سے التمش کے دربار سے منسلک تھے۔

سلطان بلبن کے عہد میں دہلی اس قدر بڑے علمی مرکز اور علماء کا مرجع بن گیا تھا۔

کہ امیر خسرو نے اس کی طرح تعریف میں بڑے پرجوش اشعار کہے ہیں۔ اور اسے وسط ایشیاء کا مشہور علمی مرکز کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ وراثت کا قول ہے کہ سلطان بلبن کا عہد حکومت خیر العہد تھا جس میں بڑے علماء اور اولیاء ہند موجود تھے عہد

غزنویوں اور غوریوں کے عہد میں عربی میں کس بنہر سے مہنف کی کوئی تصنیف ناپا

موجود نہیں تھی لیکن ترک سلاطین کے عہد کی چند عربی تصانیف موجود ہیں اس عہد کے مشہور عالم

حسن المصغانی لاہوری تھے۔ متوفی ۶۴۰ھ ۱۲۵۲ء ان کی تصانیف میں

جوسب سے اہم تصنیف۔ محباب۔ اور مشارق الانوار ہیں شیخ جمال ہانوس۔ متوفی ۶۶۶ھ کی ایک تصنیف

بھی موجود ہے شیخ جمال حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے ممتاز میر تھے۔ محمد بن السجیل پروفیسر ہونے کے

دہلی آئے تھے اور فقہ پر ایک کتاب بھی لکھی۔ قاضی محمد الدین ناگورس "۴۰۵ھ ۱۲۰۸ء نے نئی کتابیں

لکھیں تھیں۔ افسوس کہ ان کی تصنیف باقی نہیں رہی۔ ۲۰۲ وراثت۔ جلد اول ص ۱۱۵



التمش کے دور میں عربی علوم فنون کو کافی فروغ ہوا اور عربی زبان و ادب کی نشم و انشانت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ برقی اس دور کے علماء کی لمبی فہرست اپنی مہمور آفاق نقینف تاریخ فیروز شاہی میں قلم بند کئے ہیں۔ اس دور کے علماء میں جنہوں نے دنیا و ادب میں غیر معمولی مقام حاصل کئے

قاضی رفیع الدین ۔

کمال الدین زاہد

قاضی بدل الدین کاشانی

سراج الدین سنخوی وغیرہ کا نام سرفہرست ہے

علم تاریخ قبروز شاہر - ص ۱۵ - ۱۱۱

خلجی سلاطین کا دور۔ ۶۸۹ تا ۷۲۰ھ۔ ۱۲۹۰ تا ۱۳۲۰ء۔

اس خاندان کا بانی سلطان جلال الدین خلجی تھا وہ بھی علم کا قدردان تھا۔ اور علماء کو بہت پسند کرتا تھا اور علماء کی ایک بڑی تعداد اسکے دربار سے منسلک تھی۔

ان تمام علماء کے اسم گرامی جمعہ سورخوں اور بدایونی نے اپنی کتابوں میں تحریر کیے ہیں۔ سلطان علاء الدین خلجی کے متعلق ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ وہ ان پرہیزگراں اور علماء سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

لیکن اسکے دربار میں بھی۔ ضیاء الدین بیہاروی۔ ظہیر ننگ۔ اور قاضی مغبوث الدین جیسے محقق علماء دین موجود تھے۔ جیسا کہ عہد الحق نے لکھا ہے کہ امیر قابلِ لحاظ ہے کہ علاء الدین خلجی ان پرہیزگراں اور اسے علماء سے کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن اسکے باوجود اسکے دربار میں بڑے بڑے علماء موجود تھے اور فرشتہ "نے لکھا ہے کہ علوم و فنون میں کمال رکھنے والی جنس بڑی تعداد۔ علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں دیہاتوں میں موجود تھے انہیں کس عہد میں نہیں تھے فرشتہ نے اس عہد کے ۷۶ بڑے علماء و فضلاء کے نام بھی لکھے ہیں جیسا کہ۔

ملک الشعراء امیر خسرو عربی میں بھی شعر کہتے تھے۔ اور فارسی میں بھی، اور اعجاز خسروں میں انھوں نے اپنے فارسی اشعار کے ساتھ عربی اشعار بھی درج کیے ہیں۔ اپنے زمانے کے علماء میں خسروں نے شہاب الدین عہد رشتین کی سب سے زیادہ تعریف کی ہے اور ان کے عربی زبان پر قدرت کو سراہا ہے۔ اور وہ اعلیٰ درجہ کے اشعار بھی کہتے تھے۔

اور حضرت نظام الدین اولیاء اپنے زمانے کے بڑے ولی اور صوفی تھے۔ ان کا عربی خطبہ اب تک پڑھا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اس زمانے میں اور محدث شمس الدین علی

ملتان میں آباد ہوئے تھے۔ تاکہ ہندو میں علم کی اشاعت کر پین۔ اس دور کے ایک عالم شیخ صفی الدین ہندو متوفی ۵۷۱ھ - ۶۱۵ھ میں ہیں تھے۔ انھوں نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد عین مصر چلے گئے جہاں بہت جلد علم کلام فقہ کے بڑے عالم کی حیثیت سے مشہور ہوئے اور اور کئی نئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔

حوالہ  
علم بدیع الوری - ج اول - ص ۱۸۱۔

عشر - برقی اور ابلت سوم - ص ۱۵۱، ابلت چہارم ص ۱۸۵۔

عشر - بدیع الوری - ج اول -

عشر - فرشتہ اول ص ۲۱۳، ۲۱۴۔

عشر - امیر خسرو - دیباچہ - عرۃ الملک -

علم - منتخب التواریخ - ۱ ص ۳۵۶

تغلق سلاطین کا دور - ۴۰ھ تا - ۱۱۵ھ - ۱۳۲۰ تا ۱۳۶۱ھ -

خاندان تغلق کا بانی سلطان غیاث الدین بن تغلق مذہب اور علماء کا بڑا احترام کرتا تھا اور تاریخ میں لکھا ہے کہ اسی خاندان کا دور سر ازماں اور سلطان محمد تغلق جو کہ بہت سے علوم و فنون کا ماہر تھا۔ اس نے معین الدین عمرانی دہلوی کو جو ایک بڑے عالم تھے اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں، اس کام پر مامور کیا کہ وہ شیراز جائیں اور موافق کے نامور مصنف قاضی حمید الدین کو وہیں اپنے پر آمادہ کریں۔ لیکن شیراز کے حاکم ابراہیم اسحاق نے انکو وطن چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔ علی

محمد تغلق نے ایک اور عالم دین شمس الدین محلی کو حکم دیا تھا کہ وہ کشمیر جاؤ دین کی اشاعت کریں عبد الحق عفی کی دوائے یہ ہے کہ علاء الدین خلجی کے بعد ہند میں علم و دانش کا معیار گرنا چلا گیا اگرچہ محمد تغلق ہر قسم کے علوم کا قدردان تھا مگر ایک عہد حکومت میں باکمال لوگوں کی تعداد اتنی نہ تھی جتنی کہ علاء الدین خلجی کے زمانے میں تھی۔

محمد تغلق کے باقیین فیروز تغلق کا شمار ہند کے سب سے زیادہ دین دار مسلمان بادشاہوں میں ہوتا ہے وہ بھی خود بھی بڑا عالم تھا۔ اس کے عہد میں کئی بڑے مشہور مصنف ہوئے جنہوں نے زیادہ تر فقہ پر کتابیں لکھی۔ جیسے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاد مولانا خراجی۔ شرح ہدایہ، کے مصنف قاضی حمید الدین دہلوی۔ عربی کے شاہ تھے احمد غفاری جس کا قصیدہ اللامیہ بہت مشہور تھا۔ اور عبد المقتدر جنہوں نے۔

لامیہ البیج کے جواب میں ایک شاہ کا قصیدہ لامیہ لکھا تھا۔ فیروز تغلق کے دربار میں سے تغلق ایک نام۔ امیر ناٹارخان تھا جو کہ عالم کا بڑا قدردان تھا۔ اور اسکی سرپرستی میں ایک محقق عالم بن عطاء اللہ دہلوی نے۔ الفتاویٰ الثنائیہ خانیہ۔ کے نام سے فقہ پر ایک کتاب لکھی تھی۔ اور یہ بیان بھی قابل ذکر ہے کہ۔

مشہور لغت - القاموس - کا مصنف مجدد الدین فرور آبادی اس بادشاہ کے زمانے میں  
ہندوستان آیا تھا -

عہد تغلق کے علماء میں عمر بن اسحاق الہندی کا نام بھی قابل ذکر ہے - انھوں نے وصیہ  
الدین دہلوی - اور شمس الدین خطیب دہلوی جیسے ممتاز علماء سے تحصیل علم کیا -  
پھر بعد میں مورچے گئے اور وہاں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوئے اور کئی کتابیں تصنیف کیں -  
سید سلطین کا دور - ۸۱۷ تا ۸۵۵ھ - ۱۴۱۵ تا ۱۴۵۱ء -

اس خاندان کا دور بہت مختصر تھا - آخری سید حکمران نے دہلی چھوڑ دیا تھا  
تو بہلول لو دہلی نے حکومت پر قبضہ کر کے اپنے خاندان کے عہد حکومت کا آغاز کیا  
سید خاندان کا آخری نمائندہ فقین سال بعد براجون میں رہا -  
اور یہاں مقام بہلول کے ایک مرکز کی حیثیت سے مشہور ہو گیا -  
اور سید سلطین کے دور میں عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت میں کافی اضافہ ہوا -  
عربی ادبیات میں یاں و عند کا عصر -  
علم اسلامی علوم و فنون عند و ستان میں -  
علم ماثر اول عند - علم ایک شیخ عند

لودھی سلاطین - ۸۵۵ تا ۱۳۰۶ھ — ۱۴۱۵ - ۱۶۱۰ء

سلاطین بعد لودھی کے عہد میں عربی علوم فنون سے متعلق بہت ترقی ہوئی لیکن ان کے بعد ان کے  
ولی عہد سکندر لودھی کے زمانے میں زبان و ادب کو جو فروغ پہنچا وہ ناقابلِ تحریر ہے۔  
ان کے دربار میں جلیل القدر علماء و فضلاء کو مدعو کیا گیا اور عربی زبان و ادب کی نشہ و اشاعت  
ان کے سپرد کی گئی۔ اس کے دور کے مشہور معروف علماء میں مولانا رفیع الدین سیرازی  
مولانا جلال الدین دوانی - مولانا ابو الفتح نقاشی قابلِ ذکر ہیں اور ان کے علاوہ شیخ عبد القادر  
اور شیخ غلام اللہ ملتان سے ہندوستان آئے اور عربی زبان و ادب میں کمالِ کمال حاصل کیا۔  
۱۳۰۶ھ / ۱۵۲۶ء میں غلام الدین بابر نے ہندوستان پر حملہ کر کے فتح کیا اور اجماع لودھی  
اس جنگ میں شہید ہوا۔

چودھویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد ایک ہی طاقت  
نے ٹھہر بلکہ اسلامی ہند مسلمانوں کی سلطنتوں میں منقسم تھا۔  
ان میں اکثر حکمرانوں میں اسلامی علوم کی بہت کچھ ترقی کی گئی۔  
اور عربی کے کئی بڑے جلیل القدر عالم پیر اہلِ علم۔

عہدِ بدیعونی موسم ۱۲۹۵ھ

خانہ ان سوری - کا دور - ۱۵۶۶ھ / ۱۸۴۰ء

شیر شاہ سوری نے ہمایوں بادشاہ کو جنگ میں شکست دیکر ہندوستان سے  
 نیست نابود کیا۔ اور غلام ملک پر عرف جمہور سوری خانہ ان کے چراغ کو روشن کیا اور  
 اور اس بڑی کٹشادہ سرہکین بنوائی اور درخت نسب اڑائے۔ شیر شاہ سوری کے  
 بعد سلیم شاہ سوری ہندوستان کا بادشاہ ہوا اور راجی زیبا وادب کے لئے اہم کام کئے ہیں۔  
 اس عہد کے ممتاز علماء میں ایک شیخ بدھن بہاری بھی تھے انھوں نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی  
 کی تصنیف ارشاد النہی کی شرح لکھی تھی۔ اور اس عہد کے عہد النور سلطان پروری کا نام بھی قابل ذکر ہے  
 اور آخر میں یہ ہمایوں اور اکبر کے دربار سے منسلک ہوئے۔ ہمایوں نے انکو شیخ الاسلام اور  
 عند دم الملک کا خطاب دیا تھا۔ یہ کچھ کتبوں کے مصنف بھی تھے۔

مغلیہ سلطنت کا دور - ۱۵۲۶ء تا ۱۵۲۹ء - ۱۵۲۵ء تا ۱۵۳۶ء

بہار اور بہاریوں دونوں بادشاہ علی گ کے فدران تھے۔ اور بہار و بنگال اور بہار و بنگال  
بہار کے بہار سے علماء اور ان کے دربار سے منسلک تھے۔ طبقات شاہ جہانی میں اس  
عہد کے اولیا اور علماء کی ایک فہرست دی گئی ہے۔

سلطنت مغلیہ کا دوسرا دور - (۱۵۲۶ء تا ۱۵۷۵ء - ۱۵۷۵ء تا ۱۵۸۵ء)  
چنانچہ عہد مغلیہ میں جو بہار و بنگال میں علماء کی حکومت کا آخری اور ازراہ دور تھا  
عربی کے مصنف جتنی بڑی تعداد میں ہوئے ان میں بڑی تعداد میں لکس اور خاندان کے زمانے  
حکومت میں نہیں ہوئے ہیں۔ اس زمانے کے کئی مصنف بہار و بنگال میں بھی کافی مشہور  
مقبول ہوئے ہیں اور ان کی تصانیف عرب مصر ترکی وغیرہ میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی  
ان میں سے جیسے - فیض، عبدالحق دہلوی، عبدالحکیم سیالکوٹی، اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔  
غلام علی آزاد بلگرامی۔ وغیرہ بہت ممتاز تھے۔

عہد مغلیہ کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ اکبر تھے۔ اکبر کے بارے میں کہا جاتا ہے  
کہ وہ ان بڑھ چکا۔ لیکن اس کے برعکس وہ علماء و فنون کا عظیم ترین سرپرست تھا۔  
بڑے علماء و فضلاء کے دربار میں منسلک تھے۔ ان کے دور میں جو بالمال علماء اور تھے ان کی فہرست۔  
امین اکبری، منتخب التاریخ، اور طبقات شاہ جہانی، میں موجود ہے جسے ملاحظہ فرمائیے  
فیض، کچھ عربی زبان پر قدرت حاصل تھے جس کا ثبوت ان کی تصانیف سے حاصل ہے۔ (اور مراد الکلیم  
اور فرزند شوستر ایک ممتاز عالم اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ اس دور کے دوسرے بادشاہ  
جہانگیر ہوئے۔ وہ اکبر کے برعکس اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا۔ اور ان کے دور میں بھی علماء و فضلاء اور عربی  
زبان و ادب کو کافی فروغ ملا۔ اقبال نامہ "اور طبقات شاہ جہانی میں اس دور کے علماء کی فہرست ہے۔



اس عہد کے علماء میں مولانا طبر الحق محدث دہلوی۔ اور حضرت شیخ احمد سہروردی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ محدث دہلوی نے حدیث اور عربی زبان و ادب کی تعلیم کو بہت فروغ دیا۔ اور شیخ احمد سہروردی مجدد الف ثانی کہے جاتے ہیں۔ انھوں نے اکبر کے پھیلائے ہوئے اتحاد و ارفاد کا سر باب بہت کامیابی سے کھولا تھا۔

اس کے بعد چانگیر کا بیٹا شاہ جہاں تخت نشین ہوا۔ شاہ جہاں اپنے باپ سے بھی زیادہ عالم و فاضل تھا۔ اور مزہب سے گہرا شغف تھا۔ اس کے معمول حکومت میں بڑے بڑے علماء و فضلا کی تعداد کافی تھی۔ جن میں۔ محمود جوہوری۔ نور الحق۔ عبدالحکیم سیالکوٹی۔ عبد الرشید صمد الباقی۔ اور حب اللہ الہ آبادی وغیرہ مشہور معروف تھے۔

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا عہد۔

شہنشاہ اورنگ زیب بہت بڑے عالم و فاضل تھے اور بہت زیادہ متقی و عظیم گمراہ تھے۔ عالمگیر نے شیخ نظام کی سرکردگی میں علماء دین کی ایک مجلس موزاکی تاسم فہم حنفیہ بہت جامع شکل میں مرتب کیا جائے۔ اور حنفی فقہ کا یہ مجموعہ

فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہوا۔ اور یہ بیرون ہند بھی۔

فتاویٰ المعندیہ کے نام سے جاننا جاتا ہے۔ اس عہد کے علماء میں جو لوگ زیادہ مشہور ہوئے۔ ان میں ملا جیون۔ حب اللہ الہ آبادی۔ میرزا ہد۔ اور ملا قطب الدین لہاری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ عالمگیر کے انتقال کے بعد سلطنت مغلیہ کی عظمت و رفعت زوال پزیر ہوتے لگی تھی۔

مغل سلطنت کے آخری تاجدار اور مسلح عہد حکومت کی آخری یادگار

ہمداد شاہ ظفر تھے۔ بہادر شاہ علماء و فضلاء کی صحبت میں اپنا بہت پامند کرتے تھے۔  
 ان کے عہد میں عربی زبان و ادب کو بہت فروغ ہوا۔ لیکن بدقسمتی زمانہ کہنے کے انگلی فرار  
 محمد شاہ اور احمد شاہ کا عہد ان سرعینوں کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا کہ عیش و عشرت  
 اور عیاشی میں شرمناک حد تک مبتلا ہو گیا تھا کہ اس کے بعد مغل بادشاہ کا چشم و  
 چراغ ہمیشہ کھٹکتے بچھو گیا۔ اور جب عبدالغلیب کی شان و شوکت کی آخری شمع دم  
 نور میں تھی اور اس سرزمین ہند کی بساط سیاست جو عرصے سے مغلیہ خاندان کے ہاتھوں میں تھی۔  
 اور پلٹنے والا عمارت زمین بوس ہو رہی تھی تو اس دیہی میں عزت و حسنت کی ایک عمارت  
 تعمیر ہونے جا رہی تھی اور دولت و شہرت کی سلطنت برباد ہو رہی تھی تو خواہ و جلال  
 اور علم و حکمت کا ایک نیا جہاں آباد ہوا عالمگیری کی وفات کے صرف چار سال قبل ۱۷۵۳ء میں  
 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پیدا ہوئے۔ اور اس زمانہ میں بہت سے ممتاز علماء پیدا ہوئے  
 جن میں عبدالخلیل بلگرامی، غلام علی آزاد، شاہ عبدالعزیز، عبدالحی علی، عبدالغلام  
 امام، فضل حق خیر آبادی، سراب علی، قاضی شہداء اللہ پانی پتی، احمد علی سندھیلوی  
 وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ کے خاتمہ کے بعد بھی ہندوستان میں عربی و علم و فنون کا تسلسلہ  
 جاری رہا۔ ایک امریکی مصنف نے انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد کا نقشہ اس طرح سے کھینچا ہے۔  
 ڈاکٹر لوٹھراب اسٹاڈارڈ نے لکھا ہے کہ انھارہویں صدی تک اسلامی دنیا اپنے صنعتی  
 کی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ صحیح قوں کے آثار کی جگہ پائے نہیں جاتے تھے۔  
 ہر جگہ عبودیت و شہرتی نما رہا تھی۔

آداب و اخلاق قابلِ نفرت تھے۔<sup>۱۲</sup> غنی المجلد اسلام کی جان نکل چکی تھی۔

محض بے روح رسمیان اور میٹھنل ترجمان کے سوا چہرہ ابا تھا۔ اگر محمد علی علیہ السلام پھر دنیا میں آتے ثروہ اپنے سپردوں کے ارتداد اور ابت پرستی پر پھر اری کا اظہار فرماتے۔ علم۔

سلطنتِ مغلیہ کے دور میں اسلامِ علوم کے کئی نئے سر اٹھ رہے تھے آئے جن میں سیالکوٹ۔ لکھنؤ۔ گریماٹر۔ خیر آباد۔ اور رام پور کے ادارے اور یہ دوسری زبان و ادب اور تصنیف و تالیف کے اعتبار سے اسلامِ ہند کا عہدِ زریں تھا جس میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء و پیرا ہوتے اور بلند پایہ کتابیں لکھیں گئے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے نتیجے میں ہندوستان کے مہا نژاد کو انگریزی حکومت نے

آزمائشوں میں مبتلا کیا۔ جس کی وجہ سے دہلی میں رونق ختم ہو گئی اور تمام مہا اس کو شدید نقصان پہونچا۔ اس صورتِ حال سے متاثر ہو کر۔ بعض سرکردہ حضرات نے ہندوستان کے صوبے یوپی کے ایک قصبہ دیوبند ضلع بہار (پور) میں علمی و فنی کا ایک دارالعلوم قائم کرنے کا عزم کیا جو کہ تیرھویں صدی ہجری میں ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء کو بروز شنبہ دارالعلوم کا افتتاح ہوا۔ اور دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں دینِ تعلیم کا صرف ایک مرکز نہیں بلکہ دے بہت سی دینی و دنیاوی کامیابیوں کا مرکز دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں جن قابل ذرا کا بر کے نام آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں حاجی طاہر حسین صاحب۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ مولوی مہتاب علی صاحب مولوی ذوالفقار علی صاحب۔ مولوی فضل الرحمن صاحب۔ منشی فضل حق صاحب وغیرہ

۱۲ اگر کوئی صاحب اسٹاڈنٹ۔ ترجمہ محمد عیسیٰ الدین۔ جدید دنیا اسلام ص ۲۱۔ ۲۲۔

پھر فتنہ رفته دارالعلوم کا وجود مستحکم ہونا لگتا اور بہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس کے چشم  
 علم و فن سے سیراب ہونے والے کچھ ناکام و نامراد واپس نہیں ہوئے۔ اور یہ دارالعلوم  
 علوم و اسلامیہ کی ایک ایسی دائمی مرکز بن گئی کہ جس کے اخرویش میں کہ جو ہمیشہ ہزاروں  
 ائمہ علم و فن و مجتہدین و مفتیین و اضعیہ عربی علوم و فنون اور قاضین ملت جمع ہوتے رہے۔  
 ہندوستان کی زندگی کے تمام ہی میدانوں میں علماء دیوبند کی سرگرمیاں شامل ہے۔  
 علماء دیوبند نے ایک طرف مادر وطن اور قوم ملت کی دستگیری کی ہے تو دوسری طرف دین  
 و مذہب کے میدان میں تاریخ کے نہ فراموش کرنے والے نمایاں کارنامے انجام دے ہیں  
 علماء دیوبند کے تحریریں و تقریریں کا مطالعہ انسانی تاریخ کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔  
 مگر جو کچھ یہاں میرا موضوع التوفیق صوفی مغربی اثر پر دینی کی چودھویں صدی ہجری کے علماء کی  
 عربی تصانیف کا فہرہ آراء ہے چودھویں صدی ہجری میں علماء عربی علوم و فنون میں  
 نمایاں کارنامے انجام دینے میں ان کے نام کچھ اس طرح ہیں علامہ انور شاہ کشمیری ملحق  
 خیف الباری۔ مولانا اشرف علی تھانوی۔ علی الاسن الاشار۔  
 علامہ شبیر احمد عثمانی۔ فتح الملہم۔ مولانا صدیق نجیب آبادی۔  
 انوار المجمود فی شرح سنن البوداؤد۔ مولانا ادیبی کاظمی۔ التعلیق البیج علی  
 مشکوٰۃ المصابیح۔ مولانا خلیل احمد لہاری۔ نزول المجمود فی سنن ابی داؤد۔  
 مولانا فیض الحسن لہاری۔ تعلیق علی الجلائین۔

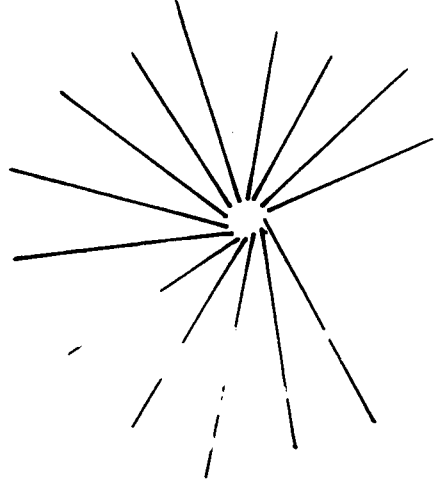
اس ضمن میں مغربی یورپی کے ادباء، علماء، مفکرین اور فقہاء محدثین نے مشرقی علوم کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ عربی زبان و ادب کی سب سے زیادہ خدمت کی، مغل سلطنت سے پہلے موجودہ زمانہ تک یورپی ممالک میں ایسے ادباء موجود رہے ہیں جنہوں نے تحقیق اور علمی حیلوں کا زندہ ثبوت دیا ہے۔ اور آج بھی یورپی ممالک میں عربی زبان و ادب کی ترقی و ارتقاء کا کام دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ ہے۔ عربی زبان و ادب کی درس گاہوں میں دوسرا نام مدرسہ عربیہ نظام العلوم کھارنپور ہے اس کی بنیاد ۱۲۸۲/۱۹۱۵ء کے مطابق ۱۵۰۶ھ میں رکھی گئی تھی۔ اس درس گاہ میں علم دین اسلام کی اشاعت اور ملت اسلامیہ کی خدمت کے ساتھ نمایاں خدمات انجام دیں عربی زبان و ادب اور خاص طور پر علم حدیث کی خدمت کے سلسلے میں یہ درس گاہ پیش پیش تھا ہے۔ تیسری مشہور درس گاہ (جامعہ عربیہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد) کا ایک تاریخی عظیم ادارہ ہے اور یہ بھی حضرت خان خورشید کے دست مبارک سے قائم ہوا ہے جو علمی خدمات انجام دے رہا ہے۔

مورچو قلعہ علمی درس گاہ ریاست امپیر میں قائم ہوئی جو نزاع راہپور کے مدرسہ عالیہ کے نام سے تعمیر کیا اور اس میں جانے بڑے نامور علماء اکرام نے عربی علوم و فنون کی تدوین کے لئے متعین کیا۔ اور عربی زبان و ادب کی نشر و شاعت فرمائی۔

عربی زبان و ادب کے۔

اس مختصر سے تاثر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ عربی زبان کا دائرہ محدود تھا اور یہ  
ماسواہدیس تین صدیوں کے درباروں میں نہ ثقافتی اور نہ مجلسی مگر علماء دین نے  
اس میں مقتدر کام لیا ہے۔

چنانچہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ سرپرستی کے فقدان کے باوجود عربی زبان و ادب  
میں مغرب یورپی کے علماء نے وقیع اور مقتدر کام کئے ہیں جسکی نشانزدہی ضرور ان میں



# باب دوم

مغزنی اتر پردیش کے ممتاز علماء کی ادبی خدمات

## مولانا حکیم محمد ایوب

(متوفی سنہ ۱۳۸۵ھ)

مولانا محمد ایوب مظاہر علوم کے فارغین میں سے تھے آپ کا وطن اور مولد سہارنپور ہے۔ یہاں آپ کے جد اعلیٰ سید ولی محمد اور ان کے صاحبزادے سید شاہ عالم شاہ جہاں کے اخیر زمانے میں بخارا سے آکر آباد ہو گئے تھے۔ انہیں شاہ جہاں نیز عالم گیر کی جانب سے جاگیریں بھی عطا ہوئی تھیں۔

### سلسلہ نسب

محمد ایوب بن حکیم محمد یعقوب بن حکیم احمد حسین بن سید ابوالحسن بن حافظ امام بخش نقیہ ابن حافظ محمد حسین بن سید نور الدین بن شاہ عالم بن سید ولی۔  
حکیم احمد حسین حضرت سید احمد بریلوی سے بیعت تھے۔  
اور بقول بعض خلفاء میں سے تھے۔

### تعلیم و تربیت | رپ کی ولادت سنہ ۱۳۱۸ھ میں ہوئی۔ آٹھ سال کی

عمر میں کلام مجید نافذ ختم کر کے سنہ ۱۳۲۶ھ میں مظاہر علوم کے درجہ فارسی میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱۳۳۱ھ میں فارسی کا نصاب پورا کر کے عربی کی ابتدائی کتب



میزان الصرف، منشعب، صرف میر، پنج گنج بھی اسی سال پڑھی ہیں۔ ۱۳۳۲ء  
 میں حضرت مولانا ایاس بانی تبلیغ سے جو اس وقت مظاہر میں مدرس تھے  
 مخیر پڑھی۔ اسی سن کے وسط میں حضرت مولانا یحییٰ کی خدمت میں بھیج  
 دیا گیا جو اپنے خاص اور مختصر نصاب سے بعض بچوں کو تعلیم دینے کا  
 محبوب مشغلہ رکھتے تھے لیکن ذی قعدہ ۱۳۳۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔  
 تو مولانا ایاس اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سے تعلیم کا سلسلہ چلتا رہا پھر  
 مولانا ایاس کے ۱۳۶۰ء کے آخر میں نظام الدین مستقل سکونت اختیار کر  
 لینے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف کا کچھ حصہ پڑھ کر مظاہر علوم میں داخلہ لے  
 لیا۔ جہاں بخاری شریف مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے پڑھی۔ ۱۳۶۱ء  
 میں مولانا سہارنپوری کے ایام اور مولانا زکریا کی ترغیب سے طحاوی شریف کے  
 رجال کی تحقیق شروع کی۔

دینی تعلیم کے دوران مولانا عبدالوحید سمبلی سے کتب طب  
 میں موجز القانون، اقصائی، سدیدی، شرح اسباب بھی پڑھی۔ فراغت کے  
 بعد صبح کا وقت والد صاحب یا چچا حکیم محمد اسحاق کے مطب میں گزرتا اور  
 رجال کا کام پھر بعد ہوتا۔ اسی دوران شیخ الحدیث مولانا زکریا کی تصنیف  
 بذل المجہود کی طباعت شروع ہو گئی جس کی وجہ سے شیخ الحدیث صاحب کو  
 بار بار باہر جانا پڑتا تھا اس لئے حضرت شیخ نے حکیم اسحاق سے اجازت لے  
 کر انہیں بذل المجہود کی باقی ماندہ کتابت پر مامور کر دیا جس سے تصنیف  
 کا سلسلہ جاری رہا۔ رجال طحاوی پر کام کی ابتداء تکمیل اللہ مکھنوں سے

۱۳۴۳ھ میں فراغت کے بعد ۱۳۴۵ھ میں ہرنی اور ۱۳۴۹ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی .

تاہم اس دوران مختلف حوادث پیش آئے جن کی وجہ سے تصنیف و تالیف کے لئے جو یکسوئی اور دل جمعی درکار ہوتی ہے وہ ہمیں مل پائی جس کی وجہ سے تاخیر بھی ہوئی اور سابقہ طباعت میں بہت سی غلطیاں تصحیح ہونے سے رہ گئیں چنانچہ اپنی وجوہات کی بنا پر ۱۳۵۶ھ میں آپ نے تصحیح و الاغلاط المکتاۃ الواقعة فی النسخ الطحاویۃ کا جزء اول شائع کیا . اس تصحیح میں چار خانے بنائے گئے ہیں پہلے خانہ میں باب ، دوسرے میں صفحہ اور سطر تیسرے میں تصحیف اور چوتھے میں تصحیح و تحقیق درج ہے .

جز ثانی میں شامل رجال کی تحقیق ۱۳۵۵ھ میں پوری ہوئی ، اس میں اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ طحاوی شریف کے حاشیہ میں ہر راوی کے سوانحی کوائف مختصراً لکھ دیئے ہیں ، مکرر آنے پر سابقہ حوالہ دیا گیا ہے . جیسا کہ حاشیہ طحاوی المتعلق بالمحمد میں محشی مولانا عبدالحی نے یہی طریقہ اپنایا ہے . اس کے اغلاط کی تصحیح نامہ کی ترتیب میں بھی تاخیر ہوئی لیکن یہ تاخیر باعث خیر ہوئی وہ بایں طور کہ ۱۳۵۶ھ میں مولانا محمد یوسف صاحب کی سعی سے مظاہر علوم کو عینی کی شرح منتخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخیار فی شرح شرح معانی الآثار کی فوٹو فلم مصر سے حاصل ہو گئی یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل مخطوط مصنف کا خود نوشت ہے . چنانچہ اس سے متن کا تقابل کیا گیا اور مولانا نے اپنی تصحیحات

کا موازنہ کیا تو عینی کے نسخہ کے مطابق نکلیں ، جس کی وجہ موجودہ نسخہ مزید معتبر و مستند ہو گیا ۔

تصحیح اغلاط میں یہاں بھی جزا اول جیسا انداز اپنایا گیا ہے اس میں طحاوی شریف کی نوسو نہتر اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے ۔

حکیم صاحب نور اللہ شہر قندہ کا زیادہ تر سلسلہ مطب سے رہا ، مگر تصنیف و تالیف کا شغل بھی جاری رہا ۔ انہوں نے عربی زبان میں انتہائی گراں قدر کام انجام دیئے ہیں ، حواشی و تعلیقات اس کی شاہد عدل ہیں یہ کام بہت ہی دقت طلب ہے اس لئے ظاہر ہے کہ انہیں مشقتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا پھر بھی انہوں نے عربی میں انتہائی خوبصورت زبان استعمال کی ہے اور اپنے اہم حواشی و تعلیقات کے ذریعہ ایک اہم عربی زبان و ادب کی خدمت انجام دی ہے جس کی وجہ سے عربی ادب میں حکیم صاحب کی اپنی الگ شناخت ہے ۔

#### حوالہ جات :

- (۱) مظاہر ۱ / ۱۵۲
- (۲) مظاہر علوم ، ۹۷
- (۳) مشاہیر دیوبند ۱ / ۲۸۷
- (۴) ممتاز علماء ، ص ۱۵۲ - ۱۵۳
- (۵) تاریخ مظاہر ۲ / ۲۲۹ - ۲۳۲
- (۶) علماء مظاہر ۱ / ۲۲۸ - ۲۳۳
- (۷) دانشوران سیارنپور ، ۲۹۷ ، ۲۹۰
- (۸) مجلہ برہان دہلی ج ۳۱ ، ص ۳۷ ، (۹) مجلہ الفرقان لکھنؤ ج ۵۵ ، ص ۳۱ - ۳۹

## مولانا محمد احسن نانوتوی

(متوفی ۱۳۱۲ھ)

مولانا کا تعلق نانوتہ کی اس مردم خیز سرزمین سے ہے جہاں مولانا مملوک علی . مولانا محمد قاسم اور مولانا یعقوب وغیرہ آسمان شریعت و طریقت کی وہ نامور ہستیاں گزری ہیں جن کے نام برصغیر کی اسلامی تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں .

**خانہ (۱) :** سکندر لودی کے عہد میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک بزرگ قاضی مظہر الدین دہلی آئے اور جہاں آباد میں قاضی مقرر ہوئے . ان کے بیٹے میران بڈھے نہایت جری اور بہادر تھے . انہیں نانوتہ کے قرب و جوار سرکش راجپوتوں کو سلطنت دہلی کے مطیع و منقاد بنانے کے صلے میں املاک و جاگیر اور عہدہ قضا پر سرفراز کئے گئے . قاضی صاحب کے خاندان سے مولوی ہاشم کی اولاد سے مولانا محمد احسن نانوتوی ہیں .

**تعلیم :** مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی . اپنے والد ماجد حافظ لطف علی سے حفظ قرآن پاک کیا پھر اپنے چچا استاذ العلماء

مولانا مملوک علی کے پاس دہلی پہنچے جو اس وقت دہلی دارالحکومت میں مجلس علوم و معارف کے صدر نشین تھے ، چنانچہ مولانا حسن دہلی کالج میں داخل ہوئے ، اس کے علاوہ آپ نے اس وقت کے ممتاز علماء مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ، مولانا سبحان بخش شکارپوری سے اکتساب فیض کیا ، اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی (م ۱۲۹۶ھ / ۱۸۸۱ء) سے علم حدیث کی تفصیل و تکمیل کی۔ حضرت مجددی شاہ محمد اسماعیل دہلوی کے شاگرد اور سلسلہ نقشبندی کے مشہور بزرگ اور خافہ مزار منظر جان جاناں کے مسند نشین تھے اور مسلک ولی اللہی سے فیض یافتہ تھے ۔

مولانا محمد حسن جامع فضائل و کمالات تھے ، آپ نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی ، تصنیف و تالیف سے ان کو خاص شغف تھا ۔ آپ نے انگریزی زبان کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی ۔

رپ کے نقلی بیاض میں اکثر یادداشتیں انگریزی میں تحریر ہیں ، سید احمد خاں کی تحریک پر "گاڈ فری ہیگنس" کی کتاب کا ترجمہ حمایت الاسلام کے نام سے آپ نے کیا تھا۔ مولانا کے ترجمہ کے متعلق مؤلف منظر العلماء تحریر کرتے ہیں :

مولوی محمد حسن نانوتوی فرید العصر ، وحید العصر

مترجم لاثانی ، یگانہ روزگار ، مشہور ہر دیار و امصار

ایک دفتر عظیم کتب دینیات عربیہ کا ترجمہ نہایت  
دل چسپ پیرانہ میں تاقیام قیامت آپ سے  
یادگار رہے گا۔

مولوی محمد حسین مراد آبادی اپنی کتاب "النوار العارفین" میں  
تخریر کرتے ہیں :

"مولوی محمد احسن حافظ قرآن واعظ خوش بیان ،  
عالم فروع و اصول ، دانشمند براہین و دلائل مقول  
مدرس معانی و کلام ، درس کنندہ بفساحت و  
بلاغت تام ، مفسر کلام اللہ ، محدث حدیث رسول  
اللہؐ ، جامع جمیع علوم ، مترجم احیاء العلوم و  
منتصف باخلاق حسن ہستند۔"

علمی خدمات

مولانا احسن بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ آپ کلمہ مشق  
مترجم اور مصنف تھے ، بریلی کے قیام کے دوران تصنیف و تالیف کا  
کام زیادہ ہوا آخر زمانہ میں جب نانوتہ قیام رہا تو مطبع محبت بانی دہلی  
کے لئے تصحیح و تحشیہ کا کام کیا ، بعض ترجمے بھی ہوئے ، آپ کے  
ترجموں کی زبان صاف شستہ ، دلکش پیرایہ بیان اور با محاورہ ہے۔ آپ  
کے علمی کارناموں کی تفصیل حسب ذیل ہے :

## نصابہن و تالیفات

### تحفة المحسنين (تالیف ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء)

غالباً یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جو باشندگان بنارس کی درخواست پر لکھی گئی ہے۔ اس میں ان عورتوں کا بیان ہے جن سے مردوں کا نکاح حرام ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ نو فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ہر فصل کا مضمون بیان کرنے کے بعد متعلقہ مسائل بھی اسی فصل کے ساتھ درج کر دیئے ہیں۔ تمام مسائل کا جواب فقہ حنفی کے موافق لکھا گیا ہے۔

### اصول جر ثقیل (تالیف ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۴ء)

نام سے مضمون کتاب ظاہر ہے۔ ۱۸۵۴ء میں بنارس سے طبع ہوئی ہے۔

### نافع حزیاران (مسائل بیع و شرا)

(تالیف ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء) یہ بیع و شرا کے مسائل کے بیان میں ہے۔

### رسالہ عروض (تالیف ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۲ء)

فن عروض میں مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو یکمسن صاحب بہادر ایم اے کے حسب الحکم تحریر کیا تھا۔ رسالہ میں اکثر مثالوں میں

مولانا نے اپنے اشعار دیئے ہیں۔ یہ رسالہ متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔

## زاد المحذرات در بیان تعلیم نسواں

(تالیف ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء)

یہ کتاب ایک متمہید، چار ابواب اور خانقہ پر مشتمل ہے۔ گوہر نمٹ  
برٹش نے ازراہ قدردانی اس کی پانچ سو جلدیں خریدیں اور تین سو روپے  
انعام سے بھی نوازا۔

## مذاق العارفین

حجۃ الاسلام امام غزالی کی مشہور تصنیف احیاء العلوم کا  
باجاوردہ و سلیس اردو ترجمہ منشی فولکشور کی فرمائش پر  $\frac{۱۲۸۱}{۱۸۶۲}$  تا  
 $\frac{۱۲۸۶}{۱۸۶۹}$  میں چار ضخیم جلدوں میں کیا ہے۔

مذاق العارفین تاریخی نام ہے تخریج عراقی سے احادیث کے  
مخارج کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔ اور جن احادیث کو عراقی نے کھسی وجہ  
سے معلول کہا ہے، ان کے ساتھ ضعیف وغیرہ ہر جگہ حاشیہ پر تحریر ہے۔

## تہذیب الایمان

حافظ ابن قیم کی مشہور کتاب "اغاثۃ اللہفان" کا  
اردو ترجمہ و خلاصہ منشی جمال الدین صاحب مدار المہام ریاست بھوپال کی  
فرمائش پر صرف سات ماہ میں کیا ہے۔ کتاب کا موضوع رد بدعات ہے  
۶۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(تالیف ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۷ء) احسن المسائل



فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ مولوی  
اہل اللہ دہلوی ( برادر حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی ) نے کیا تھا۔ مولانا  
نے اپنے بھائی محمد منیر کی فرمائش پر فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

### غایۃ الاوطار

فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب درمختار کا اردو  
ترجمہ مولوی خرم علی بلہوری نے حسب فرمائش نواب ذوالفقار الدولہ رئیس  
باندہ ، مدظلہ میں کتاب النکاح سے شروع کیا تھا ، محرم ۱۳۱۵ھ میں  
قریب اختتام تھا کہ پیغام اجل آگیا۔ مولانا محمد احسن نے اس ترجمہ کو  
ان کے ورثاء سے بغرض اشاعت خرید کر اور بقیہ ترجمہ از باب الاذان تا  
کتاب الحج مکمل کیا۔

### مفید الطالبین

عربی کے ابتدائی طلبہ کے لئے نصاب کی ضرورت  
کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ کتاب دو بابوں پر مشتمل  
ہے ، پہلے باب میں قریب ڈیڑھ سو امثال و مواعظ کے مختصر جملے ہیں۔  
باب دوم میں تقریباً چالیس سبق آموز حکایات و تعلیمات شامل ہیں۔ یہ  
کتاب دارالعلوم دیوبند ، دارالعلوم کراچی ، اور اکثر مدارس عربیہ میں  
داخل نصاب ہے۔ نامور ادیب مولانا اعجاز علی نے اس پر حاشیہ تحریر کیا  
ہے۔

کشاف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ

الانصاف فی بیان سبب الاختلاف کا اردو ترجمہ ہے۔ جو ۱۳۰۴ھ میں  
مالک مجتہائی دہلی کی درخواست پر نہایت محنت و کاوش سے کیا ہے۔

سلك مرواريد (تالیف : ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ "عقد  
المجید فی احکام الاجتهاد والتقلید" کا اردو ترجمہ نہایت صاف اور  
آسان زبان میں کیا ہے۔ حسب ضرورت تشریح و وضاحت اور حاشیہ پر  
مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔

### خیر متین

حسن حصین کا اردو ترجمہ ۱۲۳۵ھ میں مولانا  
قطب الدین خاں دہلوی نے باسم تاریخی "ظفر جلیل" کیا تھا مولانا نے  
مالک مجتہائی مطبع کی فرمائش پر اس ترجمہ کو باحوارہ کیا اور تصحیح و ترتیب  
کا کام کیا، اور تاریخی نام "خیر متین" رکھا۔

### نکات نماز

مشہور رسالہ "اسرار الصلوٰۃ" کا اردو ترجمہ ہے۔

مولانا نے اکثر کتابوں کو اپنے مفید حواشی اور ضروری تصحیح  
کے ساتھ مرتب کیا ہے جن میں چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں :

### حجة الله البالغة

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی معرکہ الاماء کتاب سب سے

پہلے مطبع صدیقی بریلی نے ۱۲۸۶ھ میں شائع کی ، آپ کے پیش نظر تصحیح و مقابلہ کے لئے اس کے چار قلمی نسخے مملوکہ مولوی سعد اللہ مراد آبادی ، مولوی ارشد حسین رامپوری ، مولوی ریاض الدین کاکوری اور مولوی احمد حسین مراد آبادی ' رہے ۔ مولانا مقابلہ ، تصحیح و تحشیہ کے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیئے ہیں ۔

### ازالة الخفاء

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی دوسری معرکہ الاداء تصنیف ازالۃ الخفاء بھی سب سے پہلے مطبع صدیقی بریلی سے ۱۲۸۷ھ / ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی ، تصحیح و مقابلہ کے لئے مولانا کو اس کے تین نسخے دستیاب ہو سکے ۔

### شفاء قاضی عیاض

یہ کتاب بھی ۱۲۸۴ھ میں مولانا کے مطبع صدیقی بریلی سے شائع ہوئی ۔ نصف کتاب پر مولانا احمد حسن مراد آبادی نے حاشیہ لکھا ہے ۔ اور بقیہ نصف پر مولانا محمد احسن کا حاشیہ ہے ۔

### کنوز الحقائق

مولانا نے اس نام سے کنز الدقائق پر نہایت جامع حاشیہ عربی میں لکھا ہے ۔ اس کی تکمیل مولانا حبیب الرحمن دیوبندی نے کی ہے ۔

### نفعۃ الیمن

عربی کے مشہور ادیب احمد بن محمد شروانی یمنی کی کتاب

پر مولانا نے فارسی میں حاشیہ تحریر کیا ہے۔ (مطبوعہ مطبع مجتہائی)

### قوة العینین فی تفضیل الشیخین

حضرت شاہ ولی اللہ کی اس مشہور کتاب کو مولانا نے

تفصیح و تحشیہ کے ساتھ ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء مطبع مجتہائی سے شائع کیا ہے۔

### تمنبہ الرفیق علی مغالطہ ثبوت الحق الحقیق

شمس العلماء میاں نذیر احمد نے ایک رسالہ ثبوت

الحق الحقیق " لکھا تھا۔ جو عامی و غیر عامی لوگوں پر وجوب و عدم وجوب تقلید

کے سوال کا جواب تھا۔ میاں نذیر حسین کے کسی شاگرد نے یہ رسالہ مولانا

کے پاس بطور چیلنج بھیجا۔ مولانا گرجہ اپنی صاحبزادی کی بیماری کی وجہ سے پریشان

تھے اور عارضی طور پر بریلی آئے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے فوراً

اس کا جواب لکھا اور اکثر مغالطوں کی نشان دہی کی اور بعض سوالوں کے

الزامی جواب بھی دیئے ہیں۔

### وفات

۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۲ء میں بیمار ہوئے، بغرض علاج دہلی گئے

مگر افاقہ نہ ہوا، واپسی پر مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (م ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۲ء)

کے اصرار پر دیوبند ٹھہرے۔ جہاں ان کے بھائی مولانا محمد منیر نانوتوی، دارالعلوم

دیوبند کے مہتمم تھے۔ مولانا منیر کی انتھک خدمت و محنت کے باوجود بہر حال

موت سے کسے دستگیری، آخر رمضان ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء کو وفات ہوئی۔ اور قبرستان

قاسمی میں مدفون ہوئے۔

## مولانا بدر عالم میٹھی

(متوفی ۱۳۸۵ھ)

حضرت مولانا بدر عالم کا وطن اصلی میرٹھ تھا، یہ ۱۳۱۶ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔ وہاں آپ کے والد ماجد حاجی تہور علی محکمہ پوس میں انسپکٹر تھے۔

**تعلیم :** آپ کی ابتدائی تعلیم الہ آباد کے انگریزی اسکول میں ہوئی دوران تعلیم حضرت تھانوی کا وعظ سننے کے بعد آپ کو علوم دینیہ کی طرف توجہ ہوئی تو آپ کے والد نے ۱۳۳۱ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد انبھٹوی کی خدمت میں سہارنپور بھیج دیا۔ یہاں مظاہر علوم میں مختلف اساتذہ سے درس نظامی کی تکمیل و تکمیل کے بعد معین المدرس مقرر ہو گئے۔ دو سال کے بعد مزید طلب علم کے لئے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری سے استفادہ کی غرض سے دارالعلوم دیوبند آئے اور علامہ موصوف سے بخاری شریف وغیرہ پڑھی۔ اور پھر یہیں تدریسی خدمات پر مامور ہو گئے۔ یہ زمانہ ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۴۶ھ تک ہے۔ مگر جب شاہ صاحب نے ڈابھیل جانے کا ارادہ کیا تو آپ بھی شاہ صاحب کے ساتھ چل دیئے، ڈابھیل میں آپ نے سترہ سال تک تدریسی خدمات انجام دی اور آخر میں صدر مدرس بنائے گئے۔ پھر صحت کی خرابی کی وجہ سے ایک سال

جامع العلوم بھاولنگر میں رہے ۔

حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد انہوں نے ندوۃ المصنفین دہلی کو اپنا مسکن بنایا اور اس کے رفیق خصوصی کی حیثیت سے ترجمان السنۃ کی تالیف و ترتیب کا کام شروع کیا ۔ دوسری جلد زیر تالیف تھی کہ ہندستان کی تقسیم اور اس کے نتیجے میں فساد کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ دہلی مکمل طور پر اس فساد کی زد میں تھی اسی افراتفری میں ندوۃ المصنفین بھی تباہ و برباد ہو گیا ۔

بالآخر مولانا بدر عالم نے دہلی سے دل برداشتہ ہو کر پاکستان کی راہ اختیار کی ، پاکستان پہنچ کر آپ ایک خالص دینی و علمی درسگاہ کے قیام کے لئے کمر بستہ ہو گئے شب و روز کی ننگ و دو اور آہ سحرگاہی کی قبولیت کی بدولت ہمت مردانہ کے ساتھ ”سند الہ یار“ میں ایک درسگاہ قائم کی ، جو کہ اب جامعہ اسلامیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ ایک مدت تک آپ اس کے ناظم اعلیٰ رہے اور یہیں حدیث کی خدمات انجام دیں ، پھر آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور اسی مقدس سرزمین کو ہمیشہ کے لئے آماجگاہ بنالیا ۔ آخر میں ضعف و نقاہت اور بیماری کی وجہ سے بستر پہ پڑے رہتے شدتِ علالت کے باوجود اوراد و وظائف کے علاوہ تصنیفات کا املاء اور ارشاد و افادات کا سلسلہ جاری رہتا تھا ۔

آخر میں معارف کتاب و سنت اور حقائق معرفت و طریقت کا یہ چشمہ رواں ۵ رجب ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو جمعہ کی

شب رک گیا اور اس ترجمان السنۃ نے صاحب سنت علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے جوار میں اپنی جاں جاں آفریں کے سپرد کی . اور جنت البقیع کے ارض مقدس میں مدفون ہوئے .

### تصانیف

#### فیض الباری

مولانا میرٹھی کی تصنیفی خدمات میں اہم ترین خدمت فیض الباری شرح بخاری (امالی محدث کشمیری) کی ترتیب و تدوین ہے کئی سالوں کی جدوجہد اور بڑی محنت و مشقت کے بعد اسے مرتب کیا . اور بعض تشریح تشریح طلب مقامات پر تشریحی نوٹ بھی لکھے . مولانا کا یہ آسا بڑا کا دنا ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے اس کتاب کے ذریعے جہاں محدث کشمیری کے علوم و معارف محفوظ ہو گئے ہیں . وہیں خاص طور پر بخاری پڑھانے والوں کے لئے معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہاتھ آگیا ہے . اس میں انہوں نے خوب صورت عربی زبان استعمال کی ہے .

#### ترجمان السنۃ

اگرچہ مولف غلام اپنے منصوبہ کے مطابق اسے پایہ تکمیل تک پہنچانہ سکے کیونکہ آپ کا ارادہ اسے آٹھ جلدوں میں تحریر کرنے کا تھا مگر زندگی نے وفاندگی اور چارہی اجزاء مکمل کر پائے . لیکن یہ ایسا علمی ذخیرہ ہے جسے دیکھ کر بجا طور کہا جاسکتا ہے کہ یہ عصر جدید کی اہم ترین اور جدید ترین تبویب حدیث ہے .

مولانا اس تصنیف میں محدث کشمیری اور اکابر دارالعلوم کے علوم و معارف کو اور ان کی تحقیقات نادرہ کو نہایت خوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے مطالعہ سے اس کتاب کی جامعیت اور آپ کی مہارت کا پتہ لگتا ہے۔  
اس کتاب کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں :

جلد اول : مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی .

ناشر ندوۃ المصنفین دہلی

صفحات مجموعی ۵۹۰ جن میں ۲۷۱ صفحات پیش لفظ پر مشتمل ہیں۔  
پیش لفظ میں مصنف غلام نے ۱۳، عنوانوں کے تحت معارف و علوم کے گنجینہ گرانمایہ صفحہ قرطاس پر بکھیرے ہیں۔ اس جلد کا بنیادی موضوع توحید و ایمان اور اسلام ہیں نیز ان سے متعلق اہم ذیلی مباحث بھی ہیں۔  
جلد ثانی : مطبوعہ محمد د پریس دہلی پرنٹنگ ورکس .

صفحات ۴۹۵ .

یہ بھی ایمان اور اسلام موضوع پر مبنی ہے .

جلد سوم یہ جلد دوسری جلد کے گیارہ سال بعد چھپی .

مطبوعہ الجمعیتہ پریس دہلی

صفحات ۶۰۳ یہ جلد قضاء و قدر سے متعلق ہے

جلد چہارم سن طباعت : ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹۶۷ء

دیگر تصانیف :

اس میں مولانا موصوف نے چند رسائل



مرتب فرما کر شائع کیا ہے

**خلاصة المناسك** : یہ داصل مولانا رشید احمد گنگوہی کی تحریر کردہ کتاب زبدۃ المناسک ہے جو حج کے موضوع پر ہے آپ نے خلاصۃ المناسک کے نام سے خلاصہ تحریر کر کے شائع کیا ہے۔

مستزاد الحقیق . ترجمۃ الحزب الاعظم

نزول عیسیٰ علیہ السلام . وغیرہ .

ان تمام تالیفات سے قطع نظر فیض الباری مولانا کا سب سے اہم علمی شاہ کار ہے اسی ایک کتاب کی بدولت انہوں نے عرب دنیا میں امتیاز حاصل کیا اور عرب کے کبار ادباء نے ان کی عربی دانی کو سراہا ، فیض الباری گو کہ فن حدیث کی کتاب ہے مگر انہوں نے اس میں انتہائی ادبی زبان استعمال کی ہے ۔

**حاشیہ بیضاوی** : شیخ الحدیث مولانا زکریا کے مکتوب

سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بدر عالم نے سہارنپور کے قیام کے زمانہ میں تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا شروع کیا تھا مگر تحقیق کے بعد بھی یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کتنا لکھا گیا تھا اور آیا وہ علمی اثاثہ اب بھی محفوظ ہے یا نہیں ۔

(۱) تاریخ مظاہر ج ۲۔

(۲) دارالعلوم ج ۳ ص ۱۹۴۔

(۳) تاریخ دارالعلوم ج ۲

(۴) علماء دیوبند اور علم حدیث ۔

## مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی

(متوفی ۱۳۳۳ھ)

آپ کا اسم گرامی محمد یحییٰ، تاریخی نام بلند اختر۔

سن ولادت : ۱۲۸۴ھ

والد ماجد : مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی، آپ کا تعلق خاندان

صدیقی سے ہے۔ آپ کے نسب نامے میں اہم و مقتدر علماء میں سے مفتی الہی بخش  
مولانا مظفر حسین اور مولانا فیض محمد کا نام شامل ہے۔

آپ کا وطن وطنی جھنڈا ہے۔ آپ کے والد دہلی میں بہادر شاہ

ظفر کے سمہیانہ میں بچوں کے اتالیق کی حیثیت سے ملازم تھے۔ غلہ کے

بعد حضرت نظام الدین میں رہائش اختیار کی۔ اور آخر زندگی تک وہیں مقیم  
رہے۔ کاندھلہ کی نسبت بابت طور ہوئی کہ زوجہ اول کے انتقال کے بعد آپ

کا عقد ثانی مفتی الہی بخش کے خاندان کی ایک نیک صفت بی بی "صفیہ بنت

مولوی ضیاء الحسن سے ہوا۔ اس کی وجہ سے کاندھلہ آمد و رفت لگا رہا اور

وطن کی حیثیت اختیار کر لیا۔ مفتی الہی بخش حضرت شاہ عبدالعزیز کے

ممتاز تلامذہ میں سے تھے

## تعلیم و تہذیب

مولانا بھی صاحب نے ایک خدائرسیدہ اور بزرگ والدین کے گھر میں آنکھ کھولی۔ چنانچہ بچپن ہی سے آپ کے حرکات و سکنات میں دینی رنگ و بو کی والدین کی فکر میں شامل تھی، آپ خود لکھتے ہیں:

” والد صاحب کو وضو کا خاص اہتمام تھا، اور ہم پر

اصرار تھا کہ پابندی کریں، مگر مجھے علم کی دھن تھی اس

لئے وضو کرنا ہوا بھی فارسی اور عربی کی لغات یاد کیا کرتا

تھا، والد صاحب میری رٹائی کو سنتے تو ملامت کے

طور پر کہتے کہ خوب وضو کی دعائیں پڑھی جا رہی ہیں۔

شرم کی بات ہے۔“

قرآن شریف آپ نے سات سال کی عمر میں حفظ کر لیا تھا، آپ کہتے ہیں:

والد صاحب کی طرف سے حکم تھا کہ جب تک پورا قرآن

نہ پڑھ لو گے، روٹی نہ ملے گی۔ بقول مولانا: میں ٹوٹا

ظہر سے قبل پورا قرآن یا ک ختم کر لیا کرتا تھا اور کھانا

کھا کر آپ سے شوق سے فارسی کی کتابیں پڑھا کرتا

تھا۔“

ان واقعات سے آپ کے شوقِ علم کا اندازہ ہوتا ہے چنانچہ فنونِ عقلیہ و نقلیہ

میں مہارت تامہ آپ کے بچپن سے ہی مشہور تھی۔ اکثر کتابیں بغیر کسی استاد

کی استعانت کے خود ہی پڑھی تھیں۔ وہ فرماتے ہیں:

مسلم شریف مجھے اذریاد تھی . اور میں نے اس کی عبارت کو اذاول تا آخر دو دو سو مرتبہ زبانی پڑھا ہے۔

عربی ادب میں مہارت و حداقت کی وجہ سے بلا تکلف عربی نثر و نظم لکھ لیتے تھے . عرب کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں اس کے دیوبند میں مقامات حریری کے ۹ مقامات پڑھے ، بقیہ مقامات اپنے وطن کا ندھلہ میں مولوی ید اللہ صاحب سے اور کچھ منطق کی کتابیں بھی ان سے پڑھیں .

یہ خداداد نکل اور قوت حافظہ کی بات ہے کہ آپ نے ادب کی بیشتر کتابیں زبانی لکھ کر طلبہ کو دی تھی . نفحۃ الیمن ، مقبلی ، حماسہ کے زبانی قلمی نسخے اب بھی موجود ہیں جو حرف بہ حرف اصل نسخوں سے ملتے ہیں .

۱۳۱۱ھ میں آپ نے امام ربانی کی خدمت میں حاضری دی لیکن اس وقت امام ربانی ۷۲ نزول الملاء کے مرض مبتلا تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ تقریباً منقطع کر دیا تھا لیکن مولانا یحییٰ کی علمی قدردانی کرتے ہوئے امام ربانی نے دورہ حدیث کا سلسلہ شروع کیا . جس کی بدولت دیگر جویان علم و فکر کو بھی استفادہ کا موقع ملا . اسی دورہ حدیث کے تقاریر امام ربانی کو آپ نے الکوکب الدری شرح ترمذی کے نام سے عربی میں قلم بند کیا ہے . یہ تقریری مجموعہ گرچہ ہے مگر اپنی جگہ جامع اور مانع بھی ہے . اسی مجموعہ پر شیخ الحدیث مولانا زکریا نے حاشیہ بھی تحریر کیا ہے .

۱۳۲۵ھ میں جب مولانا خلیل احمد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم مقرر ہوئے تو کثرتِ اسفار کی وجہ سے آپ سے متعلقہ کتابیں بروقت پوری نہ پڑھائی جاسکیں، تو ۱۳۲۶ھ کو آپ نے مولانا یحییٰ کو گنگوہ سے بلایا چنانچہ مولانا نے آکر ۱۸ دن میں بقیہ اسباق کی تکمیل کردی اور واپس چلے گئے۔ ۱۳۲۷ھ میں بھی ایسا ہی ہوا۔ ۱۳۲۸ھ میں جب مولانا خلیل احمد حج کے لئے تشریف لے گئے تو مولانا یحییٰ کو اپنا قائم مقام بنا کر درسِ حدیث کے لئے بھی مامور کیا چنانچہ آپ مستقل ساڑھے پانچ سال تک پڑھاتے رہے اور بطور تنخواہ کچھ بھی نہ لیا۔ ۱۳۳۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا یحییٰ نے عربی میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ مسلم ہیں اس کا جتنا جاگتا ثبوت • انکو کب الدری "ہے جس میں انتہائی علمی مباحث کو ایسی عربی میں منتقل کیا ہے کہ عام طالب علموں کو بھی سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔

---

(۱) تذکرۃ الخلیل، ص ۱۲۹

(۲) تذکرہ مشائخ دیوبند ص ۱۹۳

# ہو لانا ذوالفقار علی ریویندی

## نسل اور خاندان

قصبہ ”دوبند“ بوٹی کے ضلع سہارنپور میں واقع ہے۔ یہ شرفاء کا قصبہ زیادہ تر صدیقی، فاروقی، اور عثمانی شیوخ پر مشتمل ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ کافروں کی بستی تھی جس کا ثبوت یہاں کے قدیم منار ہیں۔

قدیم تذکرہ ”نایبۃ المقامات“ میں اس کے پرانے مندر ”دہوی کدر“ کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس میں لکھا ہے ”دہین موضع است از مضانا سہارنپور“ (۱) یہ قصبہ اکابر مشائخ کی قیامگاہ رہا ہے۔ چنانچہ سید احمد شہید رحمہ اللہ نے یہاں کافی عرصہ تک قیام کیا ہے۔ اور ان کے رفقاء افکار بھی رہے ہیں، قابل ذکر ناموں میں مولانا سید مقبول احمد، مولوی شمس الدین شیخ رجب علی، شیخ منور علی، مولوی بشیر اللہ، مولوی زفر الدین، شیخ عبدالرزاق شیخ حفظہ اللہ ہیں۔ سید احمد شہیدؒ سے بہت سے لوگ مرید ہوئے جن کی اولاد میں سید محمد عابد، شاہ رفیع الدین، مولانا ذوالفقار علی، مولانا مہتاب علی ہیں۔ مولانا ذوالفقار علی کا دوبند کے عثمانی شیوخ سے نسبی تعلق ہے، یہ سلسلہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد شیخ فتح علی، آپ —

پن بھائی مولانا مہتاب علی، مولانا ذوالفقار علی، مولانا مسعود علی ہیں۔

”مارچ دوبند از زیبۃ المقامات ص ۲۱“

آپ رحمہ اللہ کے بڑے بھائی مولانا مہتاب علی نے عربی کالج دہلی میں اساتذہ العلماء مولانا مملوک علی سے تعلیم حاصل کی۔ ان کا مقام زیادہ تر دیوبند میں رہا۔ ان کا شمار مدرسہ عربیہ دیوبند کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے تادم حیات مدرسہ کی ترقی کے لئے جدوجہد کی۔ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم مولانا محمود حسن (شیخ الہند) نے ابتدائی فارسی اور عربی کی کتابیں آپ ہی سے پڑھیں۔

دیگر بھائیوں کے بارے میں تفصیلات یہیں ملتیں۔

### بیدارش اور تعلیم؛

مولانا ذوالفقار علی ۱۲۲۷ھ میں بمقام

دیوبند پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دیوبند میں حاصل کی بعد ازاں اس وقت کے مشہور عربی کالج دہلی میں داخلہ لیا۔ یہاں اساتذہ العلماء مولانا مملوک علی نانوتوی اور مفتی صدرالدین آزاد سے استفادہ کیا۔ اور وہاں سے تعلیم مکمل کر کے بریلی کالج میں ملازم ہو گئے، ع مولانا عبدالحی الحسینی نے ان سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی سوانحی و علمی تفصیلات یوں لکھی ہے۔

”الشیخ الفاضل ذوالفقار علی بن فتح علی الحنفی الدیوبندی أحد العلماء المشہورین فی الفنون الأدبیۃ۔ ولد ونشأ بدیوبند، وسافر للعلم الی دہلی فقراء الكتب الدرسۃ علی مولانا مملوک علی نانوتوی والمفتی صدرالدین الدہلوی

ولازمہا ملازمۃ طوبیٰ ' حتی برع وفان اقرانہ فی المعانی والبیان والنحو  
وفرض الشعر ' وقد نفسش المدارس الابتدائیہ من نلفاء الحکومت ' فاستمر علی  
ذلک سنین ' واجل الی المعاش ' لقیۃ ' بدوبند ' فوجدۃ جبراً ماہراً  
بalfنون الأدبیۃ بین الکھول والشجوخۃ " (۱)

### اولاد و احفاد

آپ کے اولاد و احفاد میں ساٹھ افراد ہیں . آپ کی دو صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے  
ہیں . (۱) مولانا محمود الحسن ( شیخ الہند ) (۲) مولانا حامد حسن (۳) حکیم محمد حسن  
(۴) مولانا محمد محسن

(۱) مولانا محمود الحسن ، اکابر دہوبند میں سے سیاسی مصروفیت کے ساتھ دارالعلوم سے  
ہمبند تعلق اور سرپرستی رہی .

(۲) حامد حسن (مولانا) ان کی ملازمت کا بیشتر وقت ضلع بجنور میں گزرا (م ۱۳۲۶)

(۳) مولانا الحاج حافظ حکیم محمد حسن نے از ابتداء تا انتہا دارالعلوم دہوبند ہی میں  
حصول علم کیا . ۱۲۹۰ھ میں فراغت ہوئی کچھ دنوں گنگوہ میں قیام کر کے  
اسانی حدیث مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھا . بعدہ دہلی چلے گئے جہاں  
علم حکمت و طب حکیم عبدالمجید خاں سے حاصل کی . مولانا گنگوہی سے شرف  
بیعت بھی ملا . ۱۳۰۲ھ میں دارالعلوم دہوبند ہی میں بحیثیت استاذ طب  
تقرر ہوا . ان کے ذمہ طلباء کے علاج و معالجہ کے علاوہ تفسیر حدیث اور فقہ



کی کتابیں پڑھانا تھا۔ ۱۳۲۳ ہجری ردداد دارالعلوم میں دوبارہ آمولانا تحریر ہے کہ "دارالعلوم کو ایک ایسے عالم کی ضرورت تھی جو علوم اسلامیہ کے علاوہ طب کی تعلیم بھی دے سکے۔ اور حسب ضرورت طلباء کی مداوت بھی کر سکے، اس ضرورت کے تحت ۱۳۰۲ ہجری میں ان کا تقرر ہوا۔ اور اس وقت سے برابر درسی کتب کی تدبیر کے علاوہ طب کی تعلیم اور مطب کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں۔"

مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ ان کی بہت تعظیم کرتے تھے چنانچہ بقول مولانا اصغر حسین دیوبندی "مالٹا سے خطوط میں سب سے پہلے خاندان کو ان کی تعظیم و امانت کی ناکہ فرماتے تھے۔" (۲)

دارالعلوم میں ۲۳ سال علمی و طبی خدمات انجام دیتے رہے اور ۱۵ ربیع الاول ۱۳۴۵ ہجری میں وفات پائی، اور قبرستان قاسمی میں آسودہ خاک ہوئے؛

(۲) مولانا رحمہ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے جافا محمد محسن صاحب کے متعلق مولانا اصغر حسین لکھتے ہیں "شیخ الہند رحمہ اللہ ان کو سب سے چھوٹا بھائی ہونے کی وجہ سے نہایت عزیز رکھتے تھے اور بزرگوار و پدرانہ شفقت اور ضروری نصائح فرماتے تھے، ان کو بھی شیخ الہند سے غایت درجہ الفت و عقیدت تھی، آپ کے زمانہ اسپری میں زار و قطار روپا کرتے تھے اکثر عمر میں مشغول ملازمت رہا۔"

## وفات

مولانا رحمہ اللہ کی ۱۳۲۲ ھ بمطابق ۲۰۰۲ء ۶ یوم دوشنبہ پچاس سال کی عمر میں وفات پائی۔ مولانا فاسم نانوتوی کے پہلو میں فرار فاسمی میں آسودہ خواب ہیں، آپ کے بائیں پہلو مولانا احسن نانوتوی کی قبر ہے۔ آپ کی وفات سے خانوادہ علم و ادب و سرشت دارالعلوم دیوبند کو گہرا رنج و فتن ہوا، خاقانی ہند مولانا فضل الرحمن عثمانی ( والد ماجد مولانا حبیب الرحمن عثمانی ) نے وصال پر ملال سے متأثر ہو کر درج ذیل قطعہ تاریخ وفات تحریر فرمایا : ع

صاحب جاہ و مراتب مولوی ذوالفقار ۰ آنک حسب فضل اور فتنہ بعالم سوسو  
آنکہ زینب اہل علم و فخر اہل شہر بود ۰ نیک سیرت نیک نیت نیک خو  
ذوالفقار کز دمش شد نامور فتح علی ۰ در بنام خاک داد از اس جہاں پور  
لاغنی الا علی لا سیف الا ذوالفقار ۰ در مقام مدح گویا گفتند در شان او  
بود ارفع بالی ہی احسن از مافولے ۰ آرے دم طائر دو بود خلق نکو  
زندگانی کرد در دنیا چوں خلق حسن ۰ آفرین از خلق باد و رحمت از خالق پرو  
بانترہ تاریخ بودہ از رجب وقت سحر ۰ سال ہجری یکہزار و صد و صد و بیست و دو<sup>۱۳</sup>  
بود کان کان سرمایہ فخر جہاں با صد نشاط ۰ عازم جنت بشند زب خاکدان پُرورد  
سال نفل او خراشیدہ زعم روئے ۰ عاش محمد احمد امان مشہور امکو<sup>۱۳۲۲</sup><sup>(۱)</sup>

( الی آخرہ )

۱۔ روداد دارالعلوم ۱۳۲۲ ھ

مکتبہ مستطاب دارالعلوم دیوبند ص ۱۱۳

## علمی و ادبی مقام

مولانا ذوالفقار علی دہوبندی کا علمی و ادبی مقام بہت ہی بلند ہے ۔ اس کا اندازہ آپکی گراں قدر تصانیف سے ہوتا ہے ۔ مولانا عربی و فارسی کے ممتاز ادیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں ۛ

مولانا سید محمد میاں صاحب آپکی علمی و ادبی منزلت کے بارے میں کہتے ہیں " ان (ذوالفقار علی) کی ادبی خدمات علوم شرعیہ کی بونہور سٹی میں بہت زیادہ قدر و منزلت رکھتی ہے " (۱)  
 مفتی غفرلہ الرحمن دہوبندی کے خیال میں " وہ ادب میں نہایت اونچے مقام کے مالک تھے " ڈاکٹر زبیر احمد فاروقی ان کی کتاب " الہدیۃ السنہ " پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں " اس کتاب کی ادبی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ، اس میں جس قدر اسلوب کے عمدہ نمونے ہیں ، اور اس طرح کی دیگر تصانیف بھی ان کی ادبی و علمی عظمت پر شاہد عدل ہیں ۔



مولانا ذوالفقار علی دہلوی کے متعلق فرانس کا مشہور مصنف 'گارسان داسی' لکھتا ہے کہ آپ دہلی کالج کے طالب علم تھے، چند سال بریلی کالج میں پروفیسر ہو گئے، ۱۸۵۸ء میں میرٹھ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے، مسٹر ٹیلران سے واقف تھے ان کا بیان ہے کہ ذوالفقار علی دہلوی اور طباع ہونے کے علاوہ فارسی اور مغربی علوم سے واقف تھے، لہذا آپ مولانا نانوتوی اور مولا احسن نانوتوی کے درمیان آرام فرما ہیں مولانا فضل الرحمن عثمانی کے ایک شعر سے اس کی دلچسپ نشان دہی ہوئی ہے شعر یہ ہے

کسبِ آسودہ نرما ہیں دو بارانِ خوش، قاسم بزمِ مودت، احسنِ شائستگی

❖

❖ ❖ ❖

❖

## تصانيف

- ① عطر الورد شرح قصيده برده
- ② الارشاد شرح قصيده بانث سعاد
- ③ تسهيل الدراسة شرح ديوان الحماسة
- ④ التعليقات على السبع المعلقات
- ⑤ تسهيل البيان شرح ديوان المتنبي
- ⑥ تذكرة البلاغة في المعاني والبيان
- ⑦ الهدية السنية في ذكر المدرسة الاسلاميه الديوبندية
- ⑧ تسهيل الحساب في اصول ومبارى الرياضى



# مولانا فیض (حسن) سہارنپوری

تاریخ کے ہر دور میں ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے مغربی  
اضلاع سہارنپور، مظفرنگر، میرٹھ اور دہلی بند نے دانشوری  
کا ادنیٰ معیار قائم رکھا ہے۔ برسوں سے یہاں کی سرزمین  
نے لاتعداد علماء کو جنم دینے میں کبجوسی سے کام لیا  
لیا، جنہوں نے علوم اسلامیہ کی بیش بہا خدمات انجام دی،  
اپنی ماہ ناز ہستیوں میں "فیض الحسن بن علی بخش  
بن خدا بخش قریشی حنفی سہارنپوری" ہیں۔ جو انیسویں صدی  
عیسوی میں عربی زبان و ادب کے مسلم الثبوت استاد، شاعر  
اور ادیب تھے۔

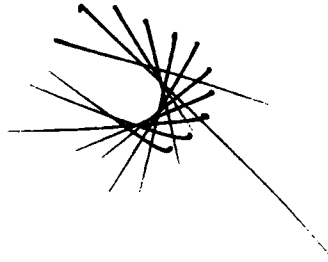
مولوی فیض الحسن کی ۱۸۱۶ء میں سہارنپور کے ایک زمیندار  
گھرانے میں ولادت ہوئی ان کے والد خلیفہ علی بخش  
عالم دین اور حافظ قرآن تھے۔ اپنی سے مولوی فیض الحسن  
نے ابتدا سے محضرات تک کی تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے رام پور کا رخت سفر باندھا جہاں معقولات کے امام علامہ فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ) سے الکتاب فیض کیا۔ اس وقت علامہ خیر آبادی کے تبحر علمی کی وجہ سے رام پور علوم اسلامیہ کی ندر پس کا بڑا مرکز بنا ہوا تھا۔

دورانِ تعلیم ۲۰ سال کی عمر میں ان کی شادی ہو گئی لیکن حصول علم کے جذبہ و شوق کی وجہ سے رام پور سے فارغ معقولات ہو کر دلی کی راہ لی جو کہ اس وقت مجمع العلماء والکمال بنا ہوا تھا علماء ادب اور شعراء کی ایک جم غفیر تھی انہی میں ایک نامور عالم مفتی صدر الدین آزرده (م ۱۸۶۸ھ) کے حلقہ درس میں آپ شامل ہو گئے۔ اور یہیں شاہ احمد سعید مجددی (م ۱۲۷۷ھ) اور آخون صاحب ولایتی سے بھی استفادہ کیا۔ اور حدیث کے کچھ اسباق پڑھے۔

دہلی میں ہی حکیم امام الدین خان سے علم طب حاصل کیا۔ اور ادب سے دلچسپی کی وجہ سے حکیم مؤمن خاں مؤمن

(م ۸۵۲ھ) اسد اللہ خاں غالب (م ۱۸۶۹ھ) اور ابراہیم  
 ذوق (م ۸۵۲ھ) کی محفلوں میں بھی شرکت کرتے تھے اور  
 ساتھ ہی مفتی صاحب کا دیوان خانہ علم و ادب کا مرکز ہونے کے  
 ساتھ مجلس مذاکرہ و مباحثہ اور محفل شعر و سخن بھی تھا۔ جس  
 میں شرکت سے مولوی فیض الحسن کے فکر و نظر میں وسعت، علمی  
 پختگی اور ملکہ سخن وری و سخن فہمی حاصل ہوا۔ شعر و سخن میں  
 آپ امام بخش مہربانی (م ۸۵۴ھ) سے اصلاح و ستورہ پلٹے  
 تھے۔





## تالیفات و تصانیف

- ♦ تحفہ صدیقیہ ، عروض المفتاح
- ♦ ریاض الغنیہ ♦ دیوان الغنیہ
- ♦ شرح سبعہ معلقہ
- ♦ شرح دیوان حمادہ
- ♦ فیضیہ ♦ علم مناظرہ ( اردو )
- ♦ تعلیقات الجلالین
- ♦ حل ابیات بیضاوی
- ♦ دیوان حسان بن ثابتؓ کی ترتیب
- ♦ شفاء الصدور تحقیقی مجلہ کی ادارت
- ♦ مثنوی صبح عید ( اردو )
- ♦ گلزار فیض ♦ حاشیہ دیوان نابغہ الذبیانی
- ♦ فیض القاموس
- ♦ خلاصہ کتاب ابلائی
- ♦ نسیم فیض

## مولانا فیض الحسنؒ کے متعلق

### اہل علم کی آراء

مولانا کے ادبی و علمی مرتبے کا تعین ان کے فنی شاہ پاروں کے علاوہ ان جوہر قابل اور رنگارنگ روزگارِ تلامذہ سے کیا جاسکتا ہے۔ ان کی بلند مرتبت اور علمی عظمت کا اعتراف مشاہیر نے کیا ہے۔ متأخرین علماء نے ان کی عظمت تسلیم کی ہے۔ سید سلیمان ندوی کا ان کی بلند شخصیت کے بارے میں خیال ہے کہ : مولانا فیض الحسن اپنے زمانے کے اصمعی اور ابو منام سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان کے پورے اسلامی دور میں قاضی عبدالودود کے علاوہ یہی ایک فرد تھا۔ جو عربی شاعری کا مذاق رکھتا تھا۔ ان کی شرح حماسہ اور دیگر ادبی تصانیف اس کی شاہدِ عدل ہیں۔ اور اب ان کا عربی دیوان بھی چھپ گیا ہے۔ جو اہل زبان کی ٹکر کا ہے۔

ایک جگہ اور شبلی نعمانی کے ذیل میں سید سلیمان ندوی نے ان کی عظمت کا بوں اعتراف کیا ہے۔ کہ مولانا فیض الحسن سیار پوری پروفیسر اور نیشنل کالج لاہور اسی بابہ کے ادیب تھے۔ کہ خاک بند نے صدیوں میں شاید کوئی

اتنا بڑا امامِ الادب پیدا کیا ہو

”سید سلیمان ندوی، یاد رفتگان ص ۲۲“

## مشتاق احمد انبھٹوی

( ۱۳۶۰ - ۱۳۷۲ )

مشتاق احمد بن خذوم بکشر بن نواز شرف علی فقیہ

سہارنپور کے ایک کماؤر انبھٹ بنو بدائش و پرورش ہوئے،

مولانا سعادت علی سہارنپوری مولانا سید الدین دہلوی اور مولوی سید

محمد علی چاند پوری سے ابتدائی کتابیں پڑھیں اور سند حدیث

قاری عبد الرحمن بن محمد پانی سے حاصل کی۔ علامہ فیض الحسن

سہارنپوری سے کچھ رشتہ تلمذ رہا۔

ان کی گرام قدر تصانیف ہیں :

تحفہ المنال باصلا ۲ حسنہ المنال . الشہید فی اثباتہ التقلید .

قریرۃ العینہ بتحقیق رفع البدیع . أحسن التوضیح فی مسئلۃ الترادف .

المعراج الجہانی فی الرد علی القادیانی . تبشیر الاصغیاء بآیاتہ جہاد

الأنبیاء . الضابطۃ فی تحصیل الرابطة . رفیعہ الطریقۃ فی اصول

الفقہ ، - - کے نام بطور خاموشی لائے جاسکتے ہیں ۔

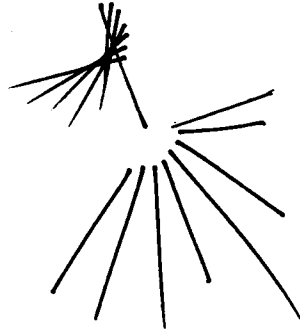
## مولانا اشرف علی تھانوی

متوفی ۱۳۶۲ھ

مولانا اپنے عہد کے بہت بڑے عالم ، مفسر ، متقی اور  
مشرع صوفی تھے ۔ ۱۸۶۲ء / ۱۲۸۰ھ میں تھانہ بھون میں  
پیدا ہوئے ۔ مولانا تھانوی کثیر التصانیف علماء میں سے تھے  
چار سو سے زائد کتابوں کے مصنف تھے ۔ مولانا محمد یعقوب  
دلوبندی اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن آپ کے استاد  
تھے ۔

مولانا تھانوی تمام عمر اصلاح و تلقین اور تصنیف و تالیف  
میں مشغول رہے ۔ مولانا کی بیشتر تصانیف اگرچہ اردو میں ہیں  
مگر عربی زبان میں بھی آپ کی تقریباً پچیس نہیں کتا ہیں  
موجود ہیں جیسے لغت المقطعات لزلجمن العبارات ،  
تلخیص المرقاة ، تسہیل المسائل رحمۃ القدس ، بہجۃ  
النفوس فی احادیث النصوص ، المدار درابۃ النصیحة ،  
تلخیص البدایۃ ، تلخیص مدایینۃ الحکمة ، تذیل شرح  
العقائد ، عشرۃ دروس و ہمزہ آپ کی اہم تصانیف ہیں۔  
مولانا تھانوی ایک مردم ساز شخصیت ، عظیم استاد ، دیدہ ور  
ادیب ، بلند پایہ مصنف اور بیدار مغز مفکر تھے

اس طرح کی ہم جہت شخصیت دیر سے وجود میں آتی ہے  
 اور تادیر فراموش نہیں ہوتی ۔ مولانا کا جام حیات لبریز ہو گیا  
 اور وہ اپنی حقیقی منزل کی طرف ۱۳۶۲ م / ۱۹۴۳ ع میں روانہ  
 ہو گئے ۔



## علامہ انور شاہ کشمیری

متوفی ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء

شاہ صاحب کشمیر کے معزز خاندان سادات میں

۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔

آپ نے قرآن پاک اپنے والد ماجد سید معظم شامی سے پڑھا۔ نیز فارسی کے ابتدائی رسائل بھی۔ حیرت یہ کہ ساڑھے چار سال کی عمر میں ڈیڑھ سال کی قلیل مدت میں فارسی کی کتابیں ختم کر لیں۔ غیر معمولی ذہانت و ذکاوت اور بے مثل قوت حافظہ ابتداء ہی سے تھا۔

پھر عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا غلام محمد صوفی سے پڑھیں اور علوم متداولہ کی تفصیل میں مشغول ہو گئے۔ ابھی آپ کی عمر ۱۲ سال ہی تھی کہ کشمیر کا مروجہ نصاب آپ کے اعلیٰ ذوق علمی کو آسودہ نہ کر سکا اس لئے طلب علم کے لئے غریب الوطنی کی راہ اختیار کی۔ چنانچہ ۱۳۰۵ھ میں علماء ہزارہ کی خدمت میں پہنچ کر مختلف علوم و فنون میں دستگاہ حاصل کی یہاں تقریباً ۳ سال قیام رہا۔ لیکن یہاں بھی آپ کی علمی تشنگی کم نہ ہوئی بالآخر عالم بے چینی میں شہرہ آفاق ادارہ دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۱۰ھ / ۱۹۲۲ء داخل ہو کر<sup>۱</sup> مولانا شیخ المہند (صدر مدرس دارالعلوم) دارالعلوم<sup>۲</sup> شامی۔ لغاتہ ۱۳۳۴ھ۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری ، مولانا عبدالعلی (محدث مدرسہ عبدالرب دہلی) ،  
 مولانا عبدالرشید گنگوہی ، مولانا غلام رسول ہزاروی ، مولانا اسحاق امرتسری  
 وغیرہ اکابر علم سے حدیث ، فقہ ، تفسیر ، ہیئت ، اور فلسفہ کی تکمیل  
 و تحصیل کی ۔ ۱۳۱۳ھ میں سند و اجازت حاصل کی ۔ بعد فراغت مدرسہ  
 امینیہ دہلی میں بحیثیت صدر مدرس مقرر ہوا یہاں ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۲۰ھ  
 تک یہاں رہ کر تعلیمی خدمات انجام دی اور پھر اپنے وطن کشمیر واپس آنے  
 اور ”مدرسہ فیض عام“ کی بناء ڈالی ۔ ۱۳۲۳ھ میں حج کے لئے تشریف لے  
 گئے ۔ حج سے واپسی پر دیوبند تشریف لائے اور ۱۳۲۴ھ میں دارالعلوم  
 میں مدرس مقرر ہوئے ۔ شیخ الہند کی وفات کے بعد صدر مدرس کے  
 عہدہ پر مقرر ہوا ۱۳۲۵ھ تک بحیثیت جانشین شیخ الہند درس بخاری و ترمذی  
 دیتے رہے آپ کی علمی فضیلت کا اعتراف اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی  
 کیا ہے اور انہیں ”حجۃ اللہ فی الارض“ تسلیم کیا ہے ۔

آپ کے وسعت مطالعہ اور بے مثل قوت حافظہ اور بے  
 پناہ ذوق مطالعہ کی بنا پر آپ کی نظریں تفسیر ، فقہ ، ادب ، فلسفہ ، کلام  
 الغرض ہر فن پر رہی ۔ تحقیق و جستجو سے ہر فن پر آپ کے تحقیقی اراد  
 اور فنی مباحث و تحریروں کا علم ہو سکتا ہے ۔ بالخصوص عربی زبان و ادب پر ،  
 کیونکہ یہ باتیں اس فرد اور اس یگانہ ہستی سے متعلق کہی جا رہی ہیں جس  
 نے اپنے علمی مآخذ اور تتبع علم کے لئے ہمیشہ عربی میں لکھی کتابوں سے  
 ہی رجوع کیا ۔ اور اپنے خط و کتابت کی زبان بھی عربی ہی یا فارسی رکھی ۔ ویسے

آپ اردو اور انگریزی زبان سے بھی واقف تھے بقول علامہ بنوری :

وكان رحمه الله حصل اللغة الانجليزية

في نحو ستة اشهر ، حتى قدر على التمازج

فيها والاستفادة من كتبها .

دیوبند آمد پر آپ لوگوں سے یاتو عربی میں باتیں کرتے یا فارسی میں۔

آپ کے عربی زبان و ادب میں ملکہ اور تبحر کا اندازہ مولانا سید احمد رضا  
بنجوری کے بیان کردہ اس واقعے سے ہوتا ہے کہ :

”علامہ علی حسینی محدث مصری جب دیوبند آئے تو پہلے سے

گو علماء دیوبند کا وافر الاطلاع تسلیم تھا مگر علوم ادبیہ

میں فائق الاقران ملتے سے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا

”ہم اعجام“ (وہ عجیب ہیں) مگر جب انہوں نے علامہ انور

شاہ کا حضرت شاہ عبدالرحیم کی وفات پر کہا قصیدہ

ملاحظہ کیا تو اس قصیدے کا ادبی مقام دیکھ کر فوراً کہا:

”الآن تبث من اعتقادی“ اس لئے کہ اس بلیغ کلام

میں زمانہ جاہلیت کی فصاحت و بلاغت کا مہک آ رہی ہے“

(سی) طرح مصر کے مشہور عالم علامہ رشید رضا مصری جب دیوبند

آئے اور مولانا کشمیری سے ملاقات کی اور ان کی تقریر سنی تو بے ساختہ کہا:

ما رأیت مثل هذا الاستاذ الجلیل

شاہ صاحب کی تحریر کردہ ”مشکلات القرآن“ کے مطالعے سے آپ



کے زبان اور علوم ادبیہ میں عبادت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لغوی مباحث کے دوران معاجم کا حوالہ اس طرح دیتے ہیں جیسے ابن سید الناس کی "المخلص" ازہری کی "تہذیب الالفاظ" احام راغب کی "مفردات" سیبویہ کی "الکتاب" نیز البحر المحیط، ہنایہ، قاموس وغیرہ انہیں ازبر یاد ہو۔ علامہ بنوری کی رائے بجا ہے کہ:

"كان فتيب العلوم العربية والفنون الادبية  
غائضاً في بحارها وغمادها"

ڈپ کے علوم ادبیہ میں مبلغ علم کا اندازہ اس سے کر سکتے ہیں کہ بعض اوقات وہ مشہور ائمہ ادب جیسے خلیل بن احمد الفراءہدی، اور علامہ ابن تیمیہ پر بھی تنقید کرتے ہیں۔

یہ واقعہ معلوم ہے کہ سیبویہ کی کتاب "الکتاب" کا مشہور نحوی ابوجیان قدرداں تھا اس کی خواہش تھی کہ علامہ ابن تیمیہ "الکتاب" کی عظمت کا معترف ہو کر کچھ کہیں لیکن علامہ نے خلاف توقع "الکتاب" میں انہی غلطیاں نکال دیں۔ لیکن علامہ کشمیری نے ابن تیمیہ کی عظمت و جلالت علم کا معترف ہونے کے باوجود ابن تیمیہ کی کتاب میں نکالی ہوئی خامیوں کو بلا دلیل قرار دیا، بقول علامہ کشمیری "سیبویہ نے الکتاب میں کسی غلطی کا ارتکاب نہیں کیا، علامہ خود ہی غلط سمجھے ہیں"

علامہ کشمیری سیبویہ کی کتاب کا بذات خود نیز اس سے متعلق شروح کا مطالعہ کیا تھا۔ وہ اس کتاب کو مشکل ترین کتاب گردانتے تھے۔

علامہ کشمیری "تنوین فی المسند" پر بحث کرتے وقت علامہ تفتازانی کی تحقیق پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

قال التفتازانی فی المطول ان التنوین فی  
المسند علی الاصل فلا تحتاج الی نکتۃ فأقول  
التنوین المنعوت فانها لا تخلو عن نکتۃ  
بخلاف التنوین فی المسند الیہ فانها لما كانت  
علی خلاف الاصل لا تخلو عن نکتۃ مطلقاً ، فا  
التنوین فی المسند المنعوت کما فی قوله :  
صح ان الوزیر بدر منیر اذا توارى کما توارى

البدر .

حضرت شاہ صاحب علوم ادبیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے ، وہ الفاظ کی ترمیم و تارتیج سے پوری واقفیت رکھتے تھے ، دوس کے دوران الفاظ کے معانی اور تشریح ہی نہیں بلکہ الفاظ کی شکل اور لکھنے کے ڈھنگ سے طلبہ کو آگاہ کرتے "کلا" اور "کلاء" پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ان کتابۃ الهمزة بعد الالف غلط بل  
ینبغی ان تکتب هكذا ( الکلاء ) ولم تکن  
الهمزة فی لغة العرب حتی أحدثها الخلیل

مترادف و متقارب الفاظ کا باہمی فرق اس انداز سے بیان کرنے لگتا کہ تمام عربی زبان کو اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔ فقہ ، فہم ، علم ، معرفت

اور تصدیق کا باہمی رُزق اس طرح واضح کرتے ہیں :

الفقه والفهم والعلم والمعرفة والتصديق  
كلها الفاظ متقاربة لا مترادفة ، فالفقه غرض  
المتكلم صحيحاً والفكر ( اندیشدن ) والفهم  
( فهمیدن ) والعلم ( دانستن ) والمعرفة  
( شناختن ) والتصديق ( باور کردن ) فهذه  
فرق نبه عليها اهل اللغة لا يهتدى اليها  
الا بعد صرف الاعماء .

مولانا محمد النوری لائل پوری کے بقول " میں نے ایک بار حضرت  
شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا " لَمَّا " کے ساتھ ظرفیہ کا صلہ بھی آتا ہے  
فوراً فرمایا کہ شرح الفیہ میں اشمونی نے لکھا ہے کہ جائز ہے اور استدلالاً  
یہ آیت پیش کی :

فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ . الآية  
آپ نے مختلف مقامات پر عمیق اور باری النظر سے مافوق بحث  
کی ہے چنانچہ فیض الباری کے جامع مولانا بدیع عالم میرٹھی فیض الباری کے  
حاشیہ میں صاف اقرار کرتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ کے کچھ مباحث کما حقہ سمجھ میں  
نہیں آتے مثلاً بحث روح ، فصل الخطاب وغیرہ .

آپ علوم و معارف کے بحر ناپید انکار تھے ، طویل بحثوں کا خلاصہ  
چند سطور میں سمودیتے . حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں :

”انّ جملةً واحدةً من كلام الشيخ ربما  
تحتاج في شرحها وایضاحها الی تالیف  
رسالة“

شاہ صاحب کی جملہ تالیفات بجز ”خاتم النبیین“ عربی میں  
ہیں، ”عز الخاتم منظم“ رسالہ علمی گہرائی کے ساتھ گون ناگوں ادبی خوبیوں  
کی حامل ہے۔ آپ کی خود تحریر کردہ آٹھ کتابیں عربی زبان میں حدیث  
سے متعلق ہیں بقید آپ کے تلامذہ کے ضبط تحریر میں لائے ہوئے اعلیٰ ہیں  
آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

- ۱۔ التفریح بماقواتر فی نزول المسیح
- ۲۔ فصل الخطاب فی مسئلة ام الكتاب
- ۳۔ خاتمة الخطاب فی فاتحة الكتاب
- ۴۔ نیل الفرقدين فی مسئلة رفع الیدین
- ۵۔ بسط الیدین لنیل الفرقدين
- ۶۔ کشف الستر علی صلوة الوتر
- ۷۔ الاتحاف لمذهب الاحناف
- ۸۔ حاشیہ سنن ابن ماجہ (غیر مطبوعہ)

شاہ صاحب علوم حدیث کے نکتہ شناس، علوم ادبیہ کے پائے عالم  
معقولات کے ماہر شعرو سخن کے رموز سے آشنا، اور زہد و تقویٰ میں یگانہ و  
یکنائے روزگار تھے۔

بلاغت و معانی میں آپ کی مہارت و حذاقت کا اندازہ ”فصل الخطاب“ عقیدۃ الاسلام“ اور ”مشکلات القرآن“ کے مطالعہ کے بعد لگتا ہے بلابالغہ آپ اس فن کے ائمہ سکاک، جرجانی، تفتازانی، زمخشری سے کم پائے کے نہیں ہیں۔ بقول علامہ بنوری:

”وصل فی علوم البلاغۃ علی طرف شامخ“

دوسری جگہ رقم طراز ہیں:

”واذا شرع فی البلاغۃ ودقائقہ حسبت ان

الشیخ عبدالقاهر عاد منشورا“

عربی ادب میں یہ مثل مشہور ہے:

”لم یدر اعجاز القرآن الا الاعرجان“

یعنی سوائے دو لنگڑوں کے اعجاز قرآن کوئی نہیں جانتا اس سے مراد ابو القاسم محمود المعروف بہ جابر اللہ زمخشری اور علامہ عبدالقاهر جرجانی ہیں مگر شاہ صاحب کے اعجاز قرآن کے فن میں مہارت و عبور کی بنا پر اس مقولہ میں تیسرے فرد کی حیثیت سے شاہ صاحب کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ خود بقول شاہ صاحب:

”لم یدر اعجاز القرآن الا الاعرجان وانا ثالثهما“

آپ کے وجود سے علمی دنیا میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ اس بحر علوم سے کچھ لینے کی غرض سے وسط ایشیا، برصغیر ہند و پاکستان اور دیگر افریقی ممالک سے طلبہ جوق درجوق آئے اور علوم و معرفت کا کثیر سرمایہ اپنے ساتھ لے گئے۔

وَأَتُوا بِمَالٍ يَلْفُ فِي سَلَفِ الْمَدَى      وَيَضِيقُ مِنْهُ نَطاقُ كُلِّ بَيَانٍ  
 أَجْيَالُ كَفَرٍ قَدْ عَدُوا حَتَّى رَأَتْ      عَيْنَانِ مَالَهُمْ تَسْمَعُ الْأَذْيَانُ  
 وَالسَّيْفُ أَشْفَى لِلصَّدُورِ مِنَ الْوَرَى  
 وَالْعِزُّ أَمْضَى مِنْهُ فِي الْمِيدَانِ  
 فَاسْتُلِّ سَمْرَنَاءُ مَا أَصَابَ عِدَاتَهُمْ  
 مِنْ بَرٍّ لَهَا التَّقَى الْجَمْعَانِ

حوالہ جات :

- (۱) ماہنامہ القاسم ج ۲، ص ۳، ۴، ۱۳۲۹ھ
- (۲) نفحۃ العنبر ص ۱۰۶، ۱۲۲، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۵
- (۳) ماہنامہ القاسم ج ۲، ۳، سوال ۱۳۳۰ھ، ص ۳، ۴
- (۴) النفحۃ العنبر، ص ۱۶۳، ۱۶۴
- (۵) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :
- فیض الباری علی صحیح البخاری مع البدیع الساری، مولانا انور شاہ کشمیری،  
 مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء اور "اکفاد الملحدین  
 فی ضروریات الدین (مولانا کشمیری) جید برقی پریس دہلی ۱۳۵۰ھ۔  
 (۶) ماہنامہ "دارالعلوم" ۱۹۴۷ء۔

## مولانا عبداللطیف سنہلی

متوفی ۱۳۷۹ھ

عبداللطیف سنہلی سنہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا اسحاق الحنفی سنہلی مشہور عالموں میں تھے۔ آپ نے معاصر علماء و فضلاء سے علوم متقول و منقول میں کمال حاصل کیا۔ اور عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت کے لئے ہندوستان کے مفرد مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

صاحب نزہۃ الخواطر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

كان ذكيا حاد الذهن ، له مشاركة جيدة في الفقه . والحديث  
مولانا حديث فقه کے مسلم الثبوت مدرس و مصنف تھے۔ ان کی نگارشات  
اردو ، عربی ، فارسی تینوں زبانوں میں دستیاب ہیں۔ لیکن یہاں آپ  
کی عربی تصانیف پر بحث مقصود ہے۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے آپ  
کی ماہہ ناز تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔  
شرح جامع الترمذی :- یہ مولانا کی عظیم ترین شرح ہے۔ یہ شرح  
”شرح لطیف“ کے نام سے مشہور ہے۔

لطف الباری فی شرح تراجم البواب البخاری

رسالہ فی اصول الحدیث

منکلات القرآن

## مولوی محمد حسن سنہلی

(متوفی ۱۳۰۵ھ)

محمد حسن سنہلی ابن شیخ ظہور حسن بن خمس علی  
حضرت عبداللہ بن سلام صحابی کے اولاد میں سے تھے۔ بنی  
اسرائیلی کہلاتے تھے۔ ۱۲۶۴ھ میں سنہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدا  
میں قرآن کریم حفظ کیا۔ پھر مفتی عبدالسلام سنہلی، مولوی عبد  
الکریم خاں، مولوی سید بدرالدین خاں دہلوی اور قاسم نانوتوی  
سے علوم متداولہ حاصل کئے۔

مولانا محمد حسن سنہلی نے اہم مدارس میں عربی  
زبان و ادب کی نشر و اشاعت فرمائی۔ عربی نثر میں آپ کو کمال  
حاصل تھا کہ ایک نشست میں مکمل کتاب تحریر فرما دیتے تھے  
آپ کے قلم کی برق رفتاری کا اندازہ آپکی اس شرح سے لگایا جاسکتا  
ہے۔ "شرح الباغوجی" جو آپ نے ایک دن میں مکمل کی۔ اور اس کے  
علاوہ دینی و سائنسی دونوں موضوعات پر کتب حاشی تحریر فرمایا۔ آپکی  
وفات ۱۳۰۵ھ میں سنہلی میں واقع ہوئی۔

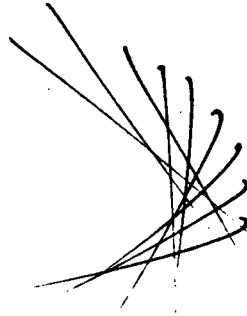
شرح میزان المنطق

القول الوسیط فی الجہل المؤلف والبسیط

سوانح الزمین علی شرح السلم للمولوی حسن



نظم الفرائد على شرح العقائد  
شرح بالقول أصول الشاشي  
التعليقات هدايته الفقه  
تنسيق النظام للمسند الامام  
حاشيه مسند امام اعظم  
شرح الحماية على شرح الوقايه  
(مخطوطه)  
نزهته الخواطر جلد ٨ صفحہ ۱۸



## قاری سعید احمد

(متوفی ۱۳۷۷ھ)

مولانا مفتی الحاج قاری سعید احمد صاحب بن جناب نور محمد بن نصیب خاں اجراڑوی (ضلع میرٹھ) نے حافظ محمد حسین صاحب کے پاس کلام پاک حفظ کرنے کے بعد قصبہ کے مدرسہ میں ہی ابتدائی کتب فارسی پڑھی اس کے بعد حافظ صاحب کے حکم پر مدرسہ مظاہر علوم چلے گئے یہاں شرح تہذیب بحث فغل کافیہ، قدوری، مرقات، فصول اکبری وغیرہ تمام ابتدائی کتب پڑھیں، ۱۳۴۹ھ/۱۹۲۲ء کو فراغت ہوئی۔ فراغت کے بعد ۱۳۵۳ھ میں تجوید کے استاد مقرر کئے گئے پھر ۱۳۵۵ھ میں نائب مفتی اور ۱۳۵۷ھ میں مفتی اعظم اور قائم مقام صدر مدرس بنائے گئے۔

۲۔ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ (۲۹ اگست) کو طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔

ان کی تالیفات میں درج ذیل خاص مشہور ہیں :

” — فیض العزیز :

من تجوید اور قرأت کے اہم و مشکل مباحث پر مشتمل ہے۔

یہ سلسلہ ۱۳۲۳ء میں لکھی گئی ہے۔

(۲) — القلائد الجوهريّة

عربی زبان میں مقدمہ جزیریہ کی شرح ہے۔ سلسلہ میں لکھی گئی۔

(۳) — شرح الشاطبیہ

یہ عربی زبان میں شاطبیہ کی شرح ہے گوکہ یہ مختصر ہے

لیکن مشکل مضامین کو حل کرنے کے لئے کافی ہے۔

(۴) — احکام الصيد

(۵) — اقوال اخیار فی حسنات الکفار شرح خلاصۃ البیان۔

دن کے علاوہ بدائع رد مختار، ہدایہ، بذل المجهود، نسائی

شریف، کتر الدقائق، جلالین، مشکوٰۃ المعانی، مختصر المعانی اور نور

الایضاح پر بڑے دقیق اور قیمتی حواشی تحریر کئے ہیں۔ اور ترمذی شریف

کے بعض اجزاء کی شرح بھی لکھی ہے۔

(۶) — معلم (الحجۃ ۲) :

یہ کثیر الاشاعت اور قابل قدر کتاب ہے یہ ۳۸۲ صفحات پر

مستقل ابتدائی بار اشاعت ۱۳۵۵ء ہے۔ حج و زیارت کے لئے یہ بہترین

راہنما کتاب ہے۔

عربی زبان و ادب کے تئیں آپ کی خدمات مخفی نہیں۔ الطلائد الجواہریہ

میں بالخصوص عربی بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اور ہندوستانی ہو کر انتہائی

فصیح و بلیغ زبان میں یہ کتاب لکھی ہے۔

## اعزاز العلماء مولانا محمد اعزاز علی

سرزمینِ بدایوں (اتر پردیش) سے بڑے بڑے علماء و عرفاء

صوفیاء کرام اور نابغہ روزگار شعراء و مصنفین پیدا ہوئے،

اسی سرزمین پر مولانا محمد اعزاز علی کی ولادت ہوئی،

نسب ! اعزاز علی صاحب بن محمد مزاج علی بن حسن علی بن خیر اللہ بن۔

مولانا مرحوم نے شرح النقاہ کے حاشیہ محمود الروایہ میں حالاتِ زندگی

خود اپنے قلم سے تحریر کیا ہے۔

بہرہویں صدی ہجری کا آفتاب موت کی افواہ گہرائیوں میں ڈوب چکا تھا اور

چودھویں کا سببہ سحر ان تاریکیوں اور اندھیروں سے کھوٹ رہا تھا کہ مجھے

عدم سے وجود میں لایا گیا۔ یعنی یکم محرم ۱۲۳۱ھ کی رات، ۳۰ ذی الحجہ

۱۲۹۹ھ بعد غروب ! بدایوں میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کے والد کا

نام گرامی مزاج علی محمد شاہ چٹوڑہ امروہہ ضلع مراد آباد کے رہنے والے

تھے۔ سلسلہ ملازمت ان دنوں بدایوں میں مقیم تھے، آپ کے زمانہ

شہر خوارگی میں والد ماجد وہاں سے منتقل ہو کر شاہجہاں پور آئے، اور

آپ کو بھی ساتھ لے آئے، دورانِ صغر سنی وہاں کابل کے باشندے ایک

معلم قطب الدین خاں صاحب سے آپ کی تعلیم کی ابتدا کی، از حروفِ ہنچی نامہ

نہائی قرآن ان سے پھر پورا حفظ قرآن حافظ شرف الدین خاں صاحب سے

تلہر (شاہجہاں پور) والد کے تبادلہ کے بعد مدرسہ گلشن فیض شاہجہاں پور کے

کے صدر مدرس مولانا منصور علی خان شاہجہانپوری سے کتب صرف و نحو تشریح جابی،  
 پُرمی، ۱۱ اکبر سال کے وقف سے مدرسہ عین العلم شاہجہانپور میں مولانا قاری  
 شہر حسینی مراد آبادی سے کنز الدقائق، شرح جابی اور بعض مثنوی و شروح نیز  
 اسی مدرسہ میں مفتی کفایت اللہ (مفتی اعظم) سے چند سال حصول فیض کے بعد مدرسہ  
 دارالعلوم دہلویہ داخل ہو کر حافظ احمد سے (مہتمم دارالعلوم) ہدایہ اولین اور  
 منطق کی چند کتب ہیں مولانا سہول بھگتپوری سے، بعد مدرسہ قوی میرٹھ میں  
 داخلہ کے بعد کتب صحاح، عقائد و فلسفہ مولانا عبد المؤمن سے اور اصول دعوٰی  
 کی مولانا عاشق الہی میرٹھی سے، دو سال میرٹھ قیام کے بعد دارالعلوم آئے یہاں  
 صحیح بخاری، جامع ترمذی الی داؤد ہدایہ آخرین، تلویح تلویح حضرت شیخ الہند سے،  
 کتب فنون مولانا غلام رسول ہزاروی اور مفتی عزیز الرحمن سے اور جملہ کتب ابواب  
 مولانا معزالدین صاحب سے؛

اس طرح تقریباً ۱۳۲۰ء میں تمام علوم سے فراغت پر بحکم شیخ الہند مدرسہ  
 لغمانہ پورہ میں بھگتپور و پلسات سال فرائض تدریس کی انجام دہی کے بعد ۱۳۲۴ء  
 میں مدرسہ افضل المدارس شاہجہانپور میں تین سالہ خدمات تدریس کے بعد مدرسہ  
 دہلویہ ۱۳۳۰ء میں ابتدائی کتب کی تدریس پر مقرر ہوئے۔ دوران قیام مولانا  
 الوز شاہ کشمیری سے قرابت و حصول فیض کے کافی مواقع فراہم ہوئے۔ ۱۳۲۲ء  
 میں حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم کے بحیثیت صدر المفتین حیدرآباد میں دوران  
 تفری و قیام آپ ایک سال وہیں قیام پذیر رہے۔ ۱۳۲۵ء میں فرائض افتاء  
 بعد بحیثیت مفتی اعظم دارالافتاء میں مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں مولانا حسین احمد

کے گرفتاری پر صدر مدرس مقرر ہوئے ترمذی دینیاری کا درس دیا۔ چند سال  
مکمل ترمذی پڑھا یا۔ ۱۹۴۵ء میں مع حضرت مدنی (حسین احمد) حج بیت اللہ  
کيا۔

۸ مارچ ۱۹۵۵ء بوقت صبح ۷ بجے ۲۷ برس کی عمر میں

دارفان سے کوچ کر کے مالکِ حقین سے

سدا کے لئے جا ملے، ۱۱

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ



۱۱۔ عہدِ جاہل و فتنوں کے مساند علماء ۲۳۱  
تذکرۃ الامامین ص ۱۱۱ نظر شاہ کتب خانہ

## عربی ادب

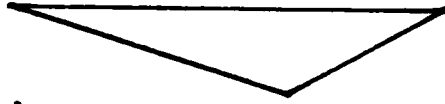
مولانا عربی ادب کا بڑا پاکیزہ اور ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔  
عربی ادب کے پڑھانے میں ایک خاص ملکہ رکھتے تھے  
عربی شعر کو سہل ترین انداز میں پڑھانے اور سمجھانے  
کی خاص صلاحیت رکھتے تھے اس پنج سے اشعار کا  
ترجمہ اور اس کے مطالب بیان کرتے تھے اور شعر کے  
محاسن بتانے کے طلباء کے ذہن میں کسی قسم کا ابہام  
باقی نہ رہتا۔ اور اس طرح تلامذہ عربی نثر اکتوں  
اور لطافتوں سے آشنا ہو جاتے، آپ نے ایک مد  
نک دارالعلوم دیوبند میں دیوانِ متبی، حامد البوٹا  
اور مقامات حریری وغیرہ کا درس دیا ہی،

اس طرح مولانا اغزاز علی بیک وقت نکتہ شناس مفسر  
وسیع النظر محدث، دقیق النظر ادیب، بالغ النظر فقیہ  
اور ممتاز مصنف تھے، اور بہت کامیاب استادؒ

عہ تذکرۃ الاغزاز

عہ حیات اغزاز ص ۱۳

## تالیفات وتصنیفات



مولانا کو درس و تدریس کے علاوہ تالیف و تصنیف سے بھی بھرپور شغف تھا اور یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ مولانا رحمہ اللہ کی مشہور و مشہور تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

ۛ نفی العرب ۛ التعلیق علی دیوان الحماسہ

ۛ التعلیق علی دیوان المتنبی

ۛ حاشیہ مفید الطالبین

ۛ ترجمہ ہندی قصیدہ اخلافہ

T-4990

ۛ ترجمہ ہندی قصیدہ لامہ



ۛ التعلیق علی نور الایضاح (العربی)

ۛ التعلیق العربی علی مخیر القدری

ۛ علی شرح النفاہ

ۛ کنز الدقائق

ۛ ابن ماجہ

ۛ الشامل للرمذی

ۛ عرض المفتاح للسکاکی

ۛ تلخیص المفتاح للخطیب البغدادی



## مفتی جمیل تھانوی

(متوفی ۱۳۹۱ھ)

مولانا جمیل احمد ابن مولانا سعید احمد بن حافظ امیر احمد  
تھانہ بھون (ضلع مظفرنگر) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم : ابتدائی تعلیم کی شروعات آپ کی نانیہال سہارنپور  
کے ایک گاؤں راجپور میں ہوئی۔ والد گرامی علی گڑھ میں ملازم تھے اس لئے  
ناظرہ قرآن پاک ختم کر کے علی گڑھ آکر اردو کی تعلیم اسکول میں حاصل کی۔ مولانا  
کو جارج پنجم کی تخت نشینی کے موقع پر اسکول سے تمغہ ملا تھا۔

۱۳۳۲ھ میں مدرسہ امداد العلوم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون  
میں داخلہ لے کر فارسی اور عربی کی کچھ کتابیں (ہدایۃ النخوتک) پڑھیں۔  
پھر جب مولانا اشفاق احمد صاحب نے جلال آباد میں ایک دینی مدرسہ  
کی بناء ڈالی تو مولانا کی خواہش پر آپ جلال آباد آکر شرح جامی کی جماعت  
میں شامل ہو گئے۔

پھر مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے ارشاد پر فطہ علوم میں  
داخل ہوئے یہاں سے فراغت کے بعد ورنگل (حیدر آباد دکن) کے  
مدرسہ نظامیہ حیدر آباد میں نائب شیخ الادب کا عہدہ سونپا گیا۔ تقریباً

گیارہ ماہ بعد مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی تعمیل ارشاد میں سہارنپور واپس آگئے اور مظاہر علوم میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ دوران تدریس ۱۳۴۶ء میں آپ نے رسالہ المظاہر اور ۱۳۴۸ء میں دوسرا رسالہ ماہنامہ "دیندار" جاری کیا تھا ان کے ذریعے ایک عرصہ تک دعوت و تبلیغ کی خدمات انجام دی ۱۳۶۰ء میں حضرت تھانوی کی علالت کی وجہ سے تیمارداری کی غرض سے تھانہ بھون میں قیام کیا، قیام طویل ہونے کی وجہ سے مدرسہ سے ایک سال کی رخصت لے لی تھانہ بھون قیام کے دوران خانقاہ امدادیہ میں درس و تدریس اور افتاء میں مشغول رہے۔

۱۳۵۵ء میں ہند سے پاکستان کا رخت سفر باندھا یہاں پہنچ کر جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد اور مسلم ٹاؤن لاہور میں درس و تدریس اور افتاء کا کام شروع کیا لیکن ۱۳۹۱ء کے اواخر امراض قلب لاحق ہونے کی وجہ سے تدریسی سلسلہ موقوف کر دیا البتہ افتاء کا کام جاری رہا۔

### تصنیفات و تالیفات

تراجم الحماسین : حماسہ کے پہلے باب کے متفرق شعراء کے احوال اس میں مذکور ہیں۔

حاشیہ سبع معلمات : (غیر مطبوعہ)

اظہار الطرب شرح ازہار العرب

دلائل القرآن علی مسائل نعمان

حضرت تھانوی کی خواہش تھی کہ قرآن مجید سے مذہب حنفیہ کے

کے دلائل جمع کئے جائیں .

یہ کام اولاً مولانا ظفر احمد تھانوی کو سونپا گیا . مگر مولانا کے مسلسل اسفار کی وجہ سے یہ کام مختلف افراد کو سونپ دیا گیا چنانچہ قرآن پاک کی پہلی دو منزلیں خود مولانا ظفر علی کے پاس رہیں اور منزل ۳، ۴ مولانا مفتی جمیل احمد کے سپرد ہوئی اور منزل ۵، ۶ حضرت مفتی شفیع احمد کے حوالے ہوئی اور منزل ۷، ۸ مولانا ادریس کاندھلوی کے ذمہ ہوئی . آپ کو شعر و شاعری کا بھی خداداد ذوق تھا اس سلسلہ کا سب سے بڑا عربی قصیدہ سہارنپور میں بھوپال کے ڈائریکٹر تعلیمات کی آمد پر ایک اعزازی تقریب میں پڑھا گیا تھا .

علماء مظاہر علوم ۳۵/۲ - ۳۳

تاریخ مظاہر ۵۷/۲ - ۱۲۰ - ۱۵۹ - ۲۰۲ - ۲۰۵ - ۲۲۰

مظاہر علوم ۱۰۲

مشاہیر دیوبند ۱۱۷ - ۱۲۰

# مولانا محمد یوسف کاندھلوی

(متوفی ۱۳۸۳ھ)

آپ کا وطن عزیز کاندھلہ ضلع مظفرنگر ہے۔

ولادت : ۱۳۳۵ھ

والد : مولانا شاہ محمد الیاس صاحب المعروف بہ "حضرت جی"

آپ کے گھرانے کو آج وہی عظمت و شرف حاصل ہے جو زمانہ گذشتہ میں ولی اللہی خاندان کو حاصل تھا۔

تعلیم و تربیت جب آپ کی عمر سات سال کی ہوئی تو والد گرامی کے پاس حضرت نظام الدین دہلی شریف لے گئے اور قرآن پاک کا حفظ شروع کیا گیارہ سال کی عمر میں حفظ سے فراغت ہوئی۔ اس کے بعد دیگر علوم و فنون کی تعلیم والد صاحب سے شروع کی حتیٰ کہ مشکوٰۃ شریف تک انہیں سے پڑھی۔ آپ لکھتے ہیں :

" حضرت جی مولانا الیاس صاحب نے جب ہمیں مشکوٰۃ

شریف شروع کرائی تو میرے ذمہ سبق کی تیاری میں حضرات

صحابہ رمضان اللہ علیہ اجمعین کے حالات کی تتبع تھی۔"

اس ابتدا کی مناسبت کی وجہ سے آپ نے تین ضخیم جلدوں میں

ترتیب دی ہے۔

سوال ۱۳۵۱ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریا کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔ نکاح حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے پڑھائی۔

سوال ۱۳۶۰ء میں اہلبہ کا انتقال بحالتِ سجدہ ہوا تو نکاح ثانی حضرت شیخ الحدیث ہی کی دوسری صاحبزادی سے ۱۳۶۹ء میں ہوا۔ ان کے بطن سے آپ کے صاحبزادے محمد ہارون کی ولادت ہوئی۔

نکاح اول کے بعد حضرت نظام الدین واپس آکر والد صاحب سے صحاح سنہ کی کتابوں کے علاوہ دیگر کتب حدیث پڑھیں۔

۱۳۶۳ء میں حضرت دہلوی کی طرف سے اجازت و خلافت ملی۔

۱۳۸۲ء میں مدرسہ کاشف العلوم کے سرپرست ہوئے تو تمام عروجیں کتب حدیث کے لئے وقف کر دی۔ ساتھ ہی دعوت و تبلیغ کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد دعوت و تبلیغ کا جذبہ و الہامانہ عشق میں بدل گیا بالآخر آپ کی سعی مشکور کا مالِ خیر ہے کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں دعوت و ارشاد کا کام جاری و ساری ہے۔

آپ کے اخلاق و عادات اسوۂ نبوی کا سچا نمونہ تھے بقول مولانا

صفتی عزیز صاحب :

آپ کے ساتھ رہا۔ متعدد بار اجتماعات میں شرکت کی

لیکن ایک حرکت بھی خلافِ سنت نہ پائی۔ آپ کی مجلس

سے کوئی بھی کبیدہ خاطر نہیں اٹھتا تھا۔ ہزار و سوسے

پر مشتمل ہیں۔ پہلی جلد کی ابتداء میں ۶۶ صفحات پر محیط ایک مبسوط مقدمہ ہے اس میں امام طحاوی کے سوانح، کارنامے، مقام و مرتبہ کی وضاحت کے ساتھ بقول شارح دوران تشریح مندرجہ ذیل باتوں کی رعایت رکھی گئی ہے :

- ۱۔ بیان مناسبات اختلاف — تخریج رجال
- ۲۔ متون احادیث کی توضیح اور مشکل الفاظ کا حل۔
- ۳۔ امام طحاوی نے اگر کسی کتاب کو مختصراً درج کیا، تو دیگر کتب حدیث سے اسے مکمل نقل کیا جائے۔
- ۴۔ کسی باب کی حدیث سے کوئی مختلف فیہ مسئلہ مستنبط ہو رہا ہے اور امام طحاوی نے اسے بیان کیا ہے تو اس کی وضاحت۔
- ۵۔ تخریج احادیث اور ان کی سند پر کلام۔
- ۶۔ انظار امام طحاوی کا تنقیدی غش حل، دوسرے دلائل و شواہد سے تائید۔
- ۷۔ مسائل مختلفہ میں امام اعظم کے ٹھوس دلائل اور دیگر ائمہ کے دلائل کا جواب، جس میں بعض مواقع پر شارح نے اپنے ذاتی فکر و نظر کو بھی پیش کیا ہے۔
- ۸۔ متقدمین علماء کے اقوال کی تاخرین کے آراء پر ترجیح۔
- ۹۔ علاوہ (ذبی) زبان نہایت سادہ و سلیس، عبارت واضح و شگفتہ۔

لے کر آتا لیکن شرح صدر کے ساتھ واپس جاتا ۔

ہزار خوبیوں کا یہ مجموعہ علم و ہدایت کا یہ سرچشمہ بالآخر ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ کو لاہور میں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا آپ کا جنازہ لاہور سے نظام الدین لایا گیا اور مرکز میں سپرد خاک کیا گیا ۔

### تصانیف

تصنیف و تالیف کی لگن حضرت کو ابتدا سے ہی چاہیے طالب علمی کے زمانے میں ہی کتابوں پر اپنی تحقیق و تفتیش کی بنیاد پر حواشی لکھا کرتے تھے ۔ بعد میں تبلیغی اسفار کی وجہ سے بے پناہ مصروفیت کے باوجود بھی کتب بینی اور لکھنے کا سلسلہ جاری رہا ۔

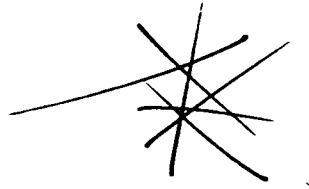
### معانی الاحبار فی شرح معانی الآثار

چاہیے آپ نے طحاوی شریف کی ایک ضخیم شرح " معانی الاحبار فی شرح معانی الآثار (عربی) لکھی ۔ طحاوی فقہ حنفی کی اہم اور معتد علیہ کتاب ہے بکثرت مدارس میں داخل درس ہے ۔ لیکن اس کی کوئی ایسی شرح دستیاب نہیں تھی جو طلبہ و اساتذہ کے لئے مفید عام ہو ۔ اسی کے پیش نظر آپ نے یہ عظیم المآل شرح لکھی ۔ اس میں مشکل الفاظ کا حل ہے ۔ رواۃ کی تحقیق ہے ، انظار طحاوی کا تشفی بخش حل اور احاف کی تائید میں دلائل ہیں ۔

کثرت مشاغل کی وجہ سے آپ اس کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے ۔ اس کی اب تک تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں ۔ یہ مجموعی طور پر ۱۱۲۶ صفحات

## حَیَاةُ الصَّحَابَةِ

اس کتاب میں آپ نے بڑی تحقیق و جستجو کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کے جذبہ دینی ، حمیت اسلامی ، غیرت ایمانی ، شوق شہادت ، اور ان کے دعوت الی اللہ کے سرفروشان جذبات تحریر کئے ہیں ۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے طبع ہوئی ہے ۔





## مولانا محمد بشیر

(متوفی ۱۳۲۶ھ)

مولانا محمد بشیر صاحب شہسوان میں ۱۲۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں پہ حاصل کی مزید حصول علم کی غرض سے لکھنؤ کا سفر کیا یہاں آکر مولانا مفتی واجد علی بن ابراہیم حنفی بنارس سے شرح مسلم، شمس بازغہ، الہیات اور شفاء جیسی متعدد کتابیں پڑھیں<sup>(۱)</sup>۔ فراغت کے بعد درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی مشغول رہے۔ یولنس بغدادی اپنی تصنیف ”علماء العرب“ میں مولانا محمد بشیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

کان من کبار العلماء ورعاً وصلاحاً مع ذکاء  
وتریحة متفتحة له إحاطة تامة فی اصول  
الفقه۔ وکان علی جانب من العلم والعرفة  
مع تقی وصلاح ووقار وماکرمتہ، فجدت  
والاج فانها بلغت حد التواتر۔

مولانا شہسوانی تاجیات عربی زبان و ادب کی خدمت میں معروف رہے ۱۳۲۶ھ میں اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف سفر کیا۔

ڈپ کے وصال پر سید اعجاز احمد صاحب نے یہ قلمیہ  
تاریخ وصال پر تحریر کیا

لما سلّٰت القلب عام وفاته  
فاجابنی "تاریخہ" مغفور

۲۶      ھ      ۱۳

## مولانا امتیاز علی خاں عرشی

(متوفی ۱۹۸۱ء)

مولانا کی ولادت باسعادت ۱۹۲۲ء/۱۳۴۲ھ کو ہندوستان کے مردم خیر شہر رامپور میں ہوئی والد کا نام مختار علی تھا۔ والدہ کا انتقال صغیر سنی میں ہو گیا تو آپ کے والد نے دوسرا نکاح کر لیا تاہم آپ اپنی سوتیلی ماں سے مانوس زندگی بسر نہ ہو سکے۔

تحصیل علم کے لئے آپ کے والد نے حکیم عبدالرشید خاں کے سپرد کیا۔ پھر علاوہ فضل حق خیر آبادی کا شہرہ سن کر ان کی خدمت میں آئے اور علوم عقلیہ میں دسترس حاصل کی۔

بعد فراغت کچھ دن تجارت کی اور کچھ عرصے مدرسہ مطلع العلوم رامپور سے منسلک رہے۔ ویسے زیادہ تر شغف کتب بینی سے رہا چنانچہ ہمہ وقت تحقیق و تنقید، ترتیب و تحشیہ، طباعت و اشاعت میں وقت گزرنے لگا۔ ان کے انداز تحقیق و تصنیف دیکھ کر بلاخوف نزدیک کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے تحقیق و تنقید کی ایسی معیاری اور نئی راہیں ہموار کی جو اسہنی معاصرین فن میں ممتاز و بگائہ کرتی ہے۔

۳۱ جولائی ۱۹۲۲ء کو "رضالائبریری رامپور" کے ناظم مقرر

ہونے . عہدہ نظامت سنبھالنے کے ساتھ کتابوں اور محفوظات کی تصحیح اور تعلیقات و تحشیہ کا کام بھی کیا .

مولانا عرشی بیک وقت عربی ، فارسی اور اردو کے عالم و محقق تھے ہر تینوں زبانوں میں اپنی مافی الفہر ادا کرنا ان کے لئے کارِ آساں تھا .

آپ کے عربی میں بحر کا اندازہ تفسیر ابوسفیان ثوری کی ترتیب اور اس میں تحریر ان کے کلیدی مقدم سے لگایا جاسکتا ہے . وہ مکلفے ہیں :

” وکان ذلك الكتاب حاویا لأسرار الصفات  
الالهية العامنة وجامعاً القوانین الاخلاقی  
العالية وضوابط السیاسة . والمتون المحکمة  
ومنطوباً علی قصص الامم العاصیة . وهاجیا  
إلی الفكر الصبیح فی السبأ والمعاد فكان لابد  
من ان توجد فیه مواضع لکم تكد تفصل إلی  
فصلها عقول تلك الأمة الجديدة النشأ فحل  
ابتدأ وارضی الله عنهم علی أن یقول فیهما  
بأراء المحکم “

تصانیف و تالیفات :

مولانا ایک بلند پایہ نثر نگار کے ساتھ کثیر

التصانیف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف و تحشیہ کا قدر جائزہ پیش ہے :

## (۱) کتاب الاجناس

عبید القاسم بن سلام

الہروی البغدادی کی تصنیف ہے۔ اس میں مصنف نے ایسے الفاظ جمع کئے ہیں جن کے مختلف معانی ہیں۔ آپ مولانا نے اسی انداز پر اور الفاظ بھی جمع کر دیئے ہیں اور اس کی تصحیح کا بھی کام کیا ہے۔ یہ کتاب ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع قیمہ بمبئی سے طبع ہو چکی ہے۔

## (۲) دیوان الحادۃ

لقطبة بن اوس بن محسن المازنی الفراری العطفانی۔

یہ دور جاہلی کا مشہور صاحب دیوان شاعر ہے مذکورہ دیوان کو جرمن مستشرق ڈاکٹر انگلن نے شائع کیا تھا، اس کے بعد بھی کئی بار شائع ہوا۔ مولانا نے لندن اور قاہرہ کے نسخوں کا مقابل کر کے اس کی مقبول عام تصحیح فرمائی ہے اور بعض دیگر مآخذ کے حوالے سے شاعر کے کچھ اشعار کے اضافے بھی کئے ہیں۔

## (۳) لامیۃ الہند

تحقیق مقالہ مشمولہ مجلہ ثقافت الہند دہلی ستمبر ۱۹۵۰ء

## (۴) المدالیۃ

تحقیق و علمی مقالہ ، مشمولہ ثقافت الہند دہلی۔

## (۵) دیوان ابی مہجن

عمر بن حبیب الثقفی صدر اسلام کا قادر الکلام شاعر ہے۔ ثقفی کی ابتدائی زندگی بے راہ روی اور شراب نوشی میں گزری پھر وہ ناب ہو گئے تھے۔ مولانا عرشی نے ان کے دیوان کو قدیم نسخوں کے موازنے کے بعد ترتیب دیا ہے۔ اور کچھ نئے اشعار بھی مآخذ کے حوالے سے نوٹ کئے ہیں۔ یہ مقالہ ۸ صفحات پر مشتمل ہے اور مجلہ ثقافت الہند دہلی ستمبر ۱۹۵۲ء کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔

#### (۶) الامثال السائۃ علی دیوان المتنبی

یہ علمی و ادبی مجموعہ ۸۵ صفحات پر مشتمل دہلی سے طبع ہوئی ہے۔

#### (۷) تفسیر القرآن الکریم

یہ امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری المکونی ۱۶۷ھ کی جلیل القدر تفسیر ہے مولانا عرشی نے سورہ بقرہ سے سورہ طور تک شاندار تفسیر فرمائی ہے یہ کتاب وزارت تعلیم حکومت ہند سے طبع ہوئی ہے۔

#### (۸) فصل الخطاب علی عمر بن الخطاب

یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) سوانح حیات جو عمر فاروق سے بصیغہ منظم مروی ہے۔

(۲) تاریخی خطبات، ہر خطبہ کے شروع میں موقع اور مقصد کا

بیان ہے۔

(۳) مختلف خطوط، مکتوبات کی ترتیب تاریخی لحاظ سے ہے۔

(۸) حکیمانہ اقوال ترتیب بلحاظ مطالب .

## (۹) شواہد القرآن

اس تفسیر میں امام ابن جریر الطبری نے استشہاد کے لئے " کما قال الشاعر " تحریر فرما کر ہزاروں اشعار قلم بند کئے ہیں۔ مولانا نے تمام اشعار کے قائلین کی تخریج کی ہے اور ہر مقام پر اس کا خیال دکھا گیا ہے کہ ماخذ قدیم تر ہو۔ اور تفسیر طبری کے وہ تمام مقامات التقاط کر لئے گئے ہیں جہاں یہ شعر وارد ہوئے ہیں یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

## (۱۰) دیوان النمر

یہ نمر بن قلوب العکلی ۱۱۴/۶۳۵ء کے اشعار کا نادر مجموعہ ہے جسے مولانا عرشی نے قدیم کتابوں سے مرتب کیا ہے، یہ مخطوط دصلاً تبریری رامپور میں محفوظ ہے۔

## (۱۱) المقصور والممدود

ابو ذکر یحییٰ بن زیاد بن عبد اللہ الفراء المکونی ۵۲۰ھ/۸۳۲ء کی اہم تصنیف ہے۔ اس میں قرآن نے الف مقصورہ اور الف ممدودہ پر ختم ہونے والے کثیر الفاظ جمع کئے ہیں، بعض مؤرخین نے اس بات کی نشان دہی کی ہے کہ اس کا قلمی نسخہ ترکی میں محفوظ ہے۔

## (۱۲) رسالة في اختلاف الملك في الالوهية والامامة :

یہ نشوان بن سعید بن نشوان الحمیری الیمینی ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء کی کتاب "شرح رسالہ المحور العین" سے مقتبس ہے، اس میں اسلامی اور غیر اسلامی فرقوں کے معتقدات کی تشریح کی ہے۔  
مولانا نے حواشی میں دیگر مراجع سے اقتباس دے کر موضوع کو مکمل کر دیا ہے۔ یہ نسخہ بھی تلمی ہے۔

### (۱۳) مرقات الادب

یہ کتاب عربی زبان و ادب کا شاندار نمونہ ہے یہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

### (۱۴) مرقات العربیۃ

اس میں عربی زبان و ادب کے صرف دو نحو بیان کئے ہیں۔

### (۱۵) کتاب المقطوع والموصول

یہ ابوبکر محمد بن قاسم بن محمد بن بشرط الانباری البغدادی ۵۳۲ھ/۹۴۰ء کی تصنیف ہے۔ مولانا عرشی نے اس کی تحقیق و تعلیق کی ہے اور ۱۴۱۱ھ/۱۹۸۰ء میں ہندوستان پریشک پرپریس رامپور سے شائع ہوئی ہے۔

۱۱، سفیان بن سعید بن سروق الثوری الکوفی، ص ۷۷

۱۲، تفسیر القرآن الکریم: تعلیم امتیاز علی خاں عرشی (ص ۵-۶)

۱۳، قومی آواز (روزنامہ) مکھنؤ ۲۵ فروری ۱۹۸۱ء

۱۴، مالک رام: تذکرہ عرشی

۱۵، مسعود الرحمن خاں: امتیاز علی خاں عرشی، مخطوطہ ص ۱۷۵-۱۷۶

۱۶، ہندوستان میں عربی علوم و فنون کے ممتاز علماء: ادلیس نگرانی



## مولانا فضل حق

(متوفی ۱۳۵۸ھ)

مولانا فضل حق ۱۲۷۸ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے  
اسی سال مولانا فضل حق خیر آبادی کا انتقال ہوا۔ گویا خدا نے ایک فضل حق  
کا دوسرا جانشین پیدا کیا۔

**تعلیم :** حفظ آپ نے رامپور میں دس سال کی عمر میں مکمل کیا۔  
فارسی کی کتابیں حکیم احسن سے پڑھیں، منقول صرف و نحو مولوی عبدالرحمن قنذہاری  
(مقیم مسجد محلہ) سے پڑھا۔ مزید تعلیم کی غرض سے بھیکم پور (علاقہ علی گڑھ)  
حکیم عبدالکریم خاں رامپوری کی خدمت میں چلے گئے جو یہاں ملازم تھے۔ حکیم  
صاحب آپ پر نہایت درجہ عنایت فرماتے آپ نے ان سے ملاحسن، شرح وقایہ  
وغیرہ پڑھی پھر علی گڑھ آکر مولانا لطف اللہ علی گڑھی سابق مفتی عدالت —  
حیدرآباد دکن سے اکثر کتب معقول و منقول، حدیث و تفسیر کی تکمیل کی پھر  
علی گڑھ سے رخصت ہو کر مولوی ہدایت علی بریلوی شاگرد مولانا فضل حق خیر  
آبادی کی خدمت میں بریلی جاکر بعض کتب مثلاً شرح اشارات وغیرہ پڑھی  
تکمیل تعلیم کے بعد بریلی کے مدرسہ میں مدرس اول مقرر ہوئے۔ صبح سے شام  
تک تیس تیس سبق پڑھاتے تھے۔ طلبہ کا ہجوم ہوتا۔

آپ کے شاگردوں میں حکیم نورالحسن افسر الاطباء ریاست بھوپال بھی تھے جنہوں نے اکثر کتب درسیہ آپ سے بریلی میں پڑھی تھیں۔

نواب عرش آخیاں کے عہد ( ۱۳۲۵ھ - ۱۳۲۶ھ ) میں حکیم نورالحسن کی مدرسہ عالیہ رامپور کے سکریٹری ( جن کے تحت صیغہ تعلیم بھی تھا ) سے مولانا فضل حق کے بارے میں گفتگو ہوئی نیز مولانا نجم الحسن قبلہ مجتہد ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم نے بھی خواہش ظاہر کی تو مولانا فضل حق رامپور جو اس وقت بریلی چھوڑ کر کلکتہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے ، مدرسہ عالیہ رامپور میں پرنسپل مقرر ہوئے ۔

آپ مسائل غیر منصوصہ میں امام اعظم کے مقلد تھے ۔ عقائد میں صفات باری سے متعلق صوفیہ و جودییہ کا مسلک تھا ۔ اکثر مسائل مختلف فیہ میں اشاعرہ و معتزلہ کو نزاع لفظی پر محمول کرتے ۔ ایک کتاب میں آپ نے لکھا ہے کہ ان مسائل میں جن کے بارے میں صحابہ کرام اور سلف صالحین سے کوئی روایت نہیں ہے ، بحث کرنا بدعت اور غیر ضروری ہے ۔

### تصنیفات و تالیفات ۱

حاشیہ ایساغوجی	شرح ایساغوجی (مطبوعہ)
حاشیہ میرزا ایدامور عامہ	(مطبوعہ)
الطفر الحامدی	(مطبوعہ)
افضل التحقیقات فی مسئلۃ الصفات	(مطبوعہ)
حاشیہ حمد اللہ	(غیر مطبوعہ)

شرح دروس الباطنة (غیر مطبوعہ)

حاشیہ تلویح (غیر مطبوعہ)

**وفات:** مولانا ، جنوری ۱۹۴۷ء مطابق ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ میں رام پور میں رحلت فرما گئے اور قبرستان مسجد گھیر مردان خاں نزد مدرسہ مطلع العلوم میں تدفین ہوئی ۔

مولانا کی عربی خدمات مسلم ہیں انہوں نے عربی زبان میں منطق و فلسفہ کے اہم مباحث پر روشنی ڈالی ہے اور اپنی قادر الکلامی کا لوہا منوایا ہے ۔ منطق و فلسفہ جیسے دقیق فن میں عربی زبان میں شروحات لکھنا خاصا مشکل کام ہے مگر مولانا نے وہ مشکل معرکہ بھی باسانی سر کر لیا ہے ۔

(۱) تذکرہ کاملان رامپور ، ص ۱۹۱

(۲) نزہۃ الخواطر ص ۳۶۲

## مولانا ارشاد حسین

( متوفی «۱۳» ھ )

مولانا ارشاد حسین کی ولادت رامپور میں ہوئی .  
ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور دیگر معاصر علماء سے حاصل  
کی . مختصر عرصہ میں علوم و فنون کی تکمیل کی . مولانا مفتی شاہ احمد سعید  
مجددی سے طریقت کی تعلیم حاصل کی .  
حصول طریقت و سلوک کے بعد پیدل حج کئے روانہ ہوئے  
اور زیارت کعبہ مطہرہ و مدینہ طیبہ سے مشرف ہوئے واپسی کے بعد  
مولانا حکیم رامپوری کے خانقاہ میں قیام کے دوران نومہ کے قلیل عرصہ  
میں قرآن پاک کا حفظ مکمل کر لیا پھر درس و تدریس میں مشغول ہو  
گئے آپ کی تدریسی صلاحیتوں اور علمی جلالت کا ہند و بیرون ہند  
شہرہ تھا . طلبہ کی کثرت دیکھ کر آپ نے " ارشاد العلوم " نام سے  
ایک مدرسہ کی بناء ڈالی جہاں سے کثیر طلبہ نے علم و فن کا حصول کیا . آپ  
نے دوران تدریس فقہی مہارت کی بنا پر مختلف استفتاء کے جوابات بھی  
دیئے . مختلف مسائل میں علماء معاصرین آپ سے رجوع کرتے اور  
آپ کے قول کو قول فیصل گردانتے تھے بقول شارح المنیۃ المصلی

مولانا وصی احمد محدث سورتی :

ههنا تحقيق شريف لقطب الارشاد المحدث  
النبیه والفقيه الوجیه سيدنا العلامة و  
مستند الفہامۃ و مولانا الشيخ ارشاد حسين  
نیز مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اس قول سے آپ کی جلال  
شان نیز علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے :

”واقضى الله ناس من كبار عند الهند كالعامل

الكامل محمد ارشاد حسين الراصوري“

مولانا تیرلیٹھ سال کی مدت تک درس و تدریس ، قوی نویسی  
رشد و ہدایت اور اصلاح قوم کے فرائض انجام دیتے رہے ان تمام امور  
کے باوجود تصنیف و تالیف سے بھی جڑے رہے ۔ اس میں اس  
دورانی سے کوچ کیا

آپ نے اردو اور عربی دونوں زبانوں میں تصنیفی خدمات انجام  
دی ہیں ۔ متعدد لوگوں کی تحریر کردہ کتابوں پر تعاریف لکھے ہیں ۔ اگر ان  
تعاریف کو ہی یکجا کر دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب کی شکل ہو جائے گی ۔ آپ نے  
مندرجہ ذیل اصحاب کی کتابوں پر تقریظ لکھی ہے :

نام مصنف	نام کتاب
۱۱ احمد رضا خاں	ایزان الاجر
۱۲ عبد السمیع	انوار ساطعہ

- (۳) احمد رضا خان قامع الحریہ
- (۴) احمد رضا خان کفل الفقہ الفہم فی احکام
- فرطاس الدائم
- (۵) احمد رضا خان میزان العینین فی حکم تقبیل الابہائین
- (۶) وصی احمد محدث جامع الشواہد .
- \_\_\_\_\_ ترجمہ کتاب النجیل عالم گیری .

---

حوالہ جات :

- (۱) معارف اعظم گڑھ ، جولائی ۱۹۸۹ء ج ۲۲
- (۲) التعلیق المجلی . ص ۱۰۵
- (۳) العطیات النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ص ۱۶۱
- (۴) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۲۹-۵۰
- (۵) یہ اہم سرمایہ رحالائبریری رامپور میں موجود ہے .

## شمس العلماء مولوی عبدالحق

(متوفی سنہ ۱۳۱۶ھ)

مولانا دہلی میں ۱۲۴۲ھ میں پیدا ہوئے ، سولہ برس کی عمر میں درسیات کی تکمیل کی ۔ پھر آپ نے والد کے ہمراہ سہارنپور گئے ، چند سال وہاں قیام رہا ۔ اس کے بعد الور گئے الور کے دوران قیام ۱۲۵۶ھ کا غدر ہو گیا ، آپ الور سے دہلی چلے آئے آپ کے والد مولوی فضل حق کالا پانی بھیجے گئے ۔ آپ خیرآباد چلے گئے ۔ پھر ریاست ٹونک چلے گئے ، دو سال تک نہایت عزت و عظمت سے رہے پھر وہاں سے کلکتہ چلے گئے کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں ملازم ہو گئے لیکن اپنی مازک مزاجی اور قدیم وضع کے سخت پابند ہونے کی وجہ سے یہاں زیادہ دن نہ رہ سکے ۔ بالآخر ریاست رامپور آ گئے ۔ یہاں نواب سید کلب عابد علی خاں بہادر خلد آشیاں نے آپ کی حلد و وجہ قدر دانی اور عزت افزائی کی ۔ بایں وجہ آپ ۱۲۸۱ھ سے ۱۳۰۲ھ تک رامپور ہی میں رہے آپ مدرسہ عالیہ کے افسر رہے ۔

کم خوراک تھے ، پان کثرت سے کھاتے ، طالبین کا ہر وقت ہجوم رہتا ، پڑھاتے ، احباب کا بھی تاننا لگا رہتا ، ہفتوں سبق نہ ہوتا لیکن کوئی آپ کے آستان سے نہیں کھسکتا تھا ۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت

بھی بدرجہ اتم تھی ۔ غزباء پروری ، ایشاد ، دوست نوازی ، اسلامی  
حمیت و غیرت ، بزرگان دین سے حدودِ محبت تھی ۔ شاہ حاجی اللہ بخش  
سے بیعت تھی ۔

نواب خلد آشتیاں کے انتقال کے بعد خیر آباد چلے گئے ، وہاں  
سے ریاست حیدر آباد چلے آئے ، چند دنوں یہاں ملازمت کے بعد جب  
نواب سید محمد حامد علی خاں ۲۳ مئی ۱۸۹۶ء کو رامپور آئے تو مولانا  
کو آنے کی دوبارہ دعوت دی آپ دعوت پر دوبارہ تشریف لائے مولانا سے  
نواب صاحب نے بھی معقول کے چند اسباق پڑھے ۔ برٹش گورنمنٹ نے  
شمس العلماء کا خطاب دیا ۔ یہاں دورانِ قیام امراہن جگر لاحق ہو  
گیا بالآخر ۲۳ شوال ۱۳۱۶ھ کو انتقال ہوا ۔ اور شیخ سعد  
کے مزار کے حوالہ میں مدفون ہوئے ۔ لوحِ مزار پر حضرت امیر مہینائی  
کی تحریر کردہ یہ تاریخ کندہ ہے :

شمس العلماء بظلمتِ دہر جوں تیر زامیر تیرہ جہست  
بر لوحِ مزار امیر بنویس آرام گہ امام وقت است  
رپ کی وفات کی خبر پر جامع ازہر میں ایک ہفتہ تک  
مانتی تعطیل رہی ۔ آپ کی یادگار میں مولانا اسعد الحق ہیں ۔

### تصانیف

آپ کی تصنیفی یادگار مندرجہ ذیل ہے :

\_\_\_\_\_ حاشیہ قاضی مبارک



شرح سلاسل الکلام	_____
حاشیہ جدیدہ بر غلام یحییٰ	_____
رسالہ مفردہ فی تحقیق السلامۃ	_____
شرح ہدایۃ الحکمتہ	_____
جوابہر غالبہ	_____
شرح مسلم الثبوت	_____
تہلیل الکافیہ	_____
شرح میرزا ہدایہ امور عامہ	_____
حاشیہ حمد اللہ	_____
شرح سلم العلوم	_____

یہ تمام کتابیں آپ کی علمی جلالت شان کی شاہد عدل ہیں یہ زیادہ تر شروحات ہیں مگر یہ بھی انتہائی دقیق اور علمی کام ہے ان تمام کتابوں کا غائرانہ مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مولانا عربی کے کتنے عبقری ادیب اور منطق و فلسفہ پر ان کی نظر کتنی گہری تھی ، زیادہ تر کتابیں عربی میں ہیں ، اس لحاظ سے ان کی عربی خدمات کا اعتراف ہندوستان کے ناقدین نے کیا ہے ، اور اسہیں ہندوستان میں عربی کا جلیل القدر ادیب قرار دیا ہے ۔

## مولانا نثار احمد خاں

مولانا نثار احمد خاں ۱۳۴۳/۱۹۲۲ء میں شاہ جہاں پور میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد کا سایہ عاطفت اٹھ جانے کی وجہ سے یتیم ہو گئے، لیکن آپ کی فطری ذہانت و عطیات تھی کہ ماحول سازگار نہ ہونے کے باوجود کم وقت میں معاصر علماء سے منقول و معقول کی تعلیم مکمل کر لی۔ آپ جو کچھ ایک بار پڑھ لیتے دوبارہ من و عن زبان سنا دیتے۔ زندگی بھر درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں مصروف رہے شاعری کا بھی ذوق سلیم عطا ہوا تھا۔ عربی اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں شاعری کے جوہر دکھائے ہیں۔

روپ کی مشہور تصانیف؛

— عربی صرف و نحو

— شرح میزان

— حجة البقار وغیرہ

## حافظ عبدالرحمن

(متوفی ۱۳۶۷ھ)

مولانا حافظ عبدالرحمن اپنے وقت کے عایہ ناز عالموں میں تھے آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد قاسم بن اسد علی ، علامہ احمد حسن محدث امرہوی ، علامہ حسین بن محسن وغیرہ عایہ ناز علماء رہے ہیں جن سے آپ نے معقولات و منقولات کی تفصیل کی۔ حرم شریف کی زیارت کے لئے سفر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ واپسی کے بعد مدرسہ اسلامیہ امرہہ میں صدر مدرس کے ساتھ درس و تدریس کے فرائض سپرد ہوئے ان مصروفیات کے ساتھ تالیفی ذوق و شوق بھی رہا۔ چنانچہ اسی ذوق کی بنا پر کتابوں کے علاوہ متعدد کتب پر حواشی بھی تحریر کئے جیسے: (۱) (۲)

\_\_\_\_\_ حاشیہ شرح البیضاوی

\_\_\_\_\_ حواشی علی المطول و مختصر المعانی .

(۱) نزمینہ الخواطر ج ۱ ص ۲۴۳

(۲) علماء العرب ص ۳۱۴

## مولانا وحید الزماں کیرانوی

(متوفی ۱۹۹۵ء)

قصبہ کیرانہ ضلع مظفرنگر کا ایک قصبہ ہے جہاں پر فی الحال مسلمانوں کا تناسب پچاس فی صد ہے۔ یہاں مغلیہ دور کی تاریخی عمارتیں اب بھی موجود ہیں یہاں پر راجہ کرن کا راج تھا اسی مناسبت سے اس کا نام کیرانہ ہو گیا۔

مولانا اسی سرزمین سے متعلق ہیں۔ ابتدائی تعلیم کیرانہ میں پائی جامع مسجد کیرانہ میں حفظ قرآن پاک کیا۔ درجہ حفظ کے اساتذہ میں حافظ ہدایت اللہ اور حافظ رحمت اللہ کیرانوی تھے۔

حفظ کے بعد عربی و فارسی درجہ میں داخل ہوئے۔ پھر باقاعدہ عربی زبان و ادب کی تعلیم کے لئے ۱۹۴۶ء میں حیدرآباد تشریف لے گئے اور وہاں بیک وقت سات زبانوں کے ماہر علامہ المامون الدمشقی سے ادب و زبان کی تعلیم حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کا شمار دارالعلوم دیوبند کے مؤقر اساتذہ میں ہوتا تھا دارالعلوم میں عربی زبان و ادب کا شوق پیدا کرنے میں آپ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ آپ دارالعلوم میں

معمد تعلیمات کے عہدے پر عرصے تک رہے۔ جمعیتہ علماء ہند کا ترجمان رسالہ "الکفاح" کے مدیر اعلیٰ بھی رہے۔ الداعی، دعوة الحق وغیرہ کا اجراء اور نشر و اشاعت آپ کی ہی رہیں منت ہے۔

دارالعلوم دیوبند سے منسلک رہنے کے دوران اختلاف کی بنا پر آپ نے سبکدوشی اختیار کر لی۔ اور پھر ایک فعال ادارہ "دار المولفین" قائم کر کے علمی خدمات انجام دینے لگے۔ اس ادارہ سے متعدد کتابوں کی اشاعت ہوئی مثلاً مولانا فوتوی کی بعض اہم کتابیں، عربی لغات پر ضخیمہ جدید وغیرہ۔

آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ عربی زبان و ادب سے شغف رکھنے والوں کیلئے آپ نے متعدد ڈکشنریاں لکھی ہیں جو اپنی جگہ مکمل اور محیط ہیں۔ آخر میں آپ نے عظیم ڈکشنری "القاموس الوجید" طبع کرائی جو عربی زبان و ادب کے لئے انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔

مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل معروف کتاب "نفعۃ الادب" کی آپ نے شرح فرمائی۔ مدارس عربیہ کے عربی نصاب کے لحاظ سے احادیث بنوی کا مجموعہ "نخبۃ الاحادیث" مرتب کیا۔ دوران ترتیب ہر حدیث کے ذیل میں ایک مختصر سا تشریحی نوٹ عربی زبان میں تحریر کیا ہے۔ اس کتاب میں شامل احادیث ایمان، عقائد، اخلاق اور آداب معاشرت وغیرہ سے متعلق ہیں۔

رَپ کی تصانیف میں مشہور و معروف داخل نصاب  
کتاب " القراءۃ الواضحة " کے علاوہ کئی نغات ہیں مثلاً :

القاموس المجدید اردو عربی

القاموس المجدید عربی - اردو

القاموس الاصطلاحی اردو - عربی

القاموس الاصطلاحی عربی - اردو

القاموس الموضوعی ( غیر مطبوعہ ڈکشنری )

رَپ نے القراءۃ الواضحة ہر سہ جلد کی بہ نفس نفیس شرح  
بھی لکھی ہے ۔

القراءۃ الواضحة بچوں کو عربی سیکھانے کی غرض سے لکھی  
گئی ہے ۔ دیگر اس پہلو سے لکھی جانے والی کتابوں میں اس کا مقام و  
مرتبہ علیحدہ ہے ۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اسباق کی ترتیب و تالیف  
میں عربی قواعد کی تمرین دی گئی ہے اور کثرت امثال سے قواعد کو  
ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے ۔

خالی جگہیں پوری کرنے ، مختلف صیغے بنانے کی مشق کرائی  
گئی ہے ۔ ہر سبق کے ذیل میں سوالات قائم کئے گئے ہیں ۔

مولانا گون ماگوں خوبیوں کے مالک اور منفرد خیالات  
و افکار کے حامل تھے ، آپ تصنیفی ، تالیفی امور کے ماہر تھے تو

تر بیتی باریکیوں کے ایک مثالی آمالِیق تھے۔ ملی اور انتظامی سرگرمیوں میں آپ کی حیثیت روح رواں اور سرخیل کارواں کی تھی۔ دیکھنے والوں نے آپ کو بہترین مدرس، مصنف، مربی، مفکر و منظم کی حیثیت سے بھی دیکھا، اور پرکھنے والوں نے آپ کو بہ حیثیت لغت نگار مقرر، انشاء پرداز، خوش نویس اعلیٰ مقام پر فائز پایا،

عربی خطابت سن کر اہل زبان عشق عشق کرتے ایک موقع پر عرب مہمانوں کے درمیان آپ کی تقریر ہوئی تو سفیر شام ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کر آپ کو اپنے سے لٹالیا اور کہا:

”مجھے اب دارالعلوم کے بارے میں اور کیا دیکھنے اور

سمجھنے کی ضرورت ہے جبکہ یہاں کے استاذ و جید الزما<sup>ں</sup>

جیسے قادر الکلام عربی متکلم اور خطیب موجود ہیں جن

کی قدرت بیان پر مجھ بھی رشک آ رہا ہے“

برصغیر ہندوپاک کے ممتاز عالم دین، اور عربی زبان و ادب کے ممتاز اسکالر، دارالعلوم کے استاذ حدیث و عربی ادب، ناظم تعلیمات معاون مہتمم بالآخر طویل علالت کے بعد ۱۵ اپریل ۱۹۹۵ء کو شام ساڑھے سات بجے نئی دہلی میں اس دارفانی سے رحلت فرما گئے جسد خاکی دیوبند لایا گیا اور دوسرے دن گیارہ بجے نماز جنازہ دارالعلوم میں ادا کی گئی اور پیکر غزم و عمل اور مجسمہ اخلاق و علم کو قبرستان قاسمی میں سپرد خاک کیا گیا۔

جلد

سوم  
مغربی یوپی میں عربی شاعری



» ابن خلدون نے لکھا ہے کہ

وہ عجمی حکمرانوں نے فارسی پر ملکہ حاصل ہو چکا ہو تو اس کو عربی زبان میں ملکہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس نے عربی زبان لکھی ہو یا درس نہا لیا کی خدمت میں بھی انجام دینا ہو۔ تو اس کا مطلب صاف ہے کہ ایک زبان پر قدرت ہونا تو دوسری زبان پر قدرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ایک صفت کا اثر تو ایک صفت میں بہارت حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسری صفت میں کامیاب نہیں ہو پاتا۔

لہذا عجمیوں سے یہ توقع کسی طرح بھی نہیں کہ ان کے کلام میں صحیح عربی ہوگی۔ لیکن اس کی تعبیر عربی زبان میں ہو سکتی ہے۔

ابن خلدون کے اس بیان کو دیکھتے ہوئے ہندوستانی شعرا کے بارے میں یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ انھیں بھی عربی زبان میں ملکہ حاصل نہیں تھا۔ انھوں نے مطالب کر عربی زبان میں ادا کر دیا ہے۔ مگر یہ کہ ان کی طرح یہاں پر بھی مستثنیات ہیں کیونکہ بعض ہندوستانی شعرا کے بارے میں اہل زبان عمدہ رائے رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانی شعرا کے مطالب میں قرآن و حدیث جو فرد و حبیب اعلیٰ غونہ پیش کرتے ہیں۔

نہج البلاغہ۔ دیوان حماس۔ دیوان مثنوی۔ مقامات جریر وغیرہ رہا کرتے تھے۔ اور دورے انہوں نے ان شعرا فرزدق۔ اخطل۔ جریر وغیرہ کا منتخب کلام نظروں سے گزرتا تھا۔ دور عباسی کے شعرا مسلم ابن ولید۔ البرنواس۔ ابوالعلا۔ ابولعنا وغیرہ جیسے شعرا کی شاعری کے غونے سامنے آتے تھے۔

اہل عجم میں سے طغرانی کے لامبہ الجمع۔ کو یہ حضرات خاص طور پر سامنے رکھتے تھے عربی کے  
عربی شعراء کے اعلیٰ نمونے اہل ہند کے پیش نظر رہنے کے باعث ان کو مانوس۔ فصیح الفاظ

اور صحیح تراکیب کا علم بہت زیادہ تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام عربیت سے پاک ہے کیونکہ

ہندوستانیوں کی عربی تعلیم کا آغاز علم صرف اور علم فوس سے ہوا کرتا ہے۔ اور اہلکے معانی۔ بیان

اور بدیع سے واقفیت حاصل کرتے تھے۔ اس لئے وہ زبان کے مقرر کردہ اصول کے مطابق عربی  
لکھاتے تھے۔ ان کا کلام نہ صرف غوی۔ و صرفی اغلاط سے پاک ہوتا بلکہ مرثیہ فصاحت سے

کلام کو خارج کر دینے والے منزعہ میوب۔ مخالف قیاس۔ ضعیف تالیف۔ تعقید

لفظ و معنوں نہیں پائے جاتے۔ ہندوستانی شعرا کا خزانہ الفاظ و ترکیب تمام از قدیم

عربی ذخیرے پر منحصر تھا۔ وہ عربی زبان کے روزمرہ۔ اور تغیرات سے بے لمس حد تک

نا آشنا رہتے تھے۔ اس لئے ان کا کلام قدیم انداز کا ہوتا تھا۔ اور اس میں بدلی

ہوئی زندگی کے آثار مثلاً ذونا در ہیں پائے جاتے ہیں۔

موضوعات کے اختلاف کو مد نظر رکھتے ہوئے مناسب موضوع پر محل اور صحیح الفاظ کا

استعمال صرف اہل زبان کا ہی حق ہوتا ہے دوسروں کو بلکہ مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ ہیں وجہ کہ ہندوستانی شعرا کے کلام میں موضوع کے اعتبار سے الفاظ کا انتخاب

وامتیاز بہت کم پایا جاتا ہے۔ فقید سے کی زبان ہو یا غزل کی۔ لغت ہو یا صنعت،

مناجات ہو یا حکمت و امثال۔ تمام انواع سخن میں یکساںیت نظر آتی ہے۔

ہندوستان میں عربی شاعری کی نشوونما اور اس کی اہمیت ۔

ہندوستان کی عربی شاعری کی قدر و قیمت اور عرب میں اس کا صحیح مقام جاننے کے لئے اختصار کے ساتھ عرب شاعری کے مختلف ادوار پر نظر ڈالی جائے تاکہ نتیجہ و قیاس غلط کامکان باقی نہ رہے، مثلاً عرب کی جاہل شاعری

عرب کی اسلامی شاعری ۔

مولد شاعری ۔ اموی و عباسی دوروں کے آثار «  
مذکورہ بالا حالات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کی عربی شاعری میں خورشامہ، فاش، اور نبرد وغیرہ کے فقدان اور زبان کی بڑی حد تک یکسانیت کی وجہ سے سمجھنا صحیح ہو جاتی ہے ۔

ہندوستان کا عربی ماحول :

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں عربی کی عہد سے مغلیہ سلطنت کے خاتمے تک فارسی زبان کو شاہی حیثیت حاصل رہی لیکن اس کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ مسلمانوں کو عربی زبان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ عربی انکی منہج زبان اور علمی زبان تھی۔ حالانکہ فارسی کی تکمیل کا اخصار عربی پر تھا۔ اس لئے امکان بھی ہے کہ عربی کی قدر و منزلت کی گت۔  
اور آج تک ہندوستانی فضلاء کی معنہ بہ تعداد نے ہر ایک دور میں عربی کو فروغ دینے کی قابلیت رکھ کر اور یہاں پہلایک علم و فن کے ماہر انتظامی موجود ہے ۔  
اور ایک طرف حدیث نبوی کے خدام اور دفعہ و فترت کے حامل نظر آتے ہیں تو دوسری طرف لغت کا امام اور شعرا و ادب کے شائق دیکھائی دیتے ہیں ۔

صہاغانی لاہورس اور رشتہ زبیدی نے اپنی گونا گوں حلا جیتوں کی بدولت اہل عرب سے  
خارج تحین حاصل کی۔ اس طرح علامہ طاہر یثین نے اپنی مشہور تصنیف کفر العمال  
کے باعث اسلام دنیا میں مشہر پائی۔ علامہ رشید جوہور صاحب نے۔ المفاظہ المشرقیہ  
اور الشمس البازغہ۔ کی ان دونوں تصنیفوں نے عربوں میں مقبولیت حاصل کی  
ان کے علاوہ حمید الدین سندھی۔ شیخ احمد السعد سرہندی۔ عبد الحق محدث دہلوی شاہ  
ولی اللہ محدث دہلوی۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی۔ علامہ محمد حیات سندھی۔ و دیگر غیر ذیل۔

### بہندوستان میں عربی شاعری کا دعوای:

عربی زبان میں شاعری کرنے کا پہلا اور بنیادی سبب لڑا ہل ہندو کلا ادب عربی میں  
اچھا ذوق تھا۔ دوسرا عربی زبان کو مذہبی رشتے کی بنا پر دیگر زبانوں کے مقابلے مقدس  
و محترم سمجھا جانا اور عربوں کی شاعری پر تا بامکان عبور حاصل کر کے قرآن و حدیث  
مکرم و سائنس تھا۔ ضمناً عربی شعر و ادب سے خاصا لگاؤ پیدا ہوتا تھا۔ اور اپنے فطری  
جذبہ کے تحت عربی میں لہجہ آزمائی کیا کرتے تھے۔

اگرچہ اس سبب پر عثمان۔ نابغہ جعفری اور کعب ابن زہیر کی شاعری عارف تھی۔  
ہندوستانی شعرائے بعد اپنے اس قول کی نفی عربی زبان میں لکھا اپنے لئے اخذ کر لیں  
و سعادت کا ذریعہ سمجھا۔

## ۱۔ اہل ہند کی عربی شاعری سے متعلق اہل علم کی آرا :-

ڈاکٹر زبیر احمد نے لکھا ہے کہ بہت سے ہندوستانیوں کے اسماعیلی شاعری کے ذیلی میں آنے ہیں لیکن چونکہ عربی شاعری خود عرب ممالک میں موقت تک اپنی رفعت و عظمت کو جو جگہ تک پہنچا ہندوستان میں عربی علوم کی ترویج ہوئی اسلئے ہندوستان کے عربی گوشترا سے بہت اور بچی قسم کی شعریں ایچ کے اظہار کی توقع نہیں کی جانا چاہیے سعود عالم ندوس کی اس رائے کو ڈاکٹر زبیر احمد کے بیان کی تفصیل جانئے کہ۔

سعود بن سعد بن سلمان لاہورس۔ قاضی عبدالمقندر سہری۔  
شیخ احمد نقانیر۔ میر عبد الجلیل بلگرامی۔ سید حفید محمد بلگرامی۔ شاہ ولی اللہ آزاد بلگرامی  
فضل حق خیر آبادی۔ اور فیض الحسن بہار پور۔ ظہور حسین بارہوی وغیرہ جسے فقلا  
عربیت کے اساطین کہے جاسکتے ہیں حالانکہ دکن تربیت عربیت کی فضا سے مختلف ماحول  
میں ہوئی اور ان کا وطن سرزمین عرب سے کافی دور تھا۔ تو وہ بھی فنادان کے کلام  
پر نقد رائے کچھ خامیاں ظاہر کر سکتا ہے جکا ہمیں مطلق افسوس نہیں ہوگا۔

مصری ادیب پرفیسر محمد الطاہر العبدان۔ نے بھی اپنے ایک مبسوط مقالے میں۔  
اثر چہ وہ صرف شعری شوائے ہند پر مبنی ہے۔ مگر ہندوستان کے عرب گوشترا کی صفائی۔  
قادر الطاہر۔ روانی۔ خالیت صلاحیت۔ پنختگی اور دیگر شوقیہ صفات۔  
عرب روح کی موجودگی کے ساتھ ساتھ اصناف و مضمون و معانی میں ان لا قربان کا  
اعتراف کیا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے

ماہنامہ الرضوان ج ۲۰ ص ۵۰ ج ۱۲

## آئینہ دولستانی شہزادی عظمیٰ در رفعت :

معدود بن سعد بن لکھمان لاہور کی برائے کسے کے لیے بہت ہے۔ کہ رشید العالی و معلوم  
نے اس کا حسن و خجل، انجام بیان اور حیرت کلاں کی شہادت دے ہے۔

صافغانی لاہور کا کلام سلاست۔ دروانی۔ اور نظریں و معنی محسوسات پر شہد  
بیرونے کجاعت اہل عرب کا کلام کچھ پلہ ہے۔

شیخ احمد نقاش تبرک کا ولیہ۔ اگرچہ ناقص دستیاب ہے۔ لیکن اس میں معیار کا بلندی  
نظر۔ حالات میں ہیچ آئینے عربی شاعری میں بلندی تمام حالات کے ضامن ہے۔  
خاصی علیہ المقصد ان ادبیات میں مہارت کے ثبوت میں اور نعتیہ قصیدہ لامیۃ المعنیہ  
جو لامیۃ البیج للظفرانی کے معارضے میں لکھا گیا ہے۔ اس کا طرح شاہ احمد چندی برہنہ  
علامہ زرخش کے قصیدے کے جواب میں قصیدہ لکھا اور شیخ طفیل بن حلال کا بیوی نے  
معین الدین طنظرانی کے قصیدے کے مقابلے میں قصیدہ لکھا اور عربی میں اونی تمام حاصل کیا  
بائز آگاہ۔ یہ دو عربی دیوانوں کے علاوہ عربی کا ایک دیوان غزلیات نعتیہ قصائد کے  
مستقل مجموعہ۔ النفع العبریہ فی مدرستہ خیر البریہ۔ اور بارہ قصیدوں کا جو آٹھ مجموعہ۔  
ادب عربی میں اور اشعار سخن میں آگاہ کی کامل دست گاہ کی دلیل ہے۔

مفت دلہی بخش گانہ ہلوی نے یہ قصیدہ بانٹ سعادت کی زمین میں ہیچ معنی اور ہیچ  
وزن الفاظ سے قصیدہ بردہ کا متن تیار کیا عربی ادب میں کمال کا ثبوت دیا۔  
فضل حق خیر آبادی نے حریر اور بدیع کے معارضے میں صنائع کے اثر ام کے متانہ  
اشعار لکھے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ عربی شاعری میں  
لطیف الفاظ اور اچھوتے معانی کا استعمال لیا ہے۔

رضا حسن خان کا کرری کلامیہ نغمہ پچھلے تمام لایہ قصائد سے طویل ہے اور اس میں  
 ابتداء کا عیب ہے اور نہ قافیہ کی تکرار ہے۔ اور فیض الحسن بہار پورس کے دیوان  
 قبض کا عربی ادب میں اس قدر اچھا مقام ہے کہ بے شمار تشنگان ادب ان کے قبض سے  
 سیراب ہو کر ادیب بنے ہیں اور ان کے کلام میں تنوع ہے اور اصناف سخن کی کثرت ہے  
 سید محمد ہمدرد مصطفیٰ آبادی نے اسے باسمی کی مانند ادیب کو حقاً تخلص اپنے لئے قرار دیا تھا۔  
 ان تافض صحبت سے کہتے ہیں عربی کے بالمال شاعر بنے ان کا کلام محاسن شعر سے  
 بہرہ ور ہے۔ لکھنؤ کی مجلس ادب عربی مجسم الادب انھیں کی کوششیں کا نتیجہ ہے۔  
 مولانا ذوالفقار علی دیوبندس کا بدبیر گزرتا اور ہجرتی عربی شاعری میں بلند مقام عطا  
 جانے کی محتق ہے اس طرح ملا فضل حسین نے عربی کے لیکڑوں حکم و امتثال کو عربی  
 اشعار میں جمع کر کے ہندوستان میں ادیب ہونے کا شرف حاصل کیا۔  
 عبدالحیہ خان آصفی رامپورس اور عبدالحکیم علی دیوردس نے عربی انرازا بہر شیب  
 لکھنے کے علاوہ اہل قارم کی پیروں میں بہار شیب بھی لکھی ہے۔  
 اس طرح عربی ادب میں ایسے اضافے کے موجود ہیں۔  
 اور حبیب رحمان عثمانی دیوبندس نے اسول اکرم کا ایک سو منفہ معجزات کر  
 تین سو چالیس اشعار میں نظم کر کے لایہ المعجزات کے نام سے ایک نئی جہز  
 پیدا کی اور اسول صا ایک مخلصوں پہلو ٹوٹے لہریے سے نظم کر کے بانی اسلام کو خراج  
 عقیدت پیش کیا۔ علامہ انوار شاہ کشمیر نے مختلف موضوع پر لکھنے کے ساتھ  
 ساتھ تحریک قادیانیت کا عربی شعرائے مقابلے میں عربی شعر سے جواب دیا اور  
 تردید میں دسیر قصیدے لکھے۔

حمید الدین قرابی کا کلام لا بیت کی کسوٹی پر چھانڈا گیا اور فصاحت و بلاغت اور محاسن  
شعر کا آئینہ دار تسلیم لیا گیا۔ قرابی کے کلام نے عربوں کو بھی مسلمان کیا۔  
سید سلیمان ندوی کا کلام میں تنوع دیکھنے کے ساتھ عربی کے اعلیٰ شاعر و ادیب کا کلام  
کی خوبیاں موجود ہیں۔

اعجاز علی دیوبند کے کلام کی خصوصیت ائمہ و اہل بیت کی جنگ و شنگ۔ نکھار  
اور سوز نثر اور میں۔ سید محمد باقر سید ظہیر الحق۔ سید بشیم حسن۔ عبد الرحمن  
سیو باروی۔ حکیم عبد الرحمن سیو باروی وغیرہ کے شاعریوں کی عظمت کا  
اعتراف مہر ادیب کو بھی کرنا پڑا۔

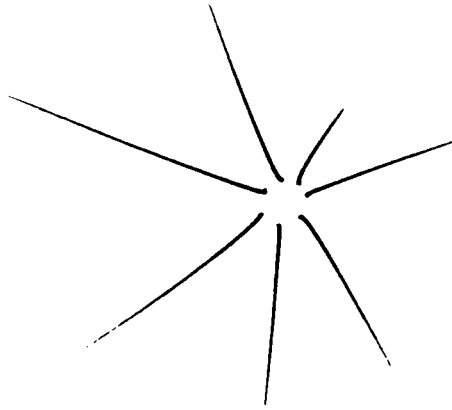
مغربی یورپی میں حسن لوگوں نے جو دھویں لہریں بحر میں طرے نغمہ و نثر میں اپنے نغمے  
کی جولاہی دکھا دی تھیں مثلاً فیض الحق سیو باروی۔

حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیر۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی  
مولانا اعجاز علی امروہی۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبند۔ مولانا ادیب کمانڈر علی  
حکیم عبد الرحمن سیو باروی۔ مولانا عبد الرحمن سیو باروی۔ ظہیر حسین بارہوی۔  
یعقوب بخش لاٹھی بدایونی عبد الجبار خان آصفی امروہی۔ عبد الجبار عمر پوری میرٹھی۔  
اشیخ حبیب ملک رامپوری۔ سید نجم الحسن امروہی۔ مفتی تغایت الدین شامیان پوری  
یہ تمام حضرات جو دھویں لہریں بحر میں طرے شاعری کے میدان میں بہت ہی غایا  
نظم آتے ہیں۔ ان تمام شعراء کے کلام کا تذکرہ آخری تفصیل کے ساتھ کیا گیا۔

جیسے جہان نگر تا گیا عربیت پر عجیب کا غلبہ ہوتا گیا۔ مہاراجہ عربیہ میں اہل زبان



وعلوم کی ترویج و اشاعت اور داریں تدریس ضروری تھی۔ مگر اس کا باوجود عربی زبان  
 علماء و فضلا کا دائرے میں محدود رہی اور اس عربی ماحول کہ نہ بیرون کے باوجود مغربی  
 یوپی کا عربی سرمایہ قابل توجہ ہے۔ یہاں ایک متعدد شعرا پیدا ہوئے جو اہل عرب اصحاب  
 مملکت اور مشن و دیگر اہل زبان کے پتہ تو نہ ہو سکے لیکن ان کا کلام کسی نہ کسی وجہ سے  
 اہمیت کا حامل ہے۔ اور سند و ثبانی عربی شاعری میں اس کا ایک منفرد مقام ہے۔  
 شعرائے مغربی یوپی کی زندگی چونکہ عربوں کی طرح بہر بیان نہ تھی اس لئے بے  
 آب و گیاہ لفظ و قیصرانوں میں پانی کی تلاش و غفلت ان کی جستجو دھوپ کی  
 شدت اور آفتاب کی تمازت وغیرہ کلام طور پر تذکرہ نہیں ملتا۔  
 ان کا کلام میں غزلیں ہی موجود ہیں اور مرثیاتی تقاریر - رباعیات - قطعات -  
 نظمیں - حمد - نعت - مذاہبات تاریخ ٹرائی ٹینیت - تعزیت - حکمت - نصیحت -  
 فخر و حماس - حب الوطن - منظوم مراسلت - شکایت زمانہ وغیرہ پر جس اشعار ملتے ہیں۔



## مولانا حبیب الرحمن عثمانی

(متوفی ۱۳۲۹ھ)

مولانا حبیب الرحمن عثمانی دیوبندی ، مولانا فضل الرحمن کے فرزند ارجمند تھے۔ دیوبند میں پیدا ہوئے اور یہیں جملہ علوم و فنون کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد تدریسی خدمات انجام دی۔ ۱۳۲۵ء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کے نیابتِ اہتمام کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ اپنے دورِ نیابت میں دارالعلوم کو ہمہ جہت ترقی دی،

۱۳۲۳ء میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب کی سبکدوشی کے بعد حیدرآباد کے مفتی اعظم کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ پھر ایک سال بعد چھوڑ کر آگئے اور دارالعلوم کے عہدہٴ اہتمام کو سنبھالا۔

۱۳۲۵ء میں آپ نے آل انڈیا جمعیتہ علماء ہند کے اجلاسِ گیا، کی صدارت فرمائی تھی۔ اور کلیدی خطبہ دیا تھا۔ آپ ایک متبحر عالم، بہترین ادیب اور شاعر تھے۔ آپ کا تدبیر، فراست، دور اندیشی انتظامی دور بینی ضرب المثل ہے۔

امورِ اہتمام میں شب و روز مصروف رہنے کے باوجود کتبِ بینی کا بھی عشق کی حد تک شوق تھا۔ آپ کو تصنیف و تالیف سے بھی

حاصلِ لگاؤ تھا ، نشر کے ساتھ نظم پر بھی قادر الکلامی کاشفوت دیا ہے ۔  
 آپ کے علمی ذخیروں کی قدرے دستیاب فہرست مندرجہ ذیل ہے :  
 ۱۔ حاشیہ مقامات حریری جو حل لغات کے ساتھ پہلی مرتبہ مطبع  
 مجتبیٰ دہلی میں طبع ہوا ۔

۲۔ — قصیدہ لامیۃ المعجزات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت  
 میں تقریباً تین سواشعار پر مشتمل ہے ۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے سومعجزات نہایت فصیح و بلیغ انداز میں جمع کئے گئے ہیں ۔

( مولانا اعجاز علی نے اس کی اردو شرح کی ہے )

۳۔ — اشاعت الاسلام تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے ۔

۴۔ — تعلیمات اسلام

آپ کی عربی شاعری پر قادر الکلامی کا عمدہ ثبوت آپ کا نعتیہ  
 طویل قصیدہ ہے ۔ جن میں آپ نے ۱۲۰ معجزات النبی کو تین سو پچاس  
 اشعار میں پرو دیا ہے ۔ علاوہ ازیں چند مطبوعہ کتابیں بھی ہیں ۔ نیز  
 ماہنامہ القاسم کے مختلف شماروں میں دو سو اشعار اور تینیس کے گیارہ  
 بند دستیاب ہوئے ہیں ۔

نمونے کلام ملاحظہ ہو :

ایہا المحتال فی ثوب الامل	والمباہی بطوار فی الحل
والمجاری فی میادین الخلا	قد دنت منک مرارات الاجل
کم تعیل او تمید مترفا	فی رداہ من شباب مقتل

کم تبیب فی مناغات الدمی	والمنادی بالصباح قد نزل
کم تنحن أوتجن بالصبا	واستنار الراس شيبا واشتعل
کم یفق عن سكره یوما ولم	یحفظ الاعضاء عن وسم الزل
قلبه كاللیل داج اذ سجدی	سار نور العرف منه وارتحل
ماله من ملحاً أو مؤل	غیر باب السید المولی جل
لذ بباب المصطفی خیر الوری	ملجاً المکروب مفتاح العضل
سید الکونین مصباح الدجی	أول المخلوق فی علم الازل
مامشی الا ومن طیب الشدی	یعرف المشتاق ابن المرتحل
فاستنارت اذ بدا انواره	وامتلاً بالضوء سهل وجبل
قد حباه الله ملکا واسعا	فاعفی الادیان وانساخ الدول
باق قرانا مبینا واضحا	لم یزل اعجازه منذ نزل
هذه آیاته املتھا	من ألوف المعجزات انتحل
ماه خذھا واما ان ترد	ان تزيد فانظر الکتب تنل

مرض الوفاۃ کی بے چینی میں کبھی مناجات سے

چند اشعار

اتاک الہی خائف متضرع	ٹیس کسیرا قلب ولہان موجعا
ومعترف انی خلطت بصالح	ذنوباً هوت منها الجبال تصدعا
انتیتک لأرجو سواک ولا یری	لنفسی منحاز ولا متضرعا

وصرت كفرخ لا تطيق نهوضه ولا يتقوى ان يطير ويسرعا  
تعاودني الاستقام بدءا وعودة وتعركني الالوجاع عركا مفتجعا

---

- 
- (۱) ہندوستان میں عربی شاعری : ڈاکٹر حامد علی خاں ، ص ۲۶۶
- (۲) علماء ہند کا شاندار ماضی . ص ۲۰۸ ، ۲۱۱
- (۳) لایئۃ المعجزات ، ص ۲۰۱ ، ۳ . : حبیب الرحمن عثمانی ،  
مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند .
- (۴) نفحة العرب جدید ، ص ۱۳۲ ، ۱۳۳
- (۵) حیات شیخ الہند : سید اصغر حسین دیوبندی ، مطبع قاسمی دیوبند ۱۳۳۲ھ
- (۶) ماہنامہ القاسم ج ۲ بابت جمادی الاول ۱۳۳۳ھ ص ۶-۷

## حکیم عبدالرحمن سہارنپوری

(متوفی ۱۳۲۶ھ)

حکیم عبدالرحمن ابن احمد علی محدث سہارنپوری نے حفظ قرآن کے بعد فارسی و عربی کے درس نظامی کی تکمیل کی۔ بعد ازاں اپنے والد سے حدیث اور مولانا فیض الحسن سے عربی ادبیات میں حصول کمال کے بعد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے حلقہٴ ادارت میں داخل ہو گئے۔ حکیم صاحب ویسے تو اپنے عہد کے بڑے عالم تھے لیکن طب، حدیث اور عربی ادب میں خصوصی مہارت تھی۔ اس لئے ان فنون میں آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر ہے۔ حکیم صاحب کتب معاش کے لئے پیشہٴ طب اختیار کرتے ہوئے اپنے وطن سہارنپور سے ہجرت کر کے اٹاوہ میں مطب شروع کیا۔ وہاں نواب محسن الملک سے تعلقات استوار ہوئے ان کی تحریک پر عازم حیدرآباد ہوئے اور حیدرآباد میں نواب خورشید جاہ بہادر کے طبیب خاص مقرر ہوئے۔ وہ عابد و زاہد، قانع، صابر، حلیم و متعل، پابند وضع فیاض طبع اور مہمان نواز تھے۔ انہوں نے اپنی طبی مجربات کو ”طب عثمانی“ کے نام سے ترتیب دیا تھا اور یہ مجموعہ حکومت کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ حالی کی خواہش پر مشہور مرثیہ اندلس کے ہم وزن قافیہ

پر ہندوستان کی تباہی کا ایک پُر درد مرثیہ لکھا تھا۔ ۱۳۲۶ء میں انہوں نے حیدرآباد میں سفر آخرت اختیار کیا۔

حکیم صاحب عربی زبان کے بہت اچھے ادیب اور شاعر تھے۔ کتب خانہ حبیب گنج میں "التحفۃ العثمانیہ" نامی ایک مخطوطہ ہے، اس مخطوطہ کے ایک سو انیس صفحات میں بارہ سواٹھائیس اشعار ہیں۔ ان تمام اشعار کا قافیہ "یا" ہے اور مختلف عنوانوں کے تحت یہ ایک طویل اور مسلسل قصیدہ ہے۔ اس میں موصوف نے اپنے بچپن کے اجمالی حالات، تحصیل علم اور اسفار وغیرہ کا مختصر ذکر کیا ہے۔ لہذا اس اعتبار سے "التحفۃ العثمانیہ" کو ان کی سرگذشت کہا جاسکتا ہے۔

اس قصیدے میں نواب محسن الملک، بشیر الدولہ، نواب وقار الملک، عماد الملک، فرید الملک وغیرہ نوابوں کی مدح سرائی کی ہے اور ان کے اہم کارناموں کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لہذا اس لحاظ سے قصیدہ مذکورہ کو ریاست حیدرآباد کی مختصر تاریخ کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو :

وماذقت من الزمان وقرہ	وما مسنی سوء ینکب حالیا
وما کنت ادری قبل ذلک ما الجفا	وما أعرف البلوی من الدھر ماہیا
وما کنت ابن شیخ الہند عمت علو <sup>مہ</sup>	ادانی طلاب بها والا قاصیا
وما نزعی دون الالہ وانما	الی اللہ اشکو لا الی الناس ماہیا
وفوضت من ضرع العلوم حلیة	افاویق فی بیت المکارم نابشیا

فما زال شغلی بالعلوم ودرسها      الی اننی اتممت درسا نظامیا  
 حدیثا وتفسیرا وفقها وحکمة      وطبا وتجویدا وعلما معانیا  
 فنلت بفضل الله منها لبانتي      باوفر حظ کان فیه نهائیا  
 بلوت کثیرا یدعون مؤدتی      فلم أر فیهم خالص الود صافیا  
 ألم تسألوا عنی اناسا وقد بلوا      علی فتنه صماء کیف اصطباریا  
 فقد شهد الأعداء عنی شهادة      بان لا احب الرعب اذا دعانیا  
 فذرهم وشکواهم وهبهم کأنهم      فما قتیح بحریر تغبن الاواذیا

### نواب محسن الملک کی مدح میں چند شعر:

کرمیا ستمًا اصلا ومجدا وسوددا      وعلما وحلما وافرا معالیا  
 وفاضت ایادیہ علی کل طائف      فازری بمعن عندها وایادیا  
 عطونا علی الغرثی زعیما بشانهم      نزوعا عن الشیخ المطاع تقالیا  
 مأثره مشهورة فی بلادنا      له من اعاجیب تروق النوادیا

### نواب مختار الملک پر کہے گئے مرثیہ کے چند اشعار :

وکان بسوس الملك عدولا وحکمة      وکان خبیرا وافر الهمز داهیا  
 وکان جلیدا اصمعیاً فؤاده      ذکیا سریع الفهم جدا وقاهیا  
 وکان نزیه النفس فی الصبر غایتہ      و فی الحلم اعجاز أوفی البذل طائیا



له حکم لقمان سماحة حاتم  
 تحلم عند الريب عما یریبه  
 وان الرعايا یبذلون نفوسهم  
 قریحة الوقاع یشرق ضوئها  
 ودانت له صید الرقاب ولم یروا  
 وقد جمع الحذاق من کل موطن  
 اشاع العلوم المعتریة کلها  
 یری للرعايا ان تكون علومهم  
 الا کل من فی الارض لابد هالك  
 فان تک اقتنک الیالی مرورها  
 وما کانت الدنیا تدوم بحالة  
 وما من فتی الا ویشرّب کأسه  
 ذکاء ابن عباس ، وفاء ابن عادی  
 تخش عند الضیم للضیم ابیا  
 علیه وكانوا یتغنون المرابضا  
 له غامضات الملك کلا کماها  
 لا أنفسهم دون الاطاعة هادیا  
 واحضر جمعا من ذوی الهندطاحیا  
 واصبح فیها للمدارس بانیا  
 علی حسب ماتغنی وتکفی الدواعیا  
 وان عاش دهره فی التنعیم نائیا  
 محسنک لاتغنی وتغنی الیالی  
 ولا حالته الا متصرف ثانیاً  
 من الموت حتی لاتری الشئ باقیاً

### راجہ کشن پر شاد کی مدح میں چند اشعار

وان له حظاً من العلم وافرا  
 وان له طبعاً سلیماً ودریة  
 شهاب یضیئ البجین بضوئه  
 فطین ذکی لودعی وما به  
 وان له سهماً من الخلق وافیا  
 بها نهتدی الاعمال حکماً سیاً<sup>سیا</sup>  
 رواء یرتدی کل من جاء ظامیا  
 من العیب دون البذل سرا وجاہیا

حُلُو عَلَى الْأَصْحَابِ مَعَ عَلَى الْعَدُوِّ      فَمَجْتَمَعُ الْفِتْنَيْنِ مَرَا وَ مَاذَا  
 عَصَى نَفْسَهُ فِي مَا طَاعَ مَلِيكَهُ      فَلَلَّهِ مِنْ قَرَمٍ مَطْبِيعًا وَعَاهِيَا  
 لَهُ بِشَيْخِ الْدِينِ فَرَطُ عَقِيدَةٍ      مَا بَسَوَاهُمْ كَانَ لِلْوَقْتِ رَاعِيَا

---



---

(۱) التحفة العثمانية ص ۵۱ - ۵۸ ، ۷۹ - ۸۱ ، ۳ - ۱۲ ، ۱۵ - ۱۹ ،

ص ۵۰ - ۵۱

(۲) ترميمه الخواطر ج ۷ ص ۲۹۳

(۳) مخطوطه  $\frac{25}{122}$  جيب گنج ، آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ .

## مولانا یعقوب نانوتوی

ولادت ۱۳ صفر ۱۲۴۹ء وفات ۱ ربیع الاول ۱۳۰۲ء

نسب: مولانا یعقوب ولد مملوک علی نانوتوی نانوتہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کا تاریخی نام " منظور احمد " غلام حسین " اور " شمس الغنی " ہیں۔

حفظ قرآن نانوتہ میں کیا ، پھر اپنے والد کی خدمت میں دہلی

۱۲۶۷ء میں پہنچے اور جملہ علوم وفنون کی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔

حدیث کی تعلیم مولانا شاہ عبدالغنی مجددی اور حضرت نانوتوی سے حاصل کی ۔

معقول و منقول اور علم فقہ و حدیث و اصول حدیث میں آپ مایہ ناز عالم تھے

فراغت کے بعد اجیر گورنمنٹ کالج میں آپ کا تقرر ہوا

۱۲۷۷ء میں سفر حج سے واپسی کے بعد دارالعلوم دیوبند میں

تدریسی خدمات انجام دینے لگے ، آپ کے شاگردوں میں حضرت تھانوی ، مولانا

خلیل احمد سہارنپوری ، مفتی عزیز الرحمن ، مولانا حبیب الرحمن وغیرہ اکابر علم

ہیں ۔ آپ نہایت خوش وضع ، نیک خو ، نرم گفتار اور صاحب کمال

و کشف و کرامات بزرگ تھے ۔

شاعری | تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ شاعری سے بھی خوب لگاؤ تھا

آپ کا تخلیق ” گمنام “ تھا۔ شاعری کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی ذوق تھا آپ کی تصانیف میں ” سوانح مولانا محمد قاسم نانوتوی “ مکتوبات یعقوبی اور ” بیاض یعقوبی “ یادگار زمانہ ہیں۔

۱۳ ربيع الاول ۱۳۳۵ھ کو اپنے وطن نانوتہ میں وفات پائی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو : ” حیات یعقوب و مملوک “

آپ کی شاعری کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو :

[ نوٹ : آپ کے کلام سے صرف سلطان عبدالحمید خاں اول کی مدح میں کچھ گئے اناسی اشعار دستیاب ہو سکے۔ اس مدحیہ اشعار سے ہی نمونہ کلام پیش خدمت ہے : ]

الوعظ ینفع لو بالعلم والحکم	فالسيف ابلع وعاط على الفهم
لولاه مابلخ الدنيا لا آخرها	وارض كل وجود الدهر في العدم
اکرم به ملکا للمسلمين غرا	كيف الانام مزيل الفقر والعدم
طابت مناقبه عمّت فضائله	جلت مراتبه من بارح الفهم
عبدالحميد لقد اکرم ملتنا	لانت ليت اسود الله كل کمی
حمایته لحنی للإسلام دائمة	قد بلغوا جهدا من غير ما سام
الروس یخذ عکم والله خادعهم	تعلته بحروب بات بالصرم
لا زال جود سماء الجود منھرا	يعاقب الامن للدنيا والامم
لا زال حاسدك المکتوب في كرب	في كل حين من الاحيان ملتزم

لولم یضل فلیصل منامدائهم النطق یسعد الاسعاد للقدم

- 
- (۱) سوانح یعقوب و مملوک ص ۲ - ۸
- (۲) نزهة الخواطر ج ۸
- (۳) احیاء علوم الدین لایم الامام ابوالمحامد محمد بن محمد بن الغزالی الشافعی  
متوفی ۵۰۵ھ . مطبوعه قول کشور مکتبه . ۱۲۸۱ھ ، ص ۳۷۵
- (۴) قصائد قاسمی . ص ۲۹ - ۳۰
- (۵) ہندوستان میں عربی شاعری ، ص ۱۸۲

## مولانا ظفر احمد عثمانی

(م ۱۳۹۴ھ)

مولانا ظفر احمد عثمانی ابن شیخ لطیف احمد ابن شیخ نبیل احمد تھانوی ثم دیوبندی کی ولادت ۱۳ ربيع الاول ۱۳۵۵ھ میں قصبہ دیوبند میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی۔ صرف و نحو ادب اور دیگر فنون متداولہ اپنے ماموں حضرت تھانوی کے زیر نگرانی مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں مولانا عبداللہ گنگوہی سے حاصل کی، پھر مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے، یہاں سے فراغت کے بعد ۱۳۳۸ھ میں مدرسہ مظاہر علوم کے مدرس مقرر ہوئے پھر ۱۳۵۸ھ میں ڈھاکہ یونیورسٹی میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم سٹڈنٹس یار پاکستان میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے اور اخیر عمر تک وہیں سے وابستہ رہے۔ تدریس کے ساتھ تصنیفی مشاغل بھی رہے۔ جس کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔ آپ کو عربی شاعری کا بھی خوبصورت ذوق ملا تھا، جس کا اندازہ آپ کے دو عربی قصیدوں کے مجموعہ ”نور علی نور“ سے ہوتا ہے۔ دوسرا مجموعہ قصائد ”وسیلة الظفر فی مدح خیر البشر“ بھی

کتابی شکل میں طبع ہو چکی ہے ۔

اول الذکر قصیدہ ۵۴، صفحات پر محیط ہے اور ۱۳۵۴ھ میں

جمال پریس دہلی سے طبع ہو چکا ہے ۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو :

تلوح علی بعد کبدر مدور	اھدی سلیمی فی جمال منور
ام الزهرة الزهرة لاحت بمشتري	ام النجم فی افق من الشرق طالع
فیم علی غیت من اللہ منش	ام البرق فی جنح من الليل لامح
قد اضطربت لیلا بجند مظفرا	ام الراية البيضاء فی ارض طيبة
ومن آل عدنان ومن آل حمیر	یلوز بها الاقیال من آل هاشم
وخیر رفیق بالمغار المحجر	ابوبکر الصديق أول مؤمن
اعز به الاسلام فی کل محضر	ابو حفص الفاروق خیر خلیفہ
علی الموت ظلما بالقضیب المشہر	وعثمان ذوالنورین افضل صابر
وما ابصرت عینا شجاع کحیدر	علی فتي الفتیان بطلا مجرب
کابن اُخیه ذوی الجناحین جعفر	وحمزة اسد اللہ رسولہ
وسیف اللہ له خالد کالغضنفر	وسعد بن وقاص وعمر ودعافر
ولم یلعبوا الا بسیف وخنجر	اسود الوغا ابطال اوس وخرج
من الظلم فی شر من الجبل منکر	نبی اُنی والناس فی فحمة الدجی
بطلعة میمون النقیبة ارھر	فلالآ نور الحق والرشد ساطعا
بوجد منیر مستنیر منتور	محمد المبعوث للناس رحمة

بأفضل بيت كان من آل هاشم  
سلالة امجاد كرام ذوى العلى  
اتانا بنور لن ترى العين مثله  
اتانا بأيات كشمس منيرة  
اتانا ببرهان من العلم والهدى  
واكرم قوم كان في خير معشر  
ذوى نسب من خندف مثل منبر  
ولم تر حقاً مثله من مخبر  
تجلت على الاقطار في خير منظر  
فيا خير مورود ويا خير مهدر

دعاهم الى التوحيد والبر والتقوى  
وقام بامر الله يوماً على الصفا  
الا خبر واعنى بما تعلمونه  
فقالوا أمين صادق غير كاذب  
فناد بصيرة زلزل الارض مرة  
ألا فاهجروا ما تنحتون وسارعوا  
اقرّوا بأن الله لأربّ غيره  
وترك المعاصى والاذى والتجبر  
فنادى الاهل من سميع ومبصر  
فقد عشت فيكم مدة بين اظهر  
وما قلت روداً قط يا ابن المخير  
الا فاقبلوا اقول النذير المذكر  
الى ربكم قبل العذاب المدمر  
واى رسول من ملك مقتدر

ففتح آذاناً بحق مصدّع  
فصاروا كأن الطير فوق رؤسهم  
وناد شقى القوم تباً لن دعا  
ولما رأى من اهل مكة جهدة  
وبصر عمياناً بنطق مفسر  
حيارى جميعاً للكلام المؤثر  
فتبت يداه فى لهيب مسعر  
أتى طائفا يرجو لنصر مرزور



فلم يستجیبوا للرسول واغلطوا      له القول سبًا ثم ضربا بأحجر  
ضاء بقلب مطمئن برّبه      حزين على اعمال قوم متبر  
فلو شاء ان یدعو علیہم لطفیت      علیہم جبال فی نکال منکی  
ولکن دعا ربّ اهد قومی فانہم      سکاری بجہل فی القلوب محتر

مولانا کی وفات ۲۱، ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ . مطابق ۸/ دسمبر  
۱۹۷۲ء میں پاکستان میں ہوئی .

(۱) نور علی نور ص ۲۹

(۲) نور علی نور ص ۲۹ - ۳۰

# مولانا اوز شاہ کشمیری

-: کی :-

## عربی شاعری

شاہ صاحب نے تصنیفی لحاظ سے چند معرکہ الآراء رسائل لکھے۔ اور متعدد خلاصے بطور یادگار چھوڑے۔ آپ عربی و فارسی کے شاعر تھے۔ عربی اشعار کی تعداد دیکھ کر لگتا ہے کہ گویا آپ نے شاعری ہی کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہو۔ آپ برجستہ اشعار کہتے۔ خطوط میں متعدد جگہ اشعار کہتے۔ آپ کے کلام میں غزلاتوں اور رکیک الفاظ کا مطلق استعمال نہیں ہے۔ حسن ترکیب سلاست، انسجام اور الفاظ و ترکیب کے اختیار میں انہیں متبنی پر فوقیت دی جاسکتی ہے۔ البتہ بعض اشعار میں ایجاز و اختصار، حقائقی و دقائقی کے بیان اور لطیف اشارات کے استعمال سے اغلاق پیدا ہو گیا ہے۔

ان کے کلام میں حمد، نعت، مناجات

حکم و امثال، علوم و معارف وغیرہ اصنافِ سخن ہیں۔

سید محمد ادریس قاسمی نے شاہ صاحب

کے اکثر اشعار کے "قصیدہ" اخلاقیہ مناجاتیہ کی اردو میں شرح لکھ کر ہر شعر کے محاسن، اور صنائع و بلاغ تحریر کئے ہیں۔ یہ شرح <sup>۲۱۴</sup>۱۳۲۶ء میں مطبع قاسمی سے "حکمت شعر" نام سے طبع ہوئی ہے۔

علامہ بنوری نے آپ کے منتخب کلام سے <sup>۲۱۴</sup>دو سو سترہ اشعار نقل کئے ہیں۔ مجھے دوران تحقیق شاہ صاحب کے سات <sup>۴۶۶</sup>سات سو چھیالیس اشعار دستیاب ہوئے ہیں، بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ ہوں،

### نعت کے چند اشعار

یرق تائق موهنا بالوادی فاعتاد قلبی طائف الایجاد  
 له هم تناوح تارة دیم لها حتی غدا الایام کالاعیاد  
 حب النسیم علی الربی فتضا حکت بشیر العید عرارها والجاوی  
 لعبت صباحا والشمال وتارة لعب الغصون معطفا المیاد  
 سخ الضباء فکاد یهلك معزم حور العیون وعطفة الاجساد  
 شمس الضحی بدر الدجی صدر العلی علم الهدی هو قدوة للعادی  
 مولی الوری و بشیرهم و شفیعهم و خطیبهم فی مشهد الاشهاد

سهل الاریكة اکرم العرب الاولی

خیر العباد و خیرة العباد

خیر الوری بیتا و اخیر محتدا

وبینهم من معدن منطاد

والافصح الامی اصدق لهجة      وممن تکلم باللسان الضاری  
 سرالمهمین عبده ورسوله      بشری محیاہ حیاة الضاری  
 وافی شہیدا منذرا وبشیرا      من ربه بالوعد والایعاد  
 فلوائه و مقامه مع حوضه  
 یوم التنادی للوسيلة شاری  
 قد جاء والدینا علی ظلماتها  
 والجعل والبوسی علی اعتاد

### مرثیہ رشید احمد گنگوئی کے چند اشعار

الیہ المنتهی حفظا وفقها      واضحی فی الروایة کالمدار  
 واحیی سنۃ کانت میت      واذ وضع النهار فلا تمار  
 واصبح فی الوری صدرا وبذرا      منیرا دارۃ احلک التواری  
 فضیل زمانہ ورعا وزہدا  
 وحاتم عصرہ عند امتیار  
 دسمبر میں جمعیت العلماء کے سالانہ اجلاس میں فی  
 البدیہ اڑتالیس اشعار کا قصیدہ لکھ کر حاضرین کو سنایا۔ نمونہ کلام  
 ملاحظہ ہو :

اوما تری لماعدت عن طورها      عذارة لیونان والبرطان  
 اوما تفرق عنہم وقلبہم      من رحمۃ الصبیان والنسوان

## مولانا فیض الحسن کی عربی شاعری

مولانا فیض الحسن عربی فارسی اور اردو شبنوں کے باکمال ادیب اور شاعر تھے ، شبنوں زبانوں میں کلاسیکی شاعری کہہ کر اپنا لوہا منوا رہے ہیں ۔

امام بخش صہبائی کے شاگرد تھے ”مخلص خیال“ تھا ۔ ان کا اردو کلام کا مجموعہ ”گلزار فیض“ کے نام ان کے خلف مولوی رشید احمد نے شائع کیا تھا ، لالہ سری رام نے اپنی تصنیف ”خمیانہ جاوید“ میں ان کی عظمت و وقعت کا تذکرہ و اعتراف کرتے ہوئے چند شعری نمونہ بھی درج کیا ہے وہ لکھتے ہیں ۔ ”آپ کا کلام برائے طرز کا ہے اس میں کوئی خاص جہت و ندرت نہیں اکثر و بیشتر قصائد و لغت کے علاوہ حاکمان بزرگان دین و رؤسائے ملک کی مدح میں اشعار ملتے ہیں۔“

فیض الحسن خیال سہارنپور کے باشندے برے جید استاد اور فاضل و ماہر مانے جاتے ہیں ۔ اورینٹل کالج لاہور میں پندرہ بیس برس تک علوم مشرقیہ کے پروفیسر رہے ۔ پروفیسر آزاد کے ہم عصر تھے ۔ سنا ہے کہ آپ مولانا صہبائی کے نامور تلامذہ میں تھے

## مکمل دیوان فیض



اردو و فارسی میں آپ نے لغز کی خاطر شاعری کی ہے  
 حقیقت میں آپ کو عربی سے شغف تھا۔ ہندوستان میں چند اہم  
 اشخاص صاحب دیوان گزرے ہیں۔ ان میں ایک اہم نام فیض  
 الحسنؒ کا بھی ہے۔ مولانا کی ادبی شہرت کا ضامن ان کا عربی  
 کلام ہے۔ جسے علامہ حمید الدین فراہی نے ”دیوان فیض“ کے  
 نام سے حیدرآباد (دکن) سے ۱۳۲۲ھ میں شائع کیا تھا۔  
 عربی کے مختلف اصناف میں انھوں نے شعر کہے ہیں۔ انکی شاعری  
 کا موضوع مدح، مرثیہ، لغت، غزل ہیں۔ قصائد کا طرز عرب  
 جاہلیت کے پنج پر ہے۔ بایں وجہ بھی کہ زمانہ جاہلیت کی شاعری  
 ہی عرب شاعری کا سرچشمہ سمجھی جاتی ہے۔ آپؒ نے لغت البنی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے بزرگوں اور محسنوں کے  
 مدحیہ قصائد بھی لکھے ہیں۔ مدحیہ قصائد کے عنوانات میں نواب شاہ  
 جہاں بیگم، نواب مہدی حسن خاں (م ۱۸۸۹ء)، نواب کلب  
 علی خاں (م ۱۳۰۲ھ) بھی شامل ہیں۔

لذاب کلب علی خاں کی مدح میں کہے گئے چند اشعار :-

سمعت صباح الیوم صوتاً من اللدنی \* فهاج من التغرید ما لم کن ادری  
فتمت علی فوری وغررت مطرباً \* بکلب علی خاں الکریم علی قدری  
فتی جدۃ فوق الحدود وجده \* یجد مجداً فهو عین الفی البدر  
قد ورنه مرفوعة وهو لا یزی \* جفان له موضوعة وهو لا یدری  
ابوالصیف بقری کل من ضیافة بان \* یحکمہ فی المرق واللحم والقدر  
ان کے علاوہ اور ایک عظیم ترین شخصیت لذاب صمد بن حسن خاں کی  
ہے۔ ان کی مسلمی و ادبی حیثیت سے مولانا بہت متاثر تھے۔ آپ کی شان  
میں کہے گئے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

آآل علی البشر واثم البشر و ا \* بان فتی منکم کریم و خیر  
جواد کریم ارسلت قبل عارض \* سری تغدا یدلون من الارض یمطر  
کریم له عز و فضل و سودر \* و عرق به یعلو و مجد و مقدر  
له ذکر خبر فی الثواری و خیر \* کثیر و لا ینفک ینمو و یکثر  
تری کل صندید سواء و حولہ \* قیان و کویہ منن و مزمر  
لذاب شاہ جہاں بیگم کی مدح میں چند اشعار

منت فمنت بالوصال فمنت

بالیتماضعت به ماضنت

لنفسی تحمل علی الصدور کلا بنة

الامطاوعة لہا ما جنت

## مولانا ذوالفقار کی عربی شاعری

مولانا ذوالفقار علی کو عربی نظم و نثر میں مکمل قدرت تھی۔ بقول مولانا اصغر حسین دیوبندی "مولانا کو علوم ادبیہ سے خاص مناسبت تھی، نظم و نثر آپ کی عرب العریاء کی یاد دلاتی ہے۔

بقول مفتی عزیز الرحمن "مولانا عربی ادب میں نہایت اونچے مقام کے مالک تھے۔ عربی زبان میں بہت سی نظمیں اور مرثیٰ لکھی ہیں۔" انہوں نے عربی میں جو شاعری کی ہے صرف چند کتابوں میں تقریباً بن سواستعار دستیاب ہیں۔ کہیں آپ کا کلام یکجا صورت میں نہیں۔ ہندوستان کے مشہور کچل آم کی نسبت بطرز بدیع تحریر فرمایا ہے :

ان کنت نبغی اطیب اللذات      •      فعلیک صاِحِ یا نبہ الثمرات  
فی حسن مردی فی بناہ سیرۃ      •      فی لطف ذاتی فی سمویات  
من طعمہا فی کل قلب شہوۃ      •      فکاہا محبوبۃ الشہرات  
یا حسن حمرنہا و خضرنہا و صف      •      نہا علی الشجار فی الروضات  
فکانہا الوان و جنات .. الحبا      •      تب مستہا العنای فی الغلوات  
واذا عصارنہا مصفقت وجدتها      •      احلی کمثل رضاب محبوبا<sup>(۱)</sup>

سلطان عبدالحمید کی مدح کے چند استعارے :

سفاکۃ و حباۃ العاشقین بہا      •      فنا کفہ وہی مع مرہم العلل  
ہتقاء ضامرۃ لغساء غادرۃ      •      بیضاء ساحرۃ بالفخ والکحل  
کالشمس بندو جہارا غیر غانیۃ      •      ونسٹر بالاسنار والککل

الہدیۃ السنۃ ص ۱۱



- انت الی بعینی • قلبی جریحا بجرح غیر مندمل ، ،  
 العادل البازل المرهوب سلطوته • فی الجود کالبجرمل کالعارض العطل  
 لله جنتک ابطال النزال ومن • فی الکر کاللیث فی التمكن کالجبل  
 بال عثمان وبافخر الکرام وبأ • خیر الامام لانتم منتهی امل  
 وقد دعانی الی الانشاد محبکم • قسرا فليست باهل الشعر والغزل  
 اعداءکم فی حفض الذل من حیل • احبابکم من ذری العلبا فی قلل<sup>(۱)</sup>

مولانا فاسم النوتوی کی وفات حسرت آیات پر بزبان عربی حسان الہند

مولانا ذوالفقار علی کا اظہار درد :

- بافاسم الخیر من للعلم والدين • اذا ارتحلت وارشاد وبلغین  
 بافاسم الخیر من للطارقین ومن • للضارعين ومکروب و معزول  
 بافاسم الخیر اسمع من لکرتنا • بافاسم الضیر قل من للمساكين  
 من للمدارس من للوعظ من لهدی • من للتکات وتوضیح وتبيين  
 من للشرعة او من للطريقة او • من للحقیقة اذ ارسیت فی الطین  
 ساحت عنا ولم یوجد عدلک فی ال • علوم والفضل من عرب الی صین  
 باعن جودی بدمع غیر منقطع • علی الذی جل من مدح و مابین  
 بحر العلوم امام الکون اکرمہ • مبارک الاسم والزیون والبن  
 لقد مضی صاحبی من فی مصیبتہ • برئت من ذکر اسلاہ ونسکین  
 من لی بصدر عن الأحرار منقطع • من لی بقلب بصیر غیر مقرون<sup>(۲)</sup>

۱۔ فضاء فاسمی ص ۲۲-۲۶

۲۔ نزهة الزواهر ص ۱۲۱ ج ۸

## « مولانا اعجاز علی صاحب کی عربی شاعری »

ابتدائی تعلیم کے زمانے میں ہی جس وقت آپ فارسی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے تو شاہجہان پور میں مولود خوانی کا عام چرچا تھا اور ہر قسم کی مجالس میں مولود کرانے کا ایک خاص طبقہ میں ضروری جز بن گیا تھا۔ ادھر مولانا کی کم سنی اور پھر شاعری کا شوق شاہجہان پور کا قیام، اور بھائی محمد اقبال کا ساتھ، شاہجہانپور کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوئی جہاں ان دونوں بھائیوں کو نہ شریک کیا جاتا۔ مولانا کی برے ذوق و شوق کے ساتھ ان مجالس میں شرکت ہوئی، لیکن بعد میں ان مجالس میں آنا جانا خود بخود کم کر دیا۔ اسی ذوق و شوق کا نتیجہ یہ تھا کہ مولانا بے نکان شعر نظم کیا کرتے تھے، اور آج خیالات و جذبات کو برے سلیس انداز سے شعری قالب میں ڈھال دیتے تھے آپ کے اشعار زہدانہ خیالات اور اخلاقیات جیسے بلند پایہ مضامین سے مملو ہیں۔ آپ کا شعری سرمایہ صبر و قناعت زہد و تقویٰ اور تسلیم و رضا جیسے

جسے اوصاف سے منصف ہیں ۔

ابتدائی سخن وری ہیں مولانا کو خوش قسمتی سے علم و معرفت  
دونوں راہوں میں ایسے کامل اساذ ملے جس کی توجہ نے  
دونوں میں کامل بنادیا ۔ مولانا اپنے اشعار کی اصلاح مولانا  
شیر عثمانی اور مولانا الور شاہ کشمیری سے کرائے تھے اس  
لئے کہ آپ کو دارالعلوم میں ایسا ماحول ملا تھا کہ ارباب علم  
و دانش کے مابین شعری مجالس کرم رہا کرتی تھیں اور یہی  
وہ شعری سرچشمہ تھا جس نے مولانا کی عربی سخن وری کو  
جلابختی اس طرح مولانا کا یہ شعری ذوق اس قدر پروان  
چڑھا کہ انہوں نے دارالعلوم میں ایک انجمن "نادیۃ الادب"  
کے نام سے قائم کی ۔ جس میں ہر جمعرات کو بعد نماز عصر ہر  
سخن منقہ ہوا کرتی تھی ۔ جس کی صدارت علامہ الور شاہ  
کشمیری فرماتے تھے ۔

اس انجمن میں طلباء و اساتذہ شریک ہو کر مختلف خیالات  
پر اپنا اپنا شعری سرمایہ ایک دوسرے کے سامنے پیش کرتے  
تھے ۔ اور ایک دوسرے کے اشعار پر جرح و تنقید ہوا کرتی تھی

اس طرح طلبہ کے اندر ایک شوق اور دلولہ پیدا ہوتا تھا۔ وہ نکتہ فکر تھا۔ جس نے مولانا کی شعری آبشار کی اور مولانا کو عربی شعراء کی صف میں لاکھڑا کیا۔

مولانا نے قدیم صنفِ شاعری کے مطابق مدح، مرثیہ، غزل جیسے عنوانات کو موضوعِ خیال بنایا ہے۔ مولانا نے اگر شاعری کا دامن نہ چھوڑا ہوتا تو اس میدان میں بھی ان کا قدم کسی سے پیچھے نہ رہتا۔ مگر ان کا صحیفہ ادب نے صحیفہ شاعری کو منسوخ کر دیا۔ مولانا کی شاعری میں بلند خیال، ندرتِ بیان اور جدتِ انداز کا کمور۔ اس نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے روضہ پاک پر حاضری کے موقع پر ارتجالاً کہی۔

رَسُولُ اللَّهِ جُنْتُكَ مُسْتَعِذًا ۝ عَلَيْكَ صَلَوةُ رَبِّي وَالسَّلَامُ  
 كُنْتُ مُسْتَعِذًا ۝ عَلَى نَفْسٍ تَضُمُّ وَلَا تَضَامُ  
 رَسُولُ اللَّهِ جُنْتُكَ مُسْتَجِيرًا ۝ وَرَبِّي مُسْتَجِيرُكَ (لِضَام)

رَسولُ اللّٰهِ جِئْتُ الْبَيْتَ ضَيْفًا ۝ وَحَقُّ الضَّيْفِ لِعِيسَى الْكَرَامُ  
 قَدِمْتُ الْبَيْتَ مَسْكِينًا فَقَبِلُوا ۝ وَزَادَ النَّفْسَ آثَامُ عِظَامُ  
 غَرِيبٍ جَاءَ مِنْ أَرْضٍ غَرِيبٍ ۝ وَلَيْسَ لَنَا رِفَاقٌ أَوْ عِندَانُ  
 وَمُسْتَهْجَانُ الْبَلَاءِ وَالرَّزَايَا ۝ يَقْلِبُهُ الْبَسَاطُ فَلَا يَنَامُ  
 مَرِيضٌ أَقْلَقْنَاهُ شُؤْنُ نَفْسِي ۝ وَقَدْ أَيْسَتْ مَلَاوُؤُهُ فَأَمَّا  
 لَنَا قَلْبٌ وَلَا تَحْصِي مُنَاهَا ۝ لَهُ نَذَمٌ وَلَيْسَ لَنَا كَلَامُ  
 دَارِ الْعُلُومِ دُيُوبِنْدِ كِي مَدَحِ سَرَّائِ كَرْتِے ہوئے انہوں نے ایک  
 طویل نظم پڑھی جس میں سے چند اشعار ملاحظہ خاطر ہو

۝

دَارِ الْعُلُومِ بِفَيْضِهَا الْمَدَارِ .

فَاقَتْ ضَبَاءُ الشَّمْسِ نِصْفَ نَهَارِ

بَاقِ عَلٰی مَرَّ الزَّمَانِ لِأَهْلِهِ ۝ مِنْ فَيْضِهَا الْهَيْطَالُ حَرَجَارِ  
 مِنْ جَاءَ بِسْتَقَى بِحَارِ فَوْضِهَا ۝ بِسَقَى بِهَا عِلًّا لِفَتْحِ الْبَارِ  
 زَادَتْ عَلٰی شَمْسِ السَّمَاءِ وَبَدَّرَهَا ۝ نَوْرًا فَلَسَ مَعَارِضَ وَمَبَارِ  
 عَادَتْ لَفِضَى وَلِبَلِّهَا كُنْهَارَهَا ۝ وَتَسْتَرِ الْإِبْرَارِ مِنْ فُجَّارِ  
 تَدْعُو إِلَى غُفْرَانِ رَبِّ غَاثِرِ ۝ وَتَصِيرُ نَرْشًا مِنْ عَذَابِ النَّارِ

حافظ محمد احمد صاحب سابق ہنرمند دارالعلوم دیوبند کی وفات  
حسرت آیات پر ماثر ہو کر مرثیہ کہا جس کا نمونہ اشعار  
مندرج ہے ۔

لغی الناعون شیئاً ذا حفاظٍ ۰ جلیلاً ما حبذا بالفضل احری  
نبیلاً فاضلاً شہماً ذکياً ۰ مطہار ربہ نہیاً وامراً  
سلالة فاسم الخبرات ندباً ۰ وفیاً جائزاً اجراً ودخراً  
صبوراً فی المصائب والزبائب ۰ وفی السراء کان یزید شکراً  
لعطشی العلم کالعلس المصفی ۰ وللعلماء کان اجل بجزا  
واعتق علمہ اسراء جہل ۰ سبی احسانہ عبداً وحرّاً  
شہیداً مات مغترّباً غریباً ۰ فکلہم بحور الدمع اجری  
فکھ من اعین قد تبصّتها ۰ دموع قد جرت بیضاً وحمراً  
فقدنا فاسم الخبرات علماً ۰ وزهداً ثم نقوی ثم فقراً  
وکنا املین بان سراء ۰ یجمل وجہہ شمساً ویدنا  
ویسمعنا ورود نظام ملک ۰ سمی خلیفتین اضاء دھراً

• نادیۃ الادب • ( دارالعلوم دیوبند ) کے ایک جلسہ میں

حضرت علامہ النور شاہ کشمیری نے حماسہ کا مشہور شعر ۷

نمّتع من شمیم عرار نجد

فما بعد العشیہ من عرار

کا اعلان فرمایا تھا مولانا نے اس زمین . ردیف فائدہ میں

۶ چند اشعار مجلس میں سنا کر دادِ تحسین حاصل کی تھی .

الام علی التجنب والتخلی • فقلت اجیبہم ہذا شعاری

لقد طوفت فی الافاق دہراً • وجبت الفقر والبید الصحاری

وجربت البلاد ومن علیہا • ومنرت الصغار من الکبار

فانی لم أجد احداً نصوحاً • یقینی من وقوعي فی عوار

ولا یغابی ان غبت عنه • ولا یؤزی اذا هو فی جوار

رأیتهم عدوی فی البلا • واجبانی اذا انا ذو یساہ

ولکن الکتاب کتاب عليم • سیری فی اللبالی والنہار

بواسپی اذا هجئت ہموی • ولونسنی اذا انا فی الدار

## سید نجم الحسن

(متوفی سنہ ۱۳۶۶ھ)

سید نجم الحسن اروپہ ضلع مراد آباد میں ۶ ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ کو پیدا ہوئے۔

سید تقی فضل حسین سنبھلی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اور سید علی نقی سے کچھ کتابیں پڑھیں۔ پھر مفتی عباس سے تکمیل فنون کی فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے مساعی سے چند مدارس قائم ہوئے۔ ریاست رامپور میں کچھ عرصہ تک علوم مشرقیہ کا نظم آپ سے متعلق رہا۔ مفتی عباس صاحب نے اپنی شاگرد رشید کو ”نجم العلماء“ اور قوم نے ”حکیم العلماء“ کے خطاب سے نوازا تھا۔

تین سال تک آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی صدارت کے فرائض انجام دیئے، حکومت ہند نے ”شمس العلماء“ کے خطاب سے نوازا تھا۔ آپ نہایت باہمت، جفاکش، حلیم، متورع اور خوش خصال تھے۔ تمام امور کے ساتھ تصنیفی کاموں سے دل چسپی رہی۔ چند کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ ۱۳۶۶ھ کو عالم بقا کے بڑے کوچ کیا۔

شاعری | مولانا کو ادبیات عربی و فارسی میں کامل مہارت تھی، محمد



عجلان مصری نے آپ کی ادبی برتری کا اقرار کیا ہے۔ "تاریخ عباس نامی کتاب میں آپ کے متعدد اشعار منقول ہیں۔ "قصائد بہجۃ الادب" میں تین سو پینتالیس اشعار کے آٹھ قصیدے درج ہیں۔

نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے :

مہامہ سود فی بعاد الکرائم	تجائب بشوق فوق بین الصورم
وبیضاء لاتسلو بفتک بہجتہا	یدار بنادیہا کوئس الجہاجم
لاصداعہا نوس علی وجہاتہا	تعض فواد الصب لذع الاحارم
الی کم الی کم غرام الغوانی	وقرض النسیب بطیب الاغانی
ملاح صباح کأمتال بیض	علیہا من الحلی فوق الامانی
ذوات الخدور کرمان خلد	ذوات الثغور کعقد الجمعان

مفتی محمد عباس کی وفات حسرت آیات پر دو مرتبہ :

ما بال قلبی رض بالأخزان	وقد اعتراه نواثب الحدثان
آلم وهم والرزایا جمۃ	وتباعد الاحباب والایوطان
یاتی سهام لاتزیغ بنالہا	کسہام الحاظ من الاجفان

سقی الدھر حق الآمالا	وسقی العطاش لدی الظمأ زلالا
کان البلاغۃ توأما لکلامہ	وحکی انسجام نظامہ السلالا
ماخاب طالب حکمۃ من بابہ	وجاء جاد ولم یرد سوالا

كيف التناء وجل ساحة مجده من مدحه من يستطيع مقالاً  
 كتاباً من زعازع دهرنا نزجو النعيم والانتخاف وبالاً  
 حتى انتفى الايام سيف عداوة ورمى بسهم يصمت الاطلا  
 خلع الردي منه رداء حياته وعياله قد زلزلوا زلزالاً

---

١١ قصائد في بحر النجدة الأدب

١٢ تاريخ عباس

١٣ تذكرة بيا ص ١٣٦ ، ٢٣٢

١٤ ما يناله معارف ، ١٩٣ ، ٦٤

١٥ ما يناله الرضوان ، عدد سوم ، هشتم ، نهم . مطبع سرفراز مكنوء

شعبان ورمضان ١٣٥٦ هـ . ص ٢٨

## مولانا عبدالرحمن

(متوفی ۱۳۴۷ھ)

مولانا عبدالرحمن سیوہاروی کی ولادت سیوہارہ (ضلع  
بجنور) میں ہوئی۔ علی خانوادے میں پرورش و پرداخت ہوئی۔ وطن ہی میں  
متعدد اساتین علم سے کتب فیض کیا مزید تحصیل کے لئے دوسری جگہوں  
کا بھی سفر کیا۔ آپ کا شمار سید شاہ احمد حسن محدث اردوہی کے ارشد  
تلامذہ میں ہوتا ہے۔ بعد فراغت تازنست بھٹول میں تدریسی خدمات انجام دی  
اور تقریباً ساٹھ برس کی عمر میں ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۹ء میں وفات پائی۔

آپ کی علمی مہارت کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کے مجلس  
عاملہ کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے بڑے ادیب تھے آپ نے  
عربی، فارسی اور اردو قیون میں شعر و سخن کے میدان میں طبع آزمائی کی ہے۔  
آپ کے کلام کا زیادہ تر اثاثہ عربی زبان میں ہے۔ آپ نے مدح، نعت  
مرثیہ اور سیاست سے موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے۔

مولوی حمید الدین مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پاس محفوظ  
ایک سو پچپن اشعار کے علاوہ ماہنامہ انقاسم وغیرہ رسائل کے حوالے سے  
دو سو اسی اشعار نعتیہ قصائد پر مشتمل ہیں۔ ماہنامہ انقاسم کے مدیر

کے لفظوں میں :

”مولانا کا کلام عربیت و بلاغت اور لطافت معانی کے

لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔“

آپ کے کلام میں اسے بطور نمونہ ملاحظہ ہو :

زارت بلبل خيفة النظار و سرت الی کوکب سیار  
بدر تجلی فی الدجی وجست النوا الشمس قد طلعت بوسط نہار  
سرحت طرفی فی ریاض جمالها فوجدتها مجموعہ الزہار  
بدوائب و حجاب و نواظر غارت علی بجحفل جوار  
ہی روضۃ فالطرف منها نرجس والحد ورد احسن نوراً  
جاءت الی فسلمت وتفکحت بمتانة و رزنة و وقار

ۛ

یا لوعة الحب مزوا ریت خلدی احرقت ماکان من صبری ومن جلی  
زیدی فزیدی ولا تبقی ولا تذری عضوا بجسمی ولا قلبی و کبدی  
فعبرنی کمصیب القطر ہامرة و ازفرنی کلہیب النار فی وقد  
بین الجواغ نار الحب موقدة والقلب فیہا کجمر ضاء منقد  
او النفس فی رفق والروح فی رفق والقلب فی قلق والعین فی سہد

ۛ

(۱) ماہنامہ انعام، ج ۲، عدد ۷، ماہ صفر ۱۳۳۵ء، ص ۳۲، ۲

(۳) مرسہ قصیدہ مولوی حمید الدین مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ .

# مولانا سید ظہور الحسن

(متوفی ۱۳۵۴ھ)

مولانا سید ظہور الحسن ابن سید زندہ علی ۱۲۸۲ھ میں موضع میران پور ضلع مظفرنگر میں پیدا ہوئے۔ مقامی علماء کے علاوہ دوسرے اکابرین مثلاً جعفر حسن بدایونی، سجاد حسین بلند شہری، علی نقی شاہ سلطان پوری، خواجہ سہارن پوری، سید علی محدث وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ **رَب ذہین و ذکی، قانع و صابر، خوش مزاج اور صاحب قلم شخص تھے۔** فراغت کے بعد مدرسہ محمود آباد کے صدر مدرس مقرر ہوئے کچھ عرصے بعد حیدرآباد چلے گئے۔ لیکن راجہ محمود آباد کی طلب پر واپس آ گئے، نجم العلماء سید نجم الحسن کے عراق سفر پر آپ ناظمیہ کالج کے نائب مقرر ہوئے۔

مولانا منطق، فلسفہ، کلام، فقہ کے ماہر اور بلند پایہ ادیب تھے اسی علمی وجاہت کی وجہ سے ۱۳۳۲ھ میں مدرسہ عالیہ رامپور کے ڈائریکٹر بنائے گئے۔ ۱۳۴۰ھ میں عربی کالج کے شعبہ میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ اور ۱۳۵۰ھ میں دارفانی سے کوچ کیا۔

مولانا کو عربی نشر و نظم میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔

شاعری

ان کے سات سو اشعار دستیاب ہوئے ہیں۔ آپ کے کلام نے عربی ادباء سے دار تحسین و آفرینی حاصل کی ہے۔

رَبِّ کے قصائد و مرثیٰ کے دستیاب مواد سے کچھ نمونہ کلام فارغین کی نذر ہے :

من لی بوصل عقیلة الابرار	املودة تفتقر بالازهار
قراء ترفل شباب جمالها	كالشمس يحجبها شعاع سار
قد افرغت وجانتها من لؤلؤ	يحر منها الورى في الاسحار
يا عين هل طعن بيض النجد ابكاك	ام هجرا غيد قاسى القلب ادماك
نفسى تحللها معا صبايتها	حتى تفيض دما صردا بمجرأك
لحظه نافذ يمضى كذى شطب	يردى به كل صب اى هلاك
من افرغ تلدغ العشاق طرته	ترتج فيها يعض شبه سواك
يشكو جوى القلب تنفك مضرومة	شكو السليم فلا يصغى الى الشاك
يا لاثمى فى حب اصيل اغيد	اصمى الفواد بلحیطة المتصيد
مهلا فلا اصغى اليك وجهه	واسكت فان اللوم ليس باعود
فلقد حوى قلبى هواه وهجى	وعلى محبته الروح واغتذى
الماطر المدار هم هام هطله	لنوادى المهموم اكدر مورد
ترى فى بقاع النجد بيض الكواعب	كان شمساً اشرفت فى المغارب
وقفت ركابى فى مراتع غزلان	اذا انها امست مراتع غزلان

خلیلی ماللہر یجلو باو غاد      فیغلی لہم سعرا و بزری بامجاد

فوائد ہیجۃ الادب . مخطوطہ رضا لائبریری رامپور مخطوطہ نمبر ۲۲۰۵  
اس مجموعہ میں چار سو اس پر مشتمل تیرہ قصائد ہیں .  
القصیدہ النبویہ کے تحت اڑتالیس اشعار ہیں .

تذکرہ ہے یہاں ص ۲۰۶ ۷ ۸ ۹

ماہنامہ معارف ۶۷ : ۱۸۸-۱۹۲ ، ۱۹۵۱ء .

## یعتوب بخش راغب

(متوفی ۱۳۶۷ھ)

یعتوب بخش راغب بدایونی بدایوں کے علمی خالوادے میں پیدا ہوئے، خیرآباد اور ولی اللہی خالوادے میں معقولات و منقولات کی تکمیل کی۔

آپ ایک اعلیٰ پایے کے عالم، ادبیات کے فاضل اور ہیئت و نجوم کے ماہر استاد تھے۔ فن ہیئت میں ”النجوم الطوالح“ نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ سرشاہ سلیمان کی ایما پر ”قانون مسعودی“ کی کچھ جلدوں کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔

راغب بدایونی اردو شاعری میں احمد علی شوق قدوائی کے شاگرد تھے۔ عربی میں بھی طبع آزمائی کی اور کامیاب رہے۔ آپ سلسلہ حنفیہ قادریہ سے ارادت رکھتے تھے اس لئے زیادہ تر اہل بیت کے مراثی و مدح پر آپ کے کلام ہیں۔ راغب نے درس و تدریس سے بھی شغف رکھا ۱۹۳۸ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ دینیات میں بحیثیت لکچرار تقرر ہوا۔ تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء میں اچانک حرکت قلب بند ہونے کا وجہ سے انتقال ہو گیا۔ جنازہ علی گڑھ سے بدایوں کے جلیا



گیا اور درگاہ قادریہ میں سپرد خاک کیا گیا ۔  
 آپ کا اکثرت اشعار کا ایک مدحیہ " القمیدۃ الکوکبہ " اور  
 دوسرا بارہ اشعار کے چھ قصیدے " القمائد الباشمیات " کے نام سے طبع  
 ہو گیا ہے ۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو :

أتی طیف لیلی باسماء فی الغیاب	فرشتہ لہ بالدمع در الکواکب
وعینی علیہ سلمت وتضافحت	باید لاهداب قیاما بواجب
فلم ابک لما سرنی بقدمہ	ولم تھم عینی بالدموع السواکب
لا تمام حظی من هیام ولوعة	خطفت سہادا من عیون الکواکب
وما استطعت عقل الدمع وقت رجیلا	فقد حلّ لما حل عقل التجائب
وشوقی الیہا فی الدنو وبعدہا	محضرہا فی القلب لیس بغائب

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اشعار

ظہر النبی ففاضت الانوار	واضائت الاریاف و الاوعار
قد عم کل الکائنات ظہورہ	كالشمس فاحرقت بہ الاستار
فالکون ازھر كالریاض اذا بدا	و تفننت من نورہ الازہار
وتلالت من حسنہ وبہائہ	وبجاہد وجلالہ الاسفار
طاشت عقول اولی النہی فی وصفہ	والناس فی اوصافہ قد حاروا
والارض ضائت كالسماء بانجم	اذا شرقت بصحابہ الامصار

## صنعتِ منقوطہ کے چار شعر

بین تقنطنی فتنفی فتنفج      فیغطنی غنط فبث فقنبج  
 فتشب فی شیبی شیبہ شبہ      فتبشق فی حبیبی بضر فقنبج  
 فتنزعنی فی نشفتی بنزیرۃ      فیشحبنی شجی فتی تنفنج  
 تزین بشنف تنشفی بجزیرۃ      نغیف فی خفص بفتح تنفج

---

۱۱، مہنامہ معارف ، ج ۷۱، ۱۹۳۸ء ص ۲۹۲ "مولانا یعقوب بخش راغب"

بدایونی " از ہندوستان میں عربی شاعری : ڈاکٹر حامد علی خان۔

۱۲، القمائد الباشمیات ، ص ۱۵-۱۶

۱۳، القصیدۃ الکوکبۃ فی المناقب العلویہ : راغب بدایونی ، ص ۲-۳

## مولانا عبد الجبار عمر پوری

(متوفی ۱۳۳۲ھ)

مولانا عبد الجبار عمر پوری ابن بدر الدین ضلع میرٹھ کے  
قصبہ عمر پور میں ۱۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ بچپن ہی سے ذہین و ذکی الفہم تھے، اور علم کے  
بڑے شوقین تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی مزید تعلیم اور کسب فیض مولانا  
عبد العلی حنفی، غلام علی قصوری، فیض الحسن سیار پوری اور میاں نذیر حسین  
سے کیا۔ پھر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا آخر میں بھارت  
چلی جانے کے باوجود آپ کے ذوق تدریس وغیرہ میں ذرہ برابر فرق نہیں  
آیا۔ درس و تدریس کے علاوہ تصنیف سے بھی شغف رہا۔ آپ کی

تصنیفات درج ذیل ہیں :

### تصنیفات

معمام التوحید فی رد التقلید

ارشاد السائلین فی مسائل التلاش

تذکرۃ الاقوام فی خطبۃ الجمعۃ فی کل لسان

تبصرۃ الامام فی فریضۃ الجمعۃ

## الفاقة خلف الامام

ارشاد الامام فی فریفة الفاقة خلف الامام . وغیره .

سنة ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۶ء میں آپ کا انتقال ہوا .

## شاعری

آپ ایک مثالی مدرس و استاذ اور اعلیٰ درجہ کے مصنف ہونے کے سائق شاعر بھی تھے آپ کو شعر و سخن کا اچھا ذوق اور ملکہ میسر ہوا تھا آپ عربی کے صاحب دیوان شاعر ہونے کے باوجود کسی طور تعلقی سے پاک تھے سادگی و انکساری آپ کی فطرت تھی ، افسوس کہ ہمیں صرف ان کے ایک سو چوتھہ اشعار ہی دستیاب ہو سکے ، نمونہ کلام ملاحظہ ہو میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی مدح میں کہے گئے یہ چند اشعار :

ان الثناء علی رفیع الشان	نور الامام و مفتخر الدوران
مصبح اتقان وضوء کرامة	شمس العلوم و مرکز العرفان
هاد لأرباب النہی طرق الهدی	محل کلام الحق بالبرهان
هو فاضل متوفر افکاره	علامة فہامة ذوالشان
سکينة غر الضلالة والهوى	صمصامة افنى ذوى الطغیان
جمع العلوم بقصها و فضيضا	فیضانه قدعم فی البلدان
فاق الاکابر فی التبصر والتقی	ما مثله فی هذه الازمان
قد ساق عیش العلم فی مضاره	فی کل علم سابق الاقران
اجری علوم الدین بعد عفانها	وجوده من آية الرحمن

نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں . آپ کا نامحاذ منظوم ملاحظہ

ہو :

ہبت نسائکم رحمة الرحمن      عبقت رياض الفيض والاحسان  
 ابن الجلال جلال أمة أحمد      ابن الوفاق و قوة الازعان  
 ابن التعاون في الشدائد خالصاً      والبر بالاحباب و الاخوان  
 ابن العوادي للتشاور والهدى      ابن اجتماع الناس والخلان  
 يا ايها الحكماء داؤاً اقوامكم      بدواء موعظة وحسن بيان

- 
- (۱) الحیات بعد الممات ص ۲۵۶
- (۲) روداد اجلاس چہارم مذوة العلماء ص ۳۳ ، اصح المطالع مکتبہ ۱۳۱۲ھ
- (۳) ترجمہ علماء حدیث ہند ص ۱۶۵ - ۱۶۶
- (۴) ”دیوان مسلم“ محمد اکبر خاں مسلم ، مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۰ھ
- (۵) تذکرہ امیر محبوب عالم . طبع لاہور ۱۳۱۵ھ ، ص ۳۳۱
- (۶) تفسیر القرآن ، لشیخ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ، ص ۶۱
- مطبوعہ آفتاب پریس امرتسر ،

## قاری محمّد طیب

(متوفی ۱۹۸۳ء)

قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ . مولانا قاسم ناٹوتوی کے پوتے اور حافظ احمد صاحب کے صاحبزادے تھے ، آپ کی ولادت دیوبند میں ۱۳۱۵ھ / ۱۹۹۷ء میں ہوئی ، تاریخی نام مظفر الدین ہے .

ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی . سات سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے . جلیل القدر علماء کی موجودگی میں رسم مکتب ادا ہوئی دو سال کی مدت میں حفظ قرآن پاک مکمل کیا . پھر پانچ سال کی مدت میں فارسی و ریاضی کی تعلیم مکمل کر کے عربی کتب کی شروعات کی اور ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء میں سند فضیلت حاصل کی . سند حدیث محدث دوران علامہ النور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی .

فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے ، آپ کا حلقہ درس طلبہ کے درمیان کافی مقبول و مشہور تھا . اولاً آپ مولانا حبیب الرحمن کے زیر نگرانی انتظام میں حصہ لیتے رہے پھر مولانا حبیب الرحمن کے انتقال کے بعد ۱۳۴۸ھ میں باضابطہ مہتمم بنائے گئے ، آپ کے انتظام و انصرام میں مبارک کی وجہ سے آپ کا دور انتہام مقبول و مثالی دور گردانا جاتا ہے

آپ کو درس و تدریس میں مہارت کے ساتھ خطابت و تقریر میں خداداد ملکہ عطا ہوا تھا ۔ ہند و بیرون ہند آپ کی تقریروں کا چرچا ہوتا یہاں تک کہ یہ سلسلہ سفر حجاز جب آپ نے سلطان ابن سعود کے دربار میں تقریر فرمائی تو سلطان آپ کی تقریر سے متاثر ہوئے اور سلطان نے شاہی خلعت اور قیمتی کتب کے تحفے سے نوازا ۔

آپ نے متعدد ملکوں کا دورہ کیا ہر جگہ آپ اپنی شرافت انسانیت ، پاک طینت ، علم و فضل ، خطابت ، وعظ و تلقین ، شادگی عجز و انکساری ، حکمت و دانائی ، فصاحت و بلاغت ، کردار ، جلال و جمال کی وجہ سے مقبول عام اور

آپ خطابت کے شہ سوار کے ساتھ اچھے انشاء پرداز ، شعرو سخن کے باکمال آدمی تھے ، آپ کی شعری و ادبی صلاحیتوں نے کہنہ مشق شعراء کو بھی حیرت زدہ کر دیا ہے ، اس کا اندازہ آپ کے شعری مجموعہ " سے ہوتا ہے اس میں آپ نے متعدد علماء کو ان کی علمی خدمات پر شعری زبان میں خراج تحسین پیش کیا ہے ۔ آپ لکھتے ہیں :

احقر جب بعض رسائل مولانا حبیب الرحمن مہتمم دارالعلوم سے پڑھتا تھا تو تاریخ الخلفاء میں علامہ ذہبی کا ایک خط نظر سے گذرا جس میں علامہ موصوف نے چند ان مشاہیر و آحاد امت کی ایک لمبی فہرست دی ہے جو خاص علوم و فنون میں یکتا فرد تسلیم کئے گئے ہیں " احقر نے طالبانہ شوق

اور ادبی دل چسپی کے تحت اس فہرست کو ایک عربی  
قصیدہ کی شکل میں منظوم کر دیا ۔

وجہ تصنیف کے بارے میں خود لکھتے ہیں :

دل میں خیال آیا کہ ابتدائے طالب علمی ہی سے بچوں کے  
کانون میں اسلاف امت کے علمی و اخلاقی کارناموں سے  
سرسری طور پر روشناس کرا دیا جائے تو بہت ممکن ہے  
کہ ان کی علمی زندگی کی آبیاری کے لئے بہت مؤثر ثابت ہو  
اور اس طرح شوق و طلب بڑھے ۔ اس کی صورت یہ  
ذہن میں آئی کہ اس گمنام قصیدہ کے ذکر کردہ اسماء  
کے ماتحت ان مشہور و مسلمہ شخصیتوں کی مختصر سوانح  
اور ان کی علمی و اخلاقی زندگی اور ان کے علوم و  
فنون کی بقدر ضرورت تاریخ اشعار کے ذیل میں جمع  
کردی جائے تو شاید یہ تک بندی اس خیال کو  
پورا کر سکے اور یہ نام کا قصیدہ ادبی حیثیت سے  
ہیں تو تاریخی حیثیت سے کام کا بن جائے "

آپ نے اس قصیدہ کے ہر شعر میں ایک ایک مشہور ہستی کا نام دے  
کر اس کے وجہ شہرت علم و فن کا ذکر کیا ہے ۔ پھر شعر کا حاصل مطلب بین  
السطور میں لکھ کر نیچے اس شخصیت کی مختصر سوانح حیات ، تاریخ ولادت و  
تاریخ وفات بھی درج کی ہے ۔ واقعات کا اکثر حصہ "تاریخ ابن خلکان"



سے ماخوذ ہے کچھ دوسری کتابوں سے، بالخصوص "تہذیب المتہذیب" اور "تذکرۃ الحفاظ" سے اور "تاج العروس" سے۔ اور موضوع کی مناسبت سے اس قصیدہ کا نام "نوشیۃ الآحاد" رکھا ہے۔ نوئیہ اس لئے کہ اس کے اشعار حرفِ نون پر ختم ہوتے ہیں۔ اور آحاد اس لئے کہ اس میں بیکتائے روزگار افراد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں :

یامن ہدی قلبی وزان بیانی	فنظمت عقد جواهر الازمان
اعنی بها الاعلام من فلق الوردی	فمضی الدهور ومالهم من تالی
من کان فرد زمانہ فی فنہ	سمیتہ فیہا یحسن بیان
یسر مرادی لی فانت میسر	کل العصاب عذرت من رحمان
سرد السیوطی حبرنا واجلنا	اعنی جلال الدین ذاللاتقان
ولقد راها الشیخ فی خط من الذ	ہبی زمن العرفا والاحسان
ومن رفعت لك الروایة مسنداً	فارع بسمك واعیا تبیان
قد کان ارحم امة فی عصره	هو اذ الرحیم فجاء فردوان
واشدهم فی بنہ فاروقہ	عمر بن خطاب جلیل الشان
عثمان اصدقہم حیاء صاحب	النورین ثمة جامع القرآن

رَبِّ کی وفات ۱۹۸۳ء، ۱ جولائی بروز اتوار کو دیوبند میں ساڑھے

دس بجے صبح ہوئی اور مزارِ قاسمی میں مدفون ہوئے۔

## مولانا شاہ عبدالقادر

(م ۱۳۱۹ھ)

مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی ابن مولوی معین الحق بن فضل رسول بدایونی . آپ کی پیدائش ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں ہوئی . تاریخی نام ” مظہر حق ” ہے .

اکثر کتب درسیہ مولوی نور احمد بدایونی سے پڑھیں اور بعض کتب مثلاً شرح العلوم ، شرح اشارات ، اور محاکمات وغیرہ مولانا فضل حق خیر آبادی سے پڑھیں . بیعت و خلافت اپنے والد ماجد سے حاصل ہوئی . والد کے ایما پر حرمین شریفین کے زیارت کے موقع پر شیخ الفقہاء والمحدثین مولانا شیخ جمال عمر ملکی سے حدیث پڑھی ، آپ علوم دینیہ کی تدوین و اشاعت اور تالیف کتب میں تامل معروف رہے . تاہم مسلک آپ اپنے والد مولوی فضل رسول بدایونی کے مسلک بریلویت پر قائم رہے اور مسلک وہابیت کی برملا تردید کی ، ”ندوة العلماء“ لکھنؤ کے قیام کے آپ سخت مخالف تھے ، نظامی بدایونی قاموس المشاہیر جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ:

”جب ندوة العلماء کی تحریک زور و شور پر تھی تو

آپ نے پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کی مخالفت کی

جس کی وجہ سے ہندوستان میں آپ کی خاصی شہرت ہو گئی . آپ کا انتقال ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں ہوا

### تالیفات

- آپ کی عربی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں :
- (۱) رسالہ احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام
  - (۲) رسالہ الشفاعة علی اہل السنۃ والجماعة
  - (۳) شفاعۃ المسائل بتحقیق المسائل

### شاعری

تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ کو شاعری سے بھی خالص لگاؤ تھا . آپ کے کلام شاعری کا نمونہ ہیں جن سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا والہانہ اظہار ہوتا ہے . اکثر آپ کا ورد زبان یہ شعر ہوتا :

پڑھا تھا یا لکھا تھا علم دنیا جس قدر میں نے  
گیا وہ شکر حق سب بھول یا محبوب سبحانی

آپ عربی زبان و ادب پر کامل دستگاہ رکھنے کے ساتھ اپنے مافی الضمیر کو صفحہ قرطاس پر اتارنے کے فن سے بھی واقف تھے ، تاریخ ولادت تاریخ رحلت اور تاریخ اسماء کے استخراج پر حد درجہ کمال حاصل تھا . بطور نمونہ اپنے والد گرامی کے انتقال پر تحریر کردہ بجاٹی جملے منقول ہیں :

بسم اللہ الرحمن الرحیم القادر المجید الماجد

وہو قد وصل العبد

## اَنَا فَضْلُ الرَّسُولِ

<sup>۱۳</sup> فِي مَهَمَاتِ الْاَمْرِ	<sup>۸۹</sup> وَهُوَ يَكْفِي كُلَّ
<sup>۱۳</sup> ان قَبْرِهِ الْاَقْدَسِ الْاَنْوَرِ هُوَ مَطْلَعُ نَوْرِ	<sup>۸۹</sup> ان قَبْرِهِ الْاَقْدَسِ الْاَنْوَرِ هُوَ مَطْلَعُ نَوْرِ
<sup>۱۳</sup>	<sup>۸۹</sup>

اسی طرح والد صاحب کے انتقال پر ملال پر کچھ تاریخی اشعار بھی تحریر کئے۔ بطور نمونہ چند اشعار پیش ہیں:

وَالْقَبْرُ صَارَ يَفِيدُ الْهَمَّ مَكْبُولًا	مَالِي سَهَرَتْ فِي لَيْلِي اَرَى طَوْلًا
وَمَنْ فِي الْعِلْمِ قَدْ حَازَ مَقْتُولًا وَمُتَقَوْلًا	هَيْجَاتِ قَدَمَاتِ رَأْسِ الْعَارِفِينَ
فِي مَدَاوِصَافِهِ مَارِئِيَّتُهُ قَوْلًا	يَا قَلْبُ اضْحَ وَلِسَانُ اسْتَمَحْ
حَيَّا دِينَ رَسُولِ اللَّهِ مَشْغُولًا	فَضْلُ الرَّسُولِ هُوَ الَّذِي قَدْ كَانَ
ارْحَتْ عَامَا تُوْفِي قَبْرِ سَيِّدِنَا	نَزْهَدُ قَدْرَاحِ خَلْدِ الْمَوْصُولَا
<sup>۱۳</sup>	<sup>۸۹</sup>

ایک موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَجَدَ عَلِيٌّ بِفَضْلِ الرَّسُولِ يَا غَفَّارَ	اَنَا الْفَقِيرُ يَا الْمَجْلُ يَا مَعِينُ عَنِ
عَنِ الْعَوَالِمِ الْاَنْوَارِ وَجْهَهُ الْاَشَاءِ	وَصَلَّى رَبِّ عَلَى نَوْرِكَ الَّذِي كَشَفَ
وَصَحْبِهِ وَجَمِيعِ الْاَكَابِرِ الْاَخْيَارِ	وَصَلَّى رَبِّ عَلَى اَهْلِهِ وَعَتَرَتِهِ

ایک مقام پر شیخ عبدالقادر جیلانی سے مدد طلب کرتے ہوئے

لکھتے ہیں :

انا الفقير وانت الغني يا غوثي وقد سألتك في حاجتي فلا تنهر  
 آپ نے مدینہ طیبہ کے سفر کے دوران نعت نبی صلی  
 اللہ علیہ وسلم پر مبنی عربی میں دیوان تحریر کیا ہے ۔  
 گرچہ آپ کی تحریروں میں مخالفت و شدت کی بنا پر جارحانہ  
 انداز ملتا ہے تب بھی آپ کی عربی زبان وادب سے آگہی اور اس میں کمال  
 و تفوق سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔  
 آپ کا انتقال ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں ہوا اور درگاہ قادریہ  
 میں مدفون ہوئے ۔

(۱) اکمل التاريخ : ص ۲۹۹

(۳) اکمل التاريخ ج ۲ ص ۲۰۶ ، ۲۲۰ ، ۲۳۱

(۴) تذكرة الواصلين . ص ۲۵۲

(۵) قاموس المشاہیر ج ۲ ، ص ۶۰

(۶) علماء العرب ، ص ۹۳

## مولانا فیض احمد رسوا

(م ۳۰۳ء)

مولانا فیض (حمد رسوا) ۱۲۳۳ھ کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔  
زمانہ طفولیت میں ہی والد محترم کا انتقال ہو گیا۔ تب ”مولانا فضل رسول“  
بدایوں کی آغوش محبت میں تربیت پائی۔ اپنی کسب پرستی میں تحصیل علم  
کی ابتداء کی اور جلد ہی فارغ التحصیل ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہو  
گئے۔ کچھ عرصہ تک سرولیم میور گورنریوپی کے دفتر میں سررشتہ  
کے منصب پر فائز رہے۔

### شاعری

آپ درویش صفت انسان تھے، آپ کے گرد سینکڑوں  
کا مجمع رہتا تب بھی درس و تدریس کے ساتھ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں  
میں شعر بھی کہتے تھے، آپ کے تینوں زبانوں میں دیوان تھے لیکن زمانے  
کے دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ پھر بھی آپ کے دستیاب کلام کو شاہ فقیر  
نے ”ہدیہ قادریہ“ نام سے شائع کیا ہے۔ اس مجموعہ میں ایک قصیدہ  
ایک ہزار ایک سو گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ کل ۳۳ قصائد ہیں، ۲۲ قصیدے  
میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف پر مشتمل ہے اور

آخر قصیدہ میں حضرت خضر علیہ السلام کی سنائش ہے۔ اس قصیدہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں :

اصاب قسم المعشوق یکنی لعاشق      و خمر ربہ ای خمر مطیب  
لواظم مخمور کفت فی شرابہم      و حمرة خربا لبیان المشوب  
یا بشرک اللہ العظیم لتخرجی      ممالک فی الدنیا سوی مطالب  
ضریب ، کریب مبتلی متحیر      بری من القلب کثیر القلب

آپ قادر الکلام شاعر ہونے کے ساتھ بلند پایہ کے کثیر النفا<sup>نیف</sup> مصنف بھی تھے۔ منطق و فلسفہ کی اہم کتب پر گراں قدر تعلیقات و حواشی آپ کی علمی یادگار ہیں۔ آپ کی تصانیف کی مختصر فہرست درج ہے :

۱۔ ——— تعلیم الجاہل بحجاب تفہیم المسائل

۲۔ ——— التعليقات علی نفوس الفارابی

۳۔ ——— شرح ہدایۃ المحکمۃ .

۴۔ ——— مجموعہ نشر و قصائد عربیہ موسومہ " ہدیۃ قادریہ "

۵۔ ——— حاشیہ صدرا

- |     |                         |           |     |                 |         |
|-----|-------------------------|-----------|-----|-----------------|---------|
| ۱۱۔ | اکمل التاریخ            | ص ۶۱ - ۶۵ | ۱۲۔ | تحفۃ فیض        | ص ۵ - ۶ |
| ۱۳۔ | تذکرہ شعرائے روہیل کھنڈ |           | ۱۴۔ | تذکرہ علماء ہند | ص ۳۸۶   |
| ۱۵۔ | وفیات الاعیان           | ص ۶ - ۱۲  | ۱۶۔ | نرمۃ الخواطر    | ص ۳۸۹   |
| ۱۷۔ | علماء عرب               | ص ۶۶۵     |     |                 |         |

## مولانا اعجاز احمد

(م سنہ ۱۳۸۵ھ)

مولانا بدایوں میں پیدا ہوئے ، آپ کے والد بزرگوار مولانا عبد الباری اپنے دور کے بڑے عالموں میں شمار کئے جاتے تھے ۔  
 (نبدائی تعلیم حکیم محمود عالم بن عالم الہی بخش سہسوانی سے حاصل کی ، کچھ عرصہ بعد بھوپال کا سفر کیا اور یہاں علامہ بشیر سہسوانی سے توضیح و تلویح ، مسلم الثبوت اور تفسیر بیضاوی پڑھی ، علاؤ الدین شیخ عبدالحق کابلہ ، شیخ حسین بن محسن انصاری سے اہم کتابیں پڑھیں ۔ پھر وطن لوٹ آئے ۔  
 عربی زبان و ادب میں اہم کارنامے انجام دیے مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :

”کان السید اعجاز احمد متضلعا من الغنون  
 الأدبية بصیرا باصافة ومدھية ویقول  
 الشعر الرصيص البلیغ فی العربیة والفارسیة  
 والاردیة“

مولانا اعجاز احمد بلند پایہ نثر نگار کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے آپ کی شاعری عربی ، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہے ۔



آپ فی البدیہہ شعر کہتے تھے۔ تینوں زبانوں میں آپ کے کلام کا دیوان  
موجود ہے اور مرتب ہے جیسا کہ آپ کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے،  
قد وجبت فی طلب العلوم مفاوزا و محالکا کالہائم المنشوق  
غرتنی الدنیا کثیرا بالغنی وترکتھا سخطا لطاہر ونوق  
مولانا دیباوی اور مادی آسائشوں کو اہمیت نہیں دیتے  
تھے اور زاد آخرت کی تلقین کرتے تھے، کہتے ہیں:

یہوی الفتی لذة الدنیا ویأملھا ولا نصیب لہ منها سوی الالم  
تبا لدار فناء لا بقاء لھا ولا یصیر لاهلیھا سوی العدم  
فھب من رقد الغفلات نلہ فرصا فلیس ینفع بعد الفوت نوم  
ولا انسی سلیلی یوم سادت بها الاجمال طالعة الزمام  
انتنی کی تودعنی فقامت تعض بنا منها والطراف دامی  
و غیر وجھھا و شک التائی و اوجع قلبھا اروع الغرام  
قاومت باللحاظ حدار واش و فی زفرانتھا حراق الغرام

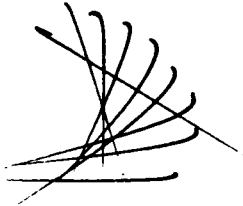
دہلی نایاب موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ اچھے شاعر کے  
ساتھ ایک عظیم مصنف بھی تھے، آپ کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابوں  
تک میری رسائی ہو سکی ہے:

« تسلیۃ الفواد بترجمة "بانت سعاد" »

« شعی العرب »

- (۳) رشحات الکرم فی شرح فصول الحکم للغارابی .
- (۴) دیوان عربی ( دیوان الشعر )
- (۵) الدراری المضيئة .
- (۶) نقد و انتقاد
- (۷) توقیع الفرید .

ڈپ کی وفات ۱۳۸۲ء میں ہوئی .



## مولانا وجیب الدین

(ولادت ۱۳۱۷ھ)

مولانا وجیب الدین ۱۳۱۷ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد کی نگرانی میں ہوئی۔ حفظ قرآن مولانا شمس الدین خاں کی نگرانی میں کیا۔

دیگر علوم و فنون، اور حدیث وغیرہ مولانا وزیر محمد خاں اور اس وقت کے جید و اکابر علماء سے حاصل کیا۔ فراغت کے بعد رامپور میں ہی "مدرسہ فرقانیہ" نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور تمام عمر علم و دین کی نشر و اشاعت میں گزار دی۔

تدریسی مصروفیات کے ساتھ تصنیف و تالیف اور شاعری سے شغف رکھتے تھے۔ چنانچہ شعر و سخن میں آپ کا مقام اعلیٰ و ممتاز شمار کیا جاتا ہے۔

شاعری :

آپ قادر الکلام شاعر تھے، فی البدیہہ شعر کہتے، عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں کامیاب طبع آزمائی کی ہے۔ آپ نام کی مصائب سے "وجیب" تخلص تحریر کرتے تھے۔

وَقَدْ فَوْقًا آپ نے بہت زیادہ اشعار کہے ہیں لیکن انہوں نے  
آپ کی شاعری کا قیمتی اثاثہ کہیں یکجا طور پر نہیں۔ جن اشعار تک رسائی  
ہو سکی ہے، موضوع کے لحاظ سے ان کی تعداد کی حدود ذیل سطروں میں  
نشان دہی کی جاتی ہے،

- (۱) ————— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ۹ اشعار
- (۲) ————— نعتیہ اشعار کے پانچ شعر
- (۳) ————— اپنے استاذ مولانا وزیر محمد خاں کی مدح میں ۲۱ اشعار
- (۴) ————— موسم ربیع کے بارے میں ۱۸ اشعار
- (۵) ————— مدرسہ عالیہ رامپور کے جلسہ تقسیم انعامات کے موقع پر ۲۰ اشعار
- (۶) ————— مدرسہ عالیہ رامپور پر مکھے گئے ۳۷ اشعار
- (۷) ————— جدیدیت کے حامل ان علماء پر جو عربی علوم و فنون سے غفلت برتتے  
ہیں، ان پر ۱۲ اشعار
- (۸) ————— مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں رئیس چغتاری نواب حافظ احمد سعید خاں  
کی آمد پر ۲۲ اشعار
- (۹) ————— نیز دو شعروں کا قطعہ نواب احمد سعید خاں کی مدح میں۔
- (۱۰) ————— اسلام کی ترویج و ترقی کے لئے برائی گنجنہ کرنے اور اسلام کے موجود  
ذوال داغظا پر مبنی بائیس قصیدہ ۲۹ اشعار پر مشتمل
- (۱۱) ————— جوانی، عیش و عشرت اور مادی آسائشوں میں ڈوبے قوم کا تذکرہ  
اور اس پر اظہار تأسف اور بیداری کی ترغیب پر قصیدہ دالیمہ کے اشعار

(۱۲) — دیوبند قیام کے دوران عصر و مغرب کے مختصر وقفہ میں مولانا دزیر محمد

خان کی مدح میں قصیدہ لامیہ ۲۰، اشعار پر مشتمل ،

(۱۳) — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ۱۵، اشعار

(۱۴) — مناجات کے انداز پر لکھا ہوا قصیدہ لامیہ جسے مولانا محمد مدح

نے اولاً ۳۲ اشعار میں نظم کیا تھا ، بعد میں ۳۰ اشعار کا اور

اضافہ کیا۔ یہ مناجات آپ کے عظیم کارناموں میں اہم مقام رکھتی ہے۔

آپ کی ذات و خدمات پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ اکثر کلام

مدرسہ فرقانیہ راجپور کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ آپ کے اشعار سلاست

روانی اور بلاغت و سادگی و شگفتگی سے بھرپور ہیں۔ آپ کے عربی زبان و

ادب میں عبور و گرفت کا اندازہ آپ کے کلام سے ہوتا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو :

### نعتیہ اشعار

ستر الہدایۃ کفر دھر کالدجی بعث الرسول لکان نوراً کالضحیٰ

جاء النبی بنور رب خلیفۃ بل عین نور اللہ فی دین الہدیٰ

اللہ لا یرضی شہادۃ وحدۃ حتی یقروا بالنبوۃ احمدلا

هو شافع یوم النشور للأمتہ ملکوا مسالکہ وما اختاروا الهویٰ

صلوا علیہ وآلہ متوالیا وعلى الصحابة کلہم ممن رأى

### صلوٰۃ و سلام پر مشتمل کلام

جلیل الخصال جلیل النوال رفیع الکمال شہیر الجمال

انا عبدکم من ذلیل الہوالی فان تترکونی فمن للسقام  
 جمیل الثناء جزیل العطاء حجاب الدعاء مصاب السماء  
 کثیر السخاء واقصى رجاء فلا اترك الباب دون المرام  
موسم ربیع پر چند نمونے کلام

جاء الربیع تهلک الانواء تنوّج فی روض الورد هزار  
 قم باوجیه الی الریاض تنزها أو مارأیت تنحلت أوكار  
 ذهب الطیور الی الحدائق الرهم ولکم بذاك الدهر کیف قرار  
 ذهب الشتاء لساقط الاوراق فی النهر فعلى الجبین نضار  
 خلعت غصون الدوح توبا بالیا بست طرائف بسۃ اشجار  
 یتخلل البدر المنیر بليلة مها تضحی بروضۃ أزهار

### قصیدۃ الامیہ کا ایک نمونہ

أیت أخوض فی بحر الدموع واستلفی علی بسط الملأل  
 کان الدهر صیاد ظلوم وانی فی الفلا مثل الغزال  
 یصیب السهم بعد السهم حتی کأنی قائماً غرض النبال  
 حبیبک مصطفی من کل رسل و سید آدم خیر الرجال  
 الہی انت ثواب وانی مقربا بالذنوب وسوء حالی

## و غطا و نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

فلا تنس فی عهد الشباب مواعظی      اُنک لا تنحتی مقام مواعدی  
ومن آثر الدنیا الدنیا قد غوی      ومن خاف فقه اللہ ' ذلک متعدد

آپ نے " اصول حدیث " پر ایک کتاب لکھی تھی جو  
۱۹۵۸ء میں طبع ہوئی تھی . اصول تفسیر پر بھی آپ نے " مقدمة القرآن "  
نام سے اردو میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں فہم قرآن ، تفسیر قرآن  
کے طریقے ، ترتیب سور وغیرہ سے بحث کی گئی ہے .

شاعری کے ذیل میں آپ نے نعت ، قصیدہ ، مدح  
و مرثیہ چاروں موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے . آپ کے عربی اشعار  
کی تعداد ۳۷۱ ہے .

آپ کے کلام میں روانی ، شگفتگی اور فطری جاذبیت  
پائی جاتی ہے . اور عیوب سے پاک ہے . آپ کے مجموعہ کلام میں سے  
سب سے زیادہ مشہور " قصیدہ لامیہ " ہے جو ۵۳ اشعار پر مشتمل  
ہے . اور مناجات کے انداز پر لکھا گیا ہے .

## مولانا عبد الجبار خاں آصفی

( متوفی ۱۳۴۳ھ )

مولانا عبد الجبار خاں آصفی ابن عبدالرزاق خاں  
 ۱۲۷۷ھ میں ریاست رامپور میں پیدا ہوئے۔ ولی محمد خاں اور مفتی عبدالقادر  
 سے کسب علم کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں بھوپال گئے اور وہاں علمی استفادہ  
 کیا۔ بعد ازاں حیدرآباد جاکر سید علی طوٹی سے فنون ادب کی تکمیل کی اور  
 وہیں ملازمت اختیار کر کے میر منشی کے عہدہ سے دارالمہام تک ترقی کی۔  
 آصفی نے "سہ نثر آصفی مرآة العروس" آثار اقبال "تاریخ  
 دکن" "سلک گوہر" "نظام سرودی" "عربی مکاتیب" "شمائل الرسول"  
 معجزات نبی الوری" (در دو جلد) "شواہد البخوم" "نور الانوار" (دو جلد)۔  
 "ترجمہ مواہب لدنیہ" "رسالہ در اختلاف بین الاشاعرة والماتریدیہ"  
 "دیوان غزلیات فارسی" "کلیات فصائد عربی و فارسی" وغیرہ اپنی یادگار  
 چھوڑ کر ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ کو رحلت فرمائی۔

آصفی عربی، فارسی اور اردو تیسوں زبانوں میں نشر کی  
 مانند نظم پر بھی پوری قدرت رکھتے تھے اور فارسی میں علی حزین، طالب  
 آملی اور بیدل کے پیرو تھے۔ عربی نشر میں سید علی خاں موسوی، صاحب



”انوار الریح“ کی اقتدا اور عربی نشر میں آزاد بلگرامی کا نتیجہ کرتے تھے۔  
 رپ کے کلیات میں فارسی کلام کے علاوہ سات سو پچیس  
 اشعار کے آٹھ طویل عربی قصائد ہیں۔  
 نمونہ کلام درج ذیل ہے :

فاذا رأیت مباسما ورمیضها	فتضمرت نارالجوی احتشائی
من حسنہا فرالطلام کانہا	بدر بدا فی اللیلۃ القمرء
وذوائب سوداء فوق خدورها	کالسحب تعلو دجنۃ البیضاء
وعیونہا تشفی وتلك مریضۃ	ومن السقام بھارأیت شفاءئی
وبھاٹھا فی الوجه تحت ذوائب	کالماء دون الحیۃ السوداء
بضیائھا راقۃ علی البیضاء	فاقت علی بدر السماء بسناء

---

یحب العانیات مضی الشبَاب	فهل هذا الذھاب له ایاب
كان الریق فی فمھا رحیق	ومن ثغر بسمھا حباب
ومزجت السلافة فی رضاب	فقالۃ دارحیق مستطاب
فما ادری الرضاب من الحمیا	فما ادری اشھد ام رضاب
بریقۃھا لصاری القلب ری	ولاحشاء بہ برومطالب
وكم من مدنف فی الحی باک	علی نحر وما فیھا خصاب
وكم من خائلات فی خدور	کارام کتابیھا القباب
بدور فی جناھا سافرات	شموس بالخدور لها الحجاب

ليس الشفا بالمدح مع المهراق      سالت به من قرحتہ الأماق  
 قلق الفؤاد من الكئيب مسلم      في الوصل لا يلقيد حين يلاقى  
 سر الهدى من اين يكتم ان وشت      زفرتها و لو اعج الاشواق  
 سم الراقم من دوائبها سرى      في القلب في ماله من اوق  
 وعواذل في الحب حين تلومنى      منها الحديث المر حلومذاق  
 ماء المدامع كيف يطفى في الحشا      ماشب فيها لوعة الاشواق  
 يا عادل وما نظرت ضراغما      صرعى باسهمها من الاحداق  
 حل الشبية فوقها ونظافها      في الخصر كالجوزا اشد وثاق  
 بينى وبين الحب عهد يقتضى      للصرم بعد الوصل من ميثاق  
 فكم لها حبيت البلاد مستتر      ولها حملت مصائب الافاق  
 فيها اناجى ليلة ونجومها      تهوى الى بشدة الاطراق  
 ما كان عندى من يسامرني ائى      الا وميض البرق بالاقلاق

« تذكره كاملان رامپور ، ص ١٩٠ - ١٩٨ »

(٢) كليات آصفى ، ص ٢٢ ، ٢٣ ، ٢٤ ، ٢٥٩ ، ٢٦١

مطبوعه دکن پریس ، حیدرآباد ١٣٢٦ھ

# مفتی کفایت اللہ

(دم سنہ ۱۳۴۲ھ)

مفتی کفایت (رحمۃ اللہ علیہ) کو شاہجہان پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اغازیہ میں حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم کے لئے مدرسہ شاہی مراد آباد میں مولانا عبدالعلی میرٹھی، مولوی محمد حسن، محمود حسن وغیرہ کے سامنے دانوئے تلمذ تہ کیا۔ فراغت کے بعد درس و تدریس سے منسلک ہو گئے۔ چنانچہ مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے اور تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ تدریس کے ساتھ شاعری سے بھی شوق تھا آپ صاحب طرز ادیب بھی تھے آپ کے کلام سے قدمات کے کلام کا شبہ ہوتا ہے۔ اشعار سے متنبی کی ادبیت جھلکتی ہے۔ آپ کو جملہ معامہ علماء میں ممتاز کرنے والی صفت آپ کا تفقہ فی الدین ہے۔ غیر معمولی مجتہدانہ بصیرت، جزئیات فقہ پر بے پایاں عبور کی وجہ سے ”مفتی اعظم“ کے اہم خطاب سے نوازے گئے۔

صاحب نزہۃ الخواطر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں :

كان الشيخ كفاية الله " قوی العلم ، عالما

مفتنا ، متضلعا ، طویل الباع ، راسخ

القدم فی الفقه ، عظیم المرتبة فی الافتاء  
وتحریر المسائل و تنقیحها یکتبها  
بعبارة وجيزة منبة ، وکان دقیق النظر  
فی المسائل والنوازل ، جید المشاركة فی  
الحديث وصناعته ، له ذوق فی الادب  
العربی وقدره علی قرض الشعر .

۱۳۰۰ ربيع الثانی ۱۳۰۰ء کی شب کو دلی میں وفات پائی ، اور  
وہیں پر تدفین ہوئی .

مفتی صاحب دیگر فنون کے ساتھ فن حساب میں بھی یدِ طولی  
رکھتے تھے . جہاں تک آپ کی ادبیت ، فصاحت و بلاغت اور زبانِ دہلی  
کی بات ہے تو عالم اسلام کے اکثر زعماء علم نے آپ سے عربی زبان میں  
مختلف مسائل اور فن کے تئیں مراسلت کی ہے .

شاعری کی حد تک آپ نے عربی ، فارسی اور اردو تیلیزوں  
زبانوں میں شاعری کی ہے . لیکن دراصل آپ عربی کے شاعر تھے نیز فارسی  
کے بھی . آپ کے ذخیرہ کلام میں دو قصیدے <sup>۱۶۹</sup> ایک سوانہتر اشعار پر  
مستمل ہیں . جو "روض الریاضین" سے ناثع ہو چکا ہے . ایک تہنی  
قصیدہ "نفحة العرب" میں درج ہے . اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں .

### نمونے کلام

شیخ الہند رحمہ اللہ کے اسارتِ مالٹا کے دوران لکھا گیا آپ کا

اذا العبيد ياتي المراء والمرأ محتظا      باهل ومغنى اورث اللطف والنهار  
 ولكنه ان احل والسجن مؤصدا      على المرأ لم يورث سوى الخزن والشجي  
 وكم بين حرق عينا ه بالهوى      وبين اسير يصطلى منرمته النوى  
 وكم بين حر اذ يغاني غزالة      وبين المعاني مجنة السجن والعنا  
 ولكننا قوم نلاعب بالطبى      ونقلى طباء اذ تداعت الى نوى

نحن كرام غلك الخير فى الندى

ونحن ليوت نحسم الشرفى الوغى

ابنياء باء الليث ذل التعبد

فلا بسة أخرى من الدل للعدى

جلسنا واذيا بغير جريمة      فما ذنبنا الا الدفاع عن الحمى  
 وان غاشم عدا الدفاع جريمة      فانا نرى هذاك من سودر الفتى  
 وان خاسنا الدهر الغشوم فلا تكن      بك الخدوون واقف حقا اذا انجلي

فانت كريم ابن الكريم ولم نجد

كريما معينا للذى جاروا عندى

نرى الاسر للحر الوفى كرامة

وان كان رجا للمواقع فى الحنا

وما السجن للمظلوم الا عطية      يمين بها المولى على عبده اصطفى  
 فيارب تشبينا وصبرا على البلاء      ويارب عوننا وانتصارا على العدى

یہ کلام ملاحظہ ہو :

الا یا مالطۃ طوبی وبشری	توی بک من محّا آثار کفر
ولم تک قبلہ الا خرابا	خمولاً غیر معروف بخیر
فلما حملها عادت ریاضتها	منضرة من التقوی و ذکر
مکلت بازہار المزایا	وازہار المزایا خیر زہر
الا یا مالطۃ کونی سلاما	علی محمودنا الراضی بقدر
امام الخلق قدوتهم جمیعا	لہ کرم الی الافاق یسری
جسید العصر سری الزمان	غیوث فیوضہ تہمی وتجرى
فرید فی خلائقہ العذاب	وحید فی التقی من غیر فخر
أشد الناس أمثلهم بلاء	فیا شمس الہدی یا طود صبری
ذکرنا یوسف الصدیق لما	أسرت بغير اسحقاق اسر
لحرالبین فی صدر الکئیب	تفیض دموعہ حمرا کجہر
العزیز کل عز	وینصرك النصر اعز نصر
سیکفک الالہ فانت مرء	کفاک اللہ قدما کل شئی

سینٹرل جیل ملتان کے جیل افسر کو عید کی مبارکباد دیتے

ہوئے اپنے سچے جذبات ، حمیت اسلامی ، آزادی ، اور نصب العین

کا اظہار مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے ۔ یہ ۲۵ اشعار پر مشتمل تہنیتی

کلام ہے بطور نمونہ ملاحظہ ہو :

و بوردکت فضل الدین وازدادت رفعتہ  
 و وفقت بالطاعات والخیر و التقی  
 لیھنک عید الفطر ہذا و بعدہ  
 تفتتت بالاعیاد ماسرق الذکا،

---

- 
- (۱) نزمیۃ الخواطر ج ۸ ، ص ۳۷۶
- (۲) مفتی اعظم کی یاد میں ، ص ۱۶۶
- (۳) نفحة العرب جدید ، ص ۱۱۸ ، ۱۱۹
- (۴) تفصیل کے لئے : — محقر تاریخ مدرسہ امینیہ ، ص ۳۱ ، ۵۷
- \_\_\_\_\_ الجمعیتہ دہلی : مفتی اعظم نمبر
- \_\_\_\_\_ البلاغ کراچی : تعلیمی نمبر ۲۸۶ مکتوب
- حفیظ الرحمن واصف مورخہ ۲ نومبر ۱۹۵۷ء

باب

چہارم

پتودہویں صدی ہجری کے ائمہ تفسیر، حدیث و فقہ کی  
عربی خدمات



تفسیر، حدیث و فقہ  
کا

مجموعی جائزہ

## عربی تفاسیر

عربی زبان سے متعلق علماء و شہرہ آفاق کلامیوں کے دو حصے ہیں پہلا حصہ ۔

مختلف علوم و فنون میں عربی تصانیف کا ہے اور دوسرا حصہ ان کے وہ کما رنگے جو عربی زبان میں بحیثیت زبان و ادب بیویئے ہیں ۔ اگرچہ ہم اہل موضوع دوسرے حصہ کا تذکرہ آنا ہے ۔ لیکن مسلمان شہرہ آفاق عربی تصانیف میں عربی زبان و ادب کی ایک کڑی ہیں ۔ اسلئے مختصراً بطور پر مختلف علوم و فنون پر شہرہ آفاق علماء کی بین الاقوامی شہرت کی مالک عربی تصانیف کا بھی ذکر کرتا چلوں ۔

قرآن تفسیر : قرآن پاک کی تفسیروں کی اسلامی ادب میں اولین اور اہم ترین مرتبہ حاصل ہے ۔ اور مسلمان علماء کی بڑی تعداد نے اپنے مقدس منہ میں صحیفہ کی تفسیر لکھنا بحیثیت ایک مہر کی افہام قرار دیا ۔

اور یہ سلسلہ حضور رسالت مآب کے صحابہ اور ان کے تابعین سے شروع ہونا ہے حضور نے آیات قرآنی کو مذہبی تشریح و ترائی لیکن اسکو قلمبند نہیں کیا ۔ ابتدائی دور کے وہ تفسیریں جنہوں نے صحابہ کی زبان سے تشریحات کو قلمبند کر کے قرآن کریم کی تفسیریں لکھنے کا آغاز کیا ۔

جو قفس یا پانچویں صدی ہجری کی تفسیریں ہیں جن میں مفسر طبری کو منفرد مرتبہ حاصل ہے ان کی تفسیریں کتب حدیث کے مانند ہیں جن میں احادیث نبوی کے تشریح سے ہیں ۔ پھر چھٹی صدی میں زحمتی کا مرتبہ بہت بلند ہے ۔ ان کی لکھی ہوئی تفسیر اللشنان ۔ ایک عالمانہ تصنیف ہے ۔ جو نحو اور لسانی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے ۔

آئندہ جلدوں کے مفسرین نے جو تفسیریں لکھیں ان کا ماحول انھوں نے اس زمین کی  
ان تفسیروں کو بنایا جو کہ گزشتہ زمانہ میں لکھی گئی تھیں۔ جن تفسیریں بہت مشہور ہوئی۔  
تفسیر بیضاوی۔ اور جلالین۔

اول ذکر بہن عمدہ اور جامع تفسیر ہے۔ اور دوسری حیرت انگیز اختصار و بلاغت کی  
وجہ سے مشہور ہے۔ ان تفسیروں کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔  
کہ آئندہ زمانوں میں کئی علماء نے ان کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے اور ان کی  
نورانی تفسیر اس قدر مشہور نہیں ہوئی۔ اور کئی ہندوستانی علماء نے بھی ان کی شرح  
و حواشی لکھے ہیں۔ فن تفسیر میں علامہ مہاتمس مرحوم متوفی ۱۲۳۵ھ - ۱۲۳۱ھ نے  
تبیصر الرحمن فی تفسیر القرآن۔ قرآن کریم کی یہ تفسیر و تفسیر اعلیٰ کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔  
یہ تفسیر جلالین کے مانند ہے اس میں بہت جامع اور وسیع مضامین ہیں۔  
اور تمام قرآنی قصص کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور تمام سورتوں کا شان نزول بھی  
بتایا گیا ہے۔

تفسیر مظہر بن قاضی شمس الدین پانی پنی۔ ۱۲۴۵ھ - ۱۲۸۱ھ نے لکھی ہے۔  
اس کا نام اپنے مرشد مرزا جان جانا کے نام پر رکھا۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی ۱۲۳۹ھ - ۱۲۸۳ھ ان کو بہت  
بہتر کیا کرتے تھے۔ اور یہ تفسیر سات جلدوں میں ہے اس میں حسن نقطہ نظر کو ملحوظ رکھا ہے۔  
مولانا حمید الدین فراہی صاحب کی الامعان فی اقسام القرآن۔ مولانا شمس الدین علی صاحب  
تفسیر القرآن بکلام الرحمن۔ ایسے ہی ادبی تفسیریں جن کا مقصد انھیں تعلیم ہے۔  
مولانا الامام ابو الفیض فیض۔ (ع۔ ۱۰۶۱ھ)۔ ان کے دربار میں ملک شہزادہ اور انارکسی کا مشہور شاعر  
اور مختلف علوم پر قدرت حاصل تھی۔

عربی ادب پر جس قدرات حاصل تھیں اس کی دو عربی تصانیف اس کا ثبوت ہیں۔

مولدیر الکلم و سلاک دُرر المکمل اور سواطع الالعام - ۱

فیض نے سواطع الالعام کو عربی ادب میں ایسے کتاب کا اضافہ کیا ہے جس کا اسلوب بالکل منفرد ہے۔ اور یہ ہندوستانی ذہن کی خصوصیت کا اظہار ہے۔ اور اگر کتاب ایسی نہیں جو کہ اتنی کامیابی کے ساتھ صفت مہملہ کی پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیرون ہند میں لکھی گئی ہو۔

جب شغب - از عبد الاحد ابن امام علی - اس کا دوسرا نام - فیض غیب ہے۔ جب شغب - قرآن کریم کے آخری خبر کی تفسیر ہے۔ اور اس میں وہ اسلوب اختیار کیا ہے جو صفت منقوطہ کہلاتا ہے۔ یہ صفت مہملہ کے برعکس ہے جو فیض نے اختیار کیا تھا۔

یہ وجہ شغب - کے آخر میں تین اشعار کی ایک نظم میں شامل ہے۔ اور اس میں یہ صفت منقوطہ کی پابندی برقرار رکھی ہے۔ اور اس کا افسانہ ہے۔ کہ مہنف کر لے زبان پر کتنی مہارت حاصل تھی۔ اور یہ کتاب - ۱۳۳۸ء میں لکھی گئی تھی۔

علامہ سید الشہر رضا مہر - مہریر - المنار - اپنی کتاب - مفتاح کثر السنت کے مقدمہ میں علماء ہند کی ان خدمات کا بڑا زبردست اعتراف کیا ہے۔ جس کا اندازہ

مسلمان ہند کی عربی تصانیف مجموعی نگار یا جاسکتا ہے۔ ہندوستان میں عربی زبان جس طرح تاریخ کے سارے ادوار میں ایک زرخیز پائندہ زبان رہی ہے۔ اسی طرح جوہر

صدی ہجری میں بھی ایک عظیم الشان حیثیت کی مالک ہے۔ جس میں عام علوم و فنون پر علماء زراعت نے اپنے اپنے قلم کی جولا فی دکھلائی ہے۔ علماء زراعت نے جہاں ہندوستانی تہذیب

و تمدن کی تشکیل جبریدہ کی وہ میں چند مثالیں

میں اپنے مذہب اسلامی و عربی نہیں کی تجرید و احیاء کا فرض ہے جس (فما) دیا ہے۔  
 اور علم و فن کا کوئی ایسا میدان نہیں جہاں ہندوستانی علماء نے اپنے جوہر اُردو کھا بیٹھا ہوں  
 تفسیر - حدیث - فقہ - تصوف - منطق - فلسفہ - تمام ہر میدان میں  
 ہندوستان نے بڑے بڑے بالمال جلیل القدر علماء و فضلاء کو جنم دیا ہے۔  
 تصنیف و تالیف کے میدان میں ہندوستان میں صوبہ اُتر پردیش میں خاص طور پر مغربی  
 یوپی کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ اس کے کہ مسلم بادشاہوں و حکمرانوں کے عہد حکومت میں  
 بیکر آج تک مغربی یوپی علم و فن کا گہوارہ رہا ہے۔ اور بڑے بڑے علماء و فضلاء مفتوحہ  
 ادیب اس سرزمین پر پیدا ہوئے۔

اور تمام ہر دین و اسلام موضوعات پر بہاؤ کے علماء نے تصنیف و تالیف میں اپنے اپنے جواہر دکھائے  
 جو دھویں صمدی ہجری میں مغربی یوپی فن تفسیر یا موضوع قرآنی پر اردو زبان میں  
 لا تعداد کتابیں لکھی گئی ہیں۔

جیسا کہ مولینا حفظ الرحمن سیوہاروی کی تھیں القرآن۔  
 مولینا ذریا گانہ علی۔ فضائل القرآن۔ مولینا عاشق الہی میرٹھی۔ ترجمہ قرآن۔  
 شیخ الہند محمود حسن۔ ترجمہ قرآن پاک۔ مولینا اشرف علی تھانوی۔ تفسیر القرآن  
 سر سید احمد خان۔ تفسیر القرآن۔ مولینا حبیب الرحمن عثمانی۔ حاشیہ تفسیر جلالین۔  
 مولینا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند۔ تفسیر معارف القرآن۔ وغیرہ وغیرہ اس صمدی  
 کے مشہور و معروف مفسرین میں سے تھے۔ اس صمدی کے وہ مفسرین جنہوں نے  
 عربی زبان میں موضوع قرآنی اور تفسیر پر کتابیں تصنیف کیں۔

۱۹۳  
انکے نام سب ذیل ہیں۔

مولینا ریاست علی شاہ بھیا پٹواری - جواہر التقریل -

مولینا امتیاز علی عرش - تفسیر سفیان ثوری -

مولینا اشرف علی تھانوی

وجہ الحاق ۴ ترجمہ اللغات والمعارف - سبق الفایات فی فسق الایات -

علامہ انور شاہ کشمیری - مشکلات القرآن - وغیرہ یہ وہ ناظم دروز

نگار مفسرین کی ثقافتیں ہیں جنکو ہندوستان میں نہیں بلکہ بین

الاقوامی شہرت حاصل ہے کہ دنیا ان کی نظر پیش نہیں کر سکتی ہے۔

میرے پیش نظر مغربی یورپی کے تمام دینی و علمی کارناموں کا بیان انہیں

بلکہ صرف ان کارناموں کا تذکرہ پیش نظر ہے۔ جو عربی زبان سے متعلق ہیں

خصوصاً عربی زبان و ادب پر ہمیشہ زبان جو خدمت انجام پاتی ہے۔

اور میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ عربی زبان و ادب میں بھی مغربی یورپی کے علماء کا

جو ایک اہم مقام ہے۔ میرے تحقیقی مقالے مشکلات سے مغربی یورپی کے

علماء کی عربی زبان و ادب پر عظیم خدمات و پیش قدمیاں کارناموں کا مغربی

انڈینہ سوجائے

## سندھ وستان میں احادیث کا آغاز۔

سندھ وستان اور عرب تاجروں کے ذریعہ اسلام اور تعلیمات اسلام سے مجاہدین کی آمد سے پہلے ہی پھونک رہا تھا۔ پھر پھر اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ احادیث کی نشر و اشاعت کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا جیسے حضرت حکیم بن ابوالعاصیؓ صحابی رسولؐ کی سرکردگی میں اس وقت مشہور سندھ وستان ہندوستان۔ نعمانہؓ ہر مجاہدین اسلام کا قافلہ انہوں نے بعد صاحب ہند کا علاقہ مجاہدین کی جولاں گاہ بنایا، اسلام کی فوجی قافلے آتے رہے۔

جن قافلہ میں وہ صحابی سورج دھوئے تھے جو دیدار بنو صہبہ مشرف ہوئے تھے۔  
توان محابہ کا خاص مقصد یہی ہوتا تھا کہ جب ملک میں جائیں۔

قال الله قال الرسول يا محمد اے ایک نئی روح پھونک۔

اس طرح سندھ وستان ابتر اس سے حد ثنا و خبر ناک اگواڑ سے آشنا ہو چکا تھا۔  
۳۹۳ ہجری فائز (ولید بن عبد الملک) میں محمد بن قاسم ثقفی نے سندھ پر ایک فیصلہ

کن حملہ کر کے اسے فتح کر لیا تھا اس وقت یہ باقاعدہ اسلام کی فتح اور میں شامل

ہو گیا تھا اور تیرہواں صدی ہجری تک براہ راست دمشق و بغداد سے اس کا تعلق قائم رہا ہے جب کہ دوسری صدی ہجری سے اقبال حدیث کی کتابوں میں عربی محدثین کے مقابلے میں ہندو علماء و محدثین بھی نظر آتے ہیں

جس میں متعدد درود مبارک ہستیاں ہیں کہ جنہوں نے قرآن

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ویدار سے انھیں روشنی کی تھیں

مثال کے طور پر ان علماء کے کلمے ہیں





جو تھیں صدی پوری کہ ان رجال محدثین میں سے کسی کہ جن سے خود حجاز و طران اور دمشق و شام کے محدثین نے واقف کی ہیں۔ جیسا کہ ابوالعباس احمد بن محمد منصور کی کتابوں کے موقوف ہیں۔ غرض پانچویں صدی کی ابتداء میں سلطان محمد و غزنویوں کے عہد میں خاصہ اضافہ ہوا اور اسلام نے اپنے اثر و نفوذ کے لئے ہمہ راستہ کے میلے ہی راستہ اختیار کیا۔ اور محمود غزنوی درگاہ خیر سے اسلام مخالفی کے ساتھ غور و ہرجے اور لاہور اور اس کے مصنافات میں اسلام کی حکومتیں قائم ہو گئی۔ اور اس عہد کے علماء محدثین میں سے شیخ اسماعیل لاہوری ۴۸۱ھ سے اہل ہند کو بطور خاص فیض پہنچا۔ یہ حدیث تفسیر کے شہر عالم ہونے کے ساتھ مؤثر البیان و اعطاء بھی تھے علمائے عہد کے علماء میں محمد بن عبد اللہ بن عبد العزیز لاہوری مشہور ہیں۔

اور نصر الدین بن احمد سنہ ۴۸۱ھ۔ بختیار الخانی بن لہلہ سندس وغیرہ ہندوستانی محدثین میں سے تھے اور جمعہ صدی پوری میں بھل لہلہ و نغان کے اسلامی خطے ہندوستانی علماء محدثین کے ایک محدث شیخ ابو الحسن علی بن لاہوری کا تذکرہ کرتے ہوئے مولا حسن نے لکھا یہ العالم المحدثات کان شفاً ادبياً شاعر التفسیر الحفظ۔

یہ حافظ ابو علی مظہر بن الیاس کے شاگرد تھے۔ اور بغداد تک ان کا فیض عام تھا۔

منوفی ۵۲۹ھ لاہور کے ہیں اور محدث جیسا کہ محمد بن محمد لاہوری۔

علماء رجال السند والعقد ۱۴۱۱ ع ۱۴۱۲ فنہم الخواطر۔ ۱۴۱۲ ج ۱

ہیں جنہیں حدیث کے ساتھ فہم اور فن مناظرہ میں بھی مهارت حاصل تھی اور ابراہیم بن  
ابراہیم بن عمر الجبستانی اور ابراہیم بن اسماعیل بن جانی سے حدیث میں شہرت تکمیل حاصل تھا۔  
اور منکر اور محدثین کے علاوہ اس عہد کے ہندو محدثین کا تذکرہ کتب رجال میں تفصیل کے ساتھ ملتا ہے  
بالآخر یہ سلسلہ ساتویں صدی ہجری کے اوائل یعنی سلطان شہاب الدین غوری

۵۹۴ھ - ۶۱۲ھ کے عہد سے ہوتا ہے یہ وہ زمانہ تھا کہ جس میں خراسان اور ماوراءالنہر  
وغیرہ میں تفسیر و حدیث کے ساتھ فہم و خوب بلاغت، ادب، فقہ، منطق، کلام - اور تصوف  
اگرچہ معیار، فضیلت سمجھے جاتے تھے۔ مگر فقہ اور اصول فقہ کو زیادہ اہمیت حاصل تھی  
اور اس دور میں امام صفانی صاحب ۲۱۰ ہندوستان کے لئے باعث فخر مباحثات ہندو جلوہ  
افروز ہوئے۔ ۵۹۴ھ میں لاہور میں ولادت ہوئی۔

حدیث اور اس کے متعلقات میں مشارق الانوار مصباح الدجی فی حدیث المصطفیٰ -  
الشمس المشرقة - شرح بحار و طہرہ آپکی اہم تصانیف ہیں۔ ۶۶۲ھ میں وفات ہوئی  
۶۶۲ھ کے علاوہ ساتویں صدی میں بہت سے علماء محدثین نے ہندو و ہندو مسلم حدیث کی  
خدمت انجام دیں۔ جیسا کہ۔

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی متوفی ۶۶۶ھ

علم رجال السنہ و البدع ۲۳۵ھ عن فرہم الخوامر ۱۰۵ھ

اور شیخ زہنی الدین صفائی بدایونی وغیرہ پیرا پھوٹے

اس اعتبار سے آئندہ صدی بھی ہیں اس اہمیت کی حامل ہے، اس دور میں علم معقولات پر اگرچہ سر زمین ہند میں علماء محدثین نے اپنا زیادہ زور صرف کیا ہے لیکن علوم نبویؐ کے جاننے والے حدیث پاک کا نشر و اشاعت میں بھی معروف تھے اس عہد کے علماء میں یہ علماء خاص مقام رکھتے تھے۔

حضرت سلطان الشائع نظام الدین اولیاء۔ اس دور کے جلیل القدر خافض احباب و محدث تھے۔ حدیث میں شارح الاثر اور مصباح السنہ (یعنی مشکوٰۃ المصابیح کا سنن) ادب میں مقامات عریض آپ کو کورس زبانی یاد تھا۔ شیخ مولانا کمال الدین نے، سند میں لکھا ہے کہ۔

قرأ هذا الاصل المستخرج من الصحيحين على سائر هذا السطور و  
بحث واثقان وكنصيح معانيه وكنفس مبانیه - ۳

---

عَلَيْهِ  
الترجمة المختصرة من ج ۱ - ۲ رجال الهند الهند ص ۳۵ - ۳ نظام تعلیم و تربیت ص ۱۵۸ - از مولانا مناظر حسن گیلانی۔

اس صدی میں اور اسی بہت بعد مدینہ تشریف آویں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں  
مولانا شمس الدین محمد بن ابی - اودھی - مولانا ظہیر الدین بکھری اور شیخ فرید الدین  
شافعی وغیرہ کے شاگرد تھے ۔

فقہ احمدیہ فقہ - ادب اور حدیث کے امام تھے مولانا حنفی نے ان کے ترجمے میں لکھا ہے  
کہ مصنفات جلیلہ فی علوم الشریعہ - انھوں نے مشارق الانوار کی شرح بھی لکھی ہے۔  
چنانچہ شرح منقولہ کے حوالے سے شیخ اودھی کا یہ تحقیق - لا تشاوب انہی فظہ۔  
بالفاظ اخبار الاحبار میں درج کی ہے اور علمائے مدینہ و نواح بانی علم  
اور مولانا فخر الدین ذوالوی دہلی کے علماء مدینہ میں خاص امتیاز کے مالک تھے۔  
علامہ سلیمان ذراکملانی - حدیث فقہ اصول فقہ میں مہارت نامہ لکھتے تھے۔  
عجاز عراق بغداد اور دیگر ممالک کا سفر کیا اور علماء سے بھرپور کسب فیض کیا۔  
اور پھر ہندوستان واپس آ کر دہلی کر اپنا علمی عمر گزارنا یا۔ علم۔

اور ان بزرگوں کے علاوہ شیخ فخر الدین محمد دہلوی شیعہ شریعتی طبری اور شیخ ابن الدین  
طبری و جمال الدین مظہری اور شیخ عبد الغفر بن دہلی اور شیخ فخر الدین محمود بن ابراہیم دہلی  
وغیرہ بھی اس سلسلے کے علماء عظام و شایخ مایہ سے تھے جو نہایت حدیث میں بلند مقام  
رکھتے تھے اسی طرح یہ قافلہ نہیں صرف مدینہ میں بلکہ عراق و ایران و ہندوستان  
کے سائنس و ادب و فطرت کے علمائے کرام تھے جو کہ باہر سے اس دولت سے بہا کو  
لیکھ ہندوستان میں وارد ہوئے ۔

منزلتہ الخواص ص ۷۰ ج ۲ - ح ۱۱۱ ص ۲۱ ج ۲

شیخ نور الدین احمد بن عبد اللہ شمس ازلی ہیں۔ شیخ موصوفہ علامہ سید شہین  
جرجانی شیخ شمس الدین محمد بن الجبراس اور شیخ محمد الدین فیروز آبادی جیسے  
اساتذہ علم و فن کے ساتھ اور صیغہ بنارس کی سماعت شیخ بابا یوسف ہمدانی سے کی گئی۔  
شیخ نور الدین سے علامہ تاج الدین نے علامہ البر العباسی احمد نیرانی اور خود  
ان کے نواسے شیخ ہبہ اللہ بن عطاء اللہ چشتی وغیرہ وغیرہ نے حدیث کی سند اجازت  
حاصل کی ہے۔ اور شیخ رکن الدین فرسٹ ظفر آبادی بھی اسی صدی کے بزرگوں میں  
سے ہیں۔ جن کے بارے میں صاحب نزہۃ الخواصر لکھتے ہیں۔

كان من اطلاب الفقهاء الحنفية ذاك العبد حال في الفقه واصوله والحديث والتفسير  
اور شیخ رکن الدین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انکو ایک لاکھ حدیثیں زبان یاد تھیں۔

ظفر آبادی صیغہ قیام تھا اور وہیں ۸۲۰ھ میں وفات پائی ہے۔

اور السوفت کے مشہور محدثین میں سے شیخ حسین بن عمر الدین بلخی اور شیخ حسین  
امہ حضرت شیخ شمس الدین علوی جن کے بارے میں علامہ حسن رفیع طراز ہیں۔

وكان المحلوی فخرید عصره فی القمات والتجريد له یکن مثله فی زمانه فی مصر  
وكان حاشا ولا فی الارض الحجاز۔ ۲ ذی الحجہ ۸۲۵ھ کو وفات ہوئی۔ ۳

اور شیخ جمال الدین کشمیری، شیخ خضر بن حسن محدث جوینی اور لکھنوی،

وغیرہ وغیرہ بھی اسی صدی کے محدثین میں بلند مقام رکھتے تھے۔

دسویں صدی ہجری کے زمانے میں سرزمین ہند میں علم و حدیث کے فروغ کا زمانہ تھا۔

اسی صدی میں متعدد علماء محدثین ہندوستان میں وارد ہوئے اور اخیر تا وحدثنائے ہندوستان

کو معطر بنادیا۔ نزہۃ الخواصر۔ ص ۳۳ ج ۳ ایضاً ص ۳۳ ج ۳۔ ۴ ایضاً ۱۱

اور باہر سے آئینوالے علماء محدثین میں شیخ محمد بن عبد الرحمن مالک، مصری رہنمائی بہ احمد آباد  
 ۱۹۱۹ء۔ شیخ خواجہ امیر گلان ہمدانی م ۱۹۱۱ء۔ شیخ ابوسعید بغدادی شیخ شہاب الدین  
 بدر مصری، م ۱۹۱۴ء احمد آباد۔ شیخ شہاب الدین بدخشش۔ شیخ رفیع الدین صفری  
 تبریزی کے نام گرامی سرپرست ہیں۔ مگر وہ تحقیق جسکے علم سے سرزد ہوا ہندو  
 شخصائی و صوفی گروہوں میں علم کی روشنی پھیلانے والے شیخ سید رفیع الدین تبریزی کی  
 ذہن گرامی تھے وہ معجزات میں محقق و آئی کے شاگرد تھے۔

اور آپ کے مخصوص نفاذ میں۔ شیخ ابو الفتح محدث مسبر میں وغیرہ ہیں۔  
 اور بعض علماء ہند نے اسلامی مالک کا سفر کیا اور علوم حدیث سنت سے  
 مستفیض ہو کر واپس آئے اور ان علماء میں مولانا اچ گجراتی کو اولین حاصل ہے  
 آپ کی وفات احمد آباد میں ۱۳۹۹ھ میں ہوئی۔

اور نفاذ وہ اس حدیث کی اور مشہور معروف شخصیت حسب ذیل ہیں۔  
 ④ میر سید عبد الامین بن غلام الحسن جو بنوری۔ اپنے دیلی میں ۱۳۶۹ھ میں  
 وفات پائی آپ کی تصانیف میں۔ فیض الباری شرح صحیح البخاری۔ اور تلخیص  
 سفر السعاده علم حدیث میں ہیں۔ فیض الباری۔ صحیح بخاری کی اول ترین کوشش ہے  
 ⑤ ایسے ہیں شیخ علامہ متقی شیخ کامل جو بنوری۔ ۶۱ برس کی عمر میں حجاز کا سفر کیا اور حجاز  
 بیچکر ۱۳۵۶ھ سے ۱۳۷۱ھ تک حدیث شریف کی وہ دائرۃ المعارف ترتیب دی جو کنز العمال  
 سنن الاقوال والافعال کے نام سے مشہور ہے اور ساتھ ہی اس کی تلخیص بھی۔ منبع العباد

کے نام سے مرتب کی۔ ۱۱ مقالات سلیمان ص ۱۲۔ ج ۲۲ اخبار الاخبار ۲۵۴۔ از شیخ عبد الحق

آپ نے ۹۵ برس کی عمر پھر ۹۷۵ھ میں وفات پائی متوفی ۱۰۱۰ھ

(۳) شیخ عبد الہیاب متوفی = منہ و (ماوہ) کے رہنے والے تھے ۱۰۱۰ھ میں وفات ہوئی

(۴) شیخ محمد طاهر پٹن - پٹن کے رہنے والے تھے - آپ کی دو کتابیں ہیں - مجمع البحار لغت حدیث میں

اور معنی اسماء الرجال - میں مجمع البحار - در حقیقت صحاح سنہ کی شرح ہے۔ ۹۸۴ھ میں

اجین کے قریب سارنگ پور میں شہادت پائی - ان بزرگوں کے علاوہ عبد المالک عباسی

۱۰۱۰ھ - شیخ مبارک بن ارزانی بنارس - مولف مدارج الاخبار -

شیخ عبد اللہ بن سعد الدین سندری - شاہ محمد بن فضل اللہ جون پور کا - یعقوب حق کشمیر الی

عبد کا محدثین میں سے گزرا ہے ہیں -

گیارہویں صدی - میں بعض علم حدیث کا نیر تاباں شیخ عبد الحق محدث کے کے غلام سے دہلی کے

افق سے طلوع ہوا - انھوں نے دور کی بدعت والی حدیث بنو کے نرسے کا غور کیا۔

۹۵۱ھ میں آپ کی ولادت ہوئی - اپنے شیخ عبد الہیاب متوفی سے ملکہ معظمہ جاح صحاح سنہ کی

تحصیل کی آمد ہندوستان واپس آ کر دہلی میں قیام کیا اور اپنے علم سے لوگوں کو مستفیض کیا

اپنے تقریباً سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں مشکوٰۃ کا درجہ جس لمعان التبیغ

عربی میں اعداد اشعة اللعان فارسی میں - سفر السعاده کی شرح لکھی -

اور مدارج النبوة وغیرہ ہیں آپ کی وفات ۱۰۵۲ھ کو دہلی میں ہوئی -

شیخ عبد الحق محدث دہلی کے انتقال کے بعد اس سیرت کو ان کے بیٹوں نے اپنے سینے سے

لگایا - مولانا نور الحق محدث دہلی نے اس فیض کو عام کیا اور غلام زندگی اس میں وقفہ جاری

اور ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی -

صحیح بخاری کی شرح تیسری القاری۔ کئی جلدوں میں ایک ہی تصنیف ہے اور مؤطا امام مالک کی شرح مرتب کی۔ صحیح مسلم کی شرح منبہ اللعین کے نام سے لکھی مگر عمر نے ساتھ نہ دیا تو اعلیٰ مکتبہ ہولک۔ انکی وفات کے بعد انکا صاحبزادے شیخ فرید الدین نے اس کو سنز کر لیا۔

تیسرے شیخ فرید الدین نے حسن حبیبی کی شرح لکھی پھر شیخ فخر الدین کے صاحبزادے شیخ الاسلام نے صحیح بخاری کی شرح فارسی میں لکھی اور شیخ بخاری تیسری القاری کے حاشیہ پر شرح شیخ الاسلام کے نام سے چھپیں یہ شیخ الاسلام کے صاحبزادے دہلی سے منتقل ہو کر رام پور چلے گئے اور محدث و امپورس کے نام سے مشہور ہوئے انھوں نے مؤطا کی شرح معلق لکھی اور صحیح بخاری اور شمائل ترمذی کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا اور اصول حدیث پر ایک عربی میں رسالہ لکھا۔ شیخ دہلوی رحمہ فی اولاد کی طرح انکے شاگردوں نے بھی علم حدیث کی اشاعت میں گوناگوں کوششیں کی اور نئے حدیث کو عالم فہم کر دیا۔

انکے شاگردوں میں کچھ خواہی نام حسب ذیل :-

ملا حیدر کشمیری - م ۱۵۲ھ - اور ملا حیدر کے شاگرد بابا داؤد مشکاتی کشمیری۔ مشکوٰۃ النجیب اور زیادۃ النکت مشکاتی کہلاتے تھے۔ متوفی ۱۰۹۷ھ۔

بارہویں صدی - کما غار ملا نظام الدین سہارنوی لکھنوی سے ہوتا ہے۔ یہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے علمائے کرام میں سے تھے۔ اور ملا عبدین اللہ محدث کشمیری بھی اس صدی کے علماء محدثین میں سے تھے ۱۱۳۵ھ میں وفات پائی۔

اور شیخ نور الحق کے نامور شاگرد۔ فاضل میر سید مبارک محدث ہیں انھوں نے حدیث میں وہ مقام حاصل کیا کہ آزاد بلگرامی نے ان کو قطب الحدیث کا خطاب دیا ہے اور انکے شاگردوں میں



شیخ نورالحق کے شاگرد۔ دیوان محمد رشید چنبڑی کے بعد یہ جبربار علوی صمدی سحری کے منجم عالموں میں سے تھے  
 شیخ دہلوی کے خاندان کے علاوہ حضرت مجدد النشانی شیخ احمد بن عبد اللہ احمد فاروقی کے ہم نام کے  
 خاندان کا نام بھی۔ ہندوستان کی تاریخ میں خادمانِ حدیث نبوی کی کیسے یادگار رہے گا۔  
 مجدد النشانی کا حدیث میں کتنی بڑا مقام تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اپنے حدیث کی ترویج  
 سرانا عبد الرحمن کے لئے۔ اور مولانا بقرب کشمیری کے لئے حاصل کی متن حدیث میں پیش لہذا  
 اربعین آپ کی تالیف ہے۔

مجدد النشانی کے صحابہ ادا سے محمد سعید بھی فقیر محدث تھے۔ چنانچہ میں وہاں پائی۔  
 حدیث میں شرح مشکوٰۃ آپ کی یادگار ہے۔

اس طرح ہندوستان میں علم حدیث بتدریج اپنے مراحل طے کر رہی تھی۔ کہ حدیث کی تاریخ میں  
 ایک جہات بخشی انقلاب آتا ہے یعنی حضرت شاہ ولی اللہ بن عبد الرحمن علی۔ مجدد دہلوی  
 ۱۱۷۹ھ۔ مسند حدیث ہوئے ہیں۔ محدث دہلوی نے ہندوستان میں تحصیل حدیث کے  
 بعد حجاز کا علمی سفر کیا اور وہاں شیخ ابو طاهر محمد بن ابراہیم قرطبی مدنی سے صحاح ستہ کا درس  
 لیا۔ محدث دہلوی نے ہندوستان آکر صحاح ستہ کا درس جاری کیا۔ اور نئی حدیث میں  
 تفقہ فی الحدیث اور اسرارِ صحیح کا ایک بنیاب کھولا۔ اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ حدیث  
 کو عام کرنے کی سعی کوشش فرمائی۔ موطا امام مالک کا فارسی میں عربی میں شرح  
 مصنف و مصنف کے نام سے تالیف کی۔ حجتہ اللہ البالغہ۔ اربعین۔ الفوائد میں الحدیث  
 الدر الثمین فی میسر اندن لا مین۔ شرح تراجیم البواب النجاری۔  
 الفوائد نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں علوم نبوی کی آواز بکھریا۔

آپکی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی۔ اور اپنے چھ صاحب شاعر و مددگار چھوڑا۔

جن میں شاہ محمد عاشق چغتائی۔ شاہ نور الدین بڑھانویں۔ خراج محمد امین کشمیری بہشتی وقت  
قاضی شاہ الدین پانی پتی۔ جامی رفیع الدین قاروقی مراد آبادی وغیرہ غایب شخصیات ہیں  
بزرگوں میں صمدی بھگت میں شاعر العزیز محدث دیپویں اپنے والد کے جانشین ہوئے

اور اپنے چھوٹے بھائیوں اور داماد مولانا عبدالحی اور جیسے مولانا اسماعیل شہرہ اور بھائی  
شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبد القادر شاہ عبد الغنی کرحدیہ فقیر جملہ معقولات منقولات  
کی تعلیم دی۔ آپکے فیض عام سے بڑے بڑے جہ علماء فقہاء محدثین نمودار ہوئے۔

اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے شاگردوں مولانا حسین احمد محدث میلج آبادی  
اور مرزا حسن علی لکھنوی کے واسطے سے یہ فیض فرنگی محل پہونچا۔ مولانا شاہ عبد الغنی  
فرنگی محل نے دونوں بزرگوں سے حدیث کی تکمیل کی۔ پھر یہ سلسلہ فرنگی محل میں چلتا رہا  
اور بڑے بڑے علماء کبار محدثین فرنگی محل میں پیدا ہوئے مثلاً مولانا عبدالحی فرنگی محل تہذیب  
اس فن کو درجہ کمال تک پہونچایا صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ تمام دنیا اسلام میں  
آپکی اواز گونج اٹھی۔ آپکی حدیث سے متعلق نادرتابیں نقد۔ اور تحفہ کے ساتھ شائع کی گئی  
اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔ پورا نیک بعد فراموشی حضرت شاہ  
رمزاق صاحب نے صند تدریس ہندوستانی انقلاب ۱۸۵۶ھ کے بعد ہجرت کر کے ملک معظم چلے گئے تھے۔  
اور وہیں ۱۲۹۲ھ میں وفات پائی۔ ترمذی صمدی کے خلفا آخر میں جہاں اور خیر آباد  
کی علمی مرکز بنیں فتح پور چکی تھی۔ اب لکھنؤ میں علم کی روشنی باقی تھی

گرایا کہ انکی مرگدیت ختم مہی ہوگی نہی لیکن ان تینوں مرگروں کی ماہ الامتیاز خفصہ صہبان  
ہندوستان کمدارک عربیہ میں یکویش موجود تھی ۔

دہلی میں تفسیر وحدیث پر زور دیا جاتا تھا حضرت شاہ ولی اللہ کا خانہ ان کتاب و سنت  
کی نشر و اشاعت میں ہمہ تن مشغول تھا ۔

لکھنؤ میں علماء و فاضل محل پر عاورد انہی کا سائنس و علوم کا رنگ چھایا ہوا تھا ۔  
فقہ اور اصول فقہ کو ان کی یہاں زیادہ اہمیت تھی تفسیر حدیث میں جلالین ، مشکوٰۃ المصابیح کافی  
سمجھی جاتی تھی ۔ فیہر یاد میں مہر منطوق اور فلسفہ برتویم ہوتی تھی ۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد نتیجے میں ہندوستان میں مسلمانوں کو انگریزوں کی حکومت نے جسے اذیتوں  
میں مبتلا کیا ۔ دہلی کی علمی رونق و جڑ گئی تھی ۔ اور مدارس کو شدید نقصان پہونچا یا تھا ۔

اس صورت حال سے متاثر ہو کر بعض سرکردہ حضرات نے ہندوستان کے صورت یورپی میں خاص  
مغربی یورپی کے ایک شعبہ دیوندر ضلع سہارنپور میں عربی علوم کا ایک مرکز ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ میں  
(۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو قائم کیا ۔ اس دارالعلوم کے بانی حضرت مولانا قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) تھے  
آپ شاہ عبد الغنی صاحب کے تلامذہ میں سے تھے ۔

حضرت نانوتوی کا یہ عظیم کارنامہ ہندوستان کی علمی تاریخ میں ہمیشہ باقی رہے گا ۔ اس طرح انھوں نے  
اس دارالعلوم کو قائم کر کے برصغیر میں علوم اسلامیہ کی حفاظت و حیانت کا ایک ذریعہ فراہم کیا ۔

اسی صدی میں بلکہ اس کے چودہ ماہ بعد میں سہارنپور میں ایک اراجم ۱۲۸۳ھ (فروری ۱۸۶۶ء) مولانا

سعادت علی قفیلہ اور متوفی ۱۲۸۶ھ اور دیگر حضرات کی کوششوں سے سہارنپور میں

دین علوم کا ایک مدرسہ قائم کیا جو دارالعلوم دیوبند کے اساس پر (مظاہر علوم) کے نام سے موسوم ہے

جس میں منقولات و معقولات کی تعلیم دی جاتی ہے ۔

پھر اس شرح عربی علوم کا یہ سلسلہ تیرھویں صدی سے پہلے چودھویں صدی تک پہنچا ہے۔  
چودھویں صدی میں سوزی انزلی میں بڑے بڑے علماء و کبار و محدثین پیدا ہوئے جن میں  
حضرت شاعر الفنی محدث دہلوی مہاجر مدنی کے شاگرد۔ حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی  
تھے۔ انھوں نے اپنے وطن گنگوہی میں درس حدیث کی بزم سبائی۔ شاہ ولی نے جس درس  
فی الحدیث کا اجرا کیا تھا۔ انھوں نے اسے ایک تنادر درخت بنا دیا۔ فقہ حدیث میں  
حضرت گنگوہی کا درجہ علامہ طیبی سے کم نہیں تھا۔ اس طرح ایک ہی یہ آمانی اللکوب الدری  
اور الامام الدار (مقامی نمونہ ہیں) حضرت خانقوی کی وفات کے بعد دارالعلوم کی نگرانی و سرپرستی فرمائی۔  
اس صدی کے دوسرے محدث علامہ سید انور شاہ کشمیری کی حدیث خزانہ کریمین بھلا باجائے۔  
فیض الباری فی شرح الترمذی۔ ایک مہتمم تالیف ہے۔ ان کے علاوہ اس صدی میں بڑے بڑے  
خلیل القدر محدث پوری پیدا ہوئے جنھوں نے فن حدیث میں ہمیشہ بہا تالیف کی ہیں  
مثلاً۔ خلیل احمد سہارنپوری کا بذالجہود فی شرح ابی دار۔  
شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کی فن حدیث پر او حیز المسالک الی شرح مؤطا امام مالک۔  
مولانا شبیر احمد عثمانی۔ فی فتح المبلغ فی شرح الجامع الصغیر المسلم۔ مولانا صدیق بیگ (پوری)  
کی انوار الجہود فی شرح سنن ابی داؤد مولانا احمد علی سہارنپوری کی (حاشیہ صحیح بخاری)۔  
مولانا اشرف علی تھانوی۔ (علاسن الاثر)۔ شیخ المعتمد محمود سنن (اشرا کراچی بخاری)۔  
یوسف کاندھلوی۔ حیاة الصحابہ۔ ادبیس کاندھلوی۔ مشکوٰۃ فی شرح بشر التعلیق الی۔  
التعلیق الصغیر علی مشکوٰۃ المصابیح۔

ان تمام محدثین کے علاوہ اس مدرسہ میں اور بڑے بڑے محدثین کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ۔ مولانا احمد حسن صاحب محدث امرہ ہیں۔ مولانا سید الصغیر حسین محدث دیوبند ہیں۔ مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی۔ حضرت مولانا رفیع الحسن صاحب چاندپور اکا۔ مولانا علیہ الرحمہ محدث امرہ ہیں۔ مفتی نقایات العظمیٰ شجاع آبادی ہیں۔ مولانا اعجاز علی امرہ ہیں۔ وغیرہ صحیح۔ نئے درس تدریس۔ تصنیف و تالیف کے ذریعہ جو حدیث کی خدمت کی ہیں۔ ہم الصغیر میں کس بھی علاقہ کربہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ آج ہر زبان کے حسن خطمہ اور جس ادارہ میں ہیں درس حدیث کا سلسلہ جاری ہے۔ وہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ ہوا انہیں لوگوں کے فیوض و برکات سے عائم و دائم ہے۔

ذالک فضل اللہ یوثیہ من یشاء۔

## —: فقہ :—

فقہ کی ترویج و اشاعت اسلام کی آمدی سے شروع ہوئی ہے کیونکہ شرعی احکام کو جاننا اور ان پر عمل کرنا فقہ ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ شریعت محمدی کے مطابق ہمیں جن چیزوں سے بچنے کا حکم ہے اُن سے بچنا اور جن اُمور کے کرنے کا حکم ہے۔ اُن پر عمل پیرا ہونا فقہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ فقہ میں شرعی احکام کے استنباط سے تفصیلی دلائل کے ذریعہ بحث و تمحیص کی جاتی ہے۔ جس کی بنیاد پر کلام اللہ، سنت رسولؐ اور اجماع پر ہے۔ فقہ میں کلام الہی اور سنت نبویؐ کی روشنی میں فقہی مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ فقہی مسائل کے استنباط و استخراج اور حل کے سلسلے میں اجتہاد اور اختلاف رائے کی گنجائش ہوتی ہے فقہ فی الدین کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر عہد نبویؐ میں بھی اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ جن کو قدرت کی طرف سے فقہ فی الدین کی صلاحیت عطا ہوئی تھی۔ فقہی مسائل میں قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس کے پیش نظر استنباط کرتے تھے۔

جمہور مسلمین نے چار فقہی مذاہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کو قبول کیا۔ اسی وجہ سے اسلامی دنیا کے ہر حصے میں ان میں سے

کسی ایک فقہ کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہندوستان میں شروع سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہ کو عام مقبولیت حاصل ہوئی۔ جنوبی ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں اہل یمن و حجاز کی آمد و رفت کی بنا پر امام ادریس شافعیؒ کی فقہ کا رواج ہوا۔ تیرہویں صدی ہجری میں غیر مقلدین اہل حدیث کا مسلک ہندوستان میں ظہور پذیر ہوا۔ یہ طبقہ مذکورہ بالا فقہی مذاہب کی تقلید کو حرام اور ناجائز کہتا تھا۔ اور جو خود براہ راست کتاب سنت سے فقہی مسائل کا استنباط کرتا اور ان کا حل تلاش کرتا ہے۔

اسلامی ہند کی تاریخ میں کوئی صدی ایسی نہیں گزری جب فقہ کی کسی نہ کسی صنف پر کام نہ کیا گیا ہو۔ مسلم دور حکومت میں بہت سے ایسے مسلمان بادشاہ گزرے ہیں جو خود صاحب قلم نہ تھے۔ لیکن وہ علماء اور فقہاء کی اس درجہ خدمت کرتے تھے کہ بعض لوگ عقیدۂ اپنی کتابوں کو ان کے نام سے منسوب کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ جیسا کہ فیروز شاہ تغلق کے نام سے منسوب فوائد فیروز شاہی قابل ذکر ہے۔ جس کو اس کے دربار کے ایک عالم ملا محمد نے فارسی میں فقہ حنفی کے فتاویٰ کو مرتب کیا تھا۔ ایسے ہی ایک دوسری کتاب "فتاویٰ ابراہیم شاہیہ" جس کو جونپور کے بادشاہ ابراہیم شرقی کے نام ایک مشہور عالم قاضی شہاب الدین ملقب نظام الدین کبیلانی نے مرتب کیا تھا۔

اس کتاب کا پہلا حصہ فارسی میں ہے۔ اور دوسرا حصہ عربی زبان میں ہے۔

اسی طرح پر بہت سی کتابیں لکھی گئی جیسے فتاویٰ حمادیہ بھی لکھی گئی۔ یہ تمام کتابیں اسی دور کی تصنیف ہیں جب عدالتوں میں اسلامی شریعت کا بول بالا تھا۔ تو قضاۃ اہم فقہاء کی رالیوں کو مجموعوں کی شکل میں اپنی سہولت کی خاطر خود یا دوسرے علماء سے مرتب کروا لیا کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت آیا کہ عدالتوں کے علاوہ، مدارس میں بھی فقہ کا بول بالا ہوا۔

مدرسوں میں جو کتابیں لکھی گئی وہ عام طور پر طلباء کی ضرورتوں کے پیش نظر لکھی گئیں۔ یہ کتابیں عموماً متداول کتابوں کی یا تو شرح ہوتی تھیں یا حاشیے۔ اس قسم کے حواشی و شرح کی بڑی طویل فہرست ہے۔ جس میں دو فقہی کتابوں پر تقریباً ۳۰ ہندوستانی علماء نے اپنے حاشیے لکھے ہیں۔ جیسے "ہدایتہ اور شرح وقایہ" نویں صدی ہجری کے ایک عالم ابوالبرکات حافظ الدین نسفی کی مشہور کتاب "منار الانوار" کی بھی تقریباً دس شرحیں لکھی گئیں۔ ملا جیون امیٹھی نے بھی شرح منار الانوار کے نام سے اس کی جامع شرح لکھی۔

مسلم حکمرانوں کا دور حکومت ختم ہونے اور عدالتوں سے اسلامی فقہ و شریعت کے کسی حد تک خاتمہ کے باوجود مسلم گھروں میں



فقہ اور شریعت کا رواج باقی رہا۔ لیکن انگریزی دور حکومت میں یہ ذمہ داری علماء کرام و فضلاء کے کاندھوں پر آگئی۔ اور وہ متداول فقہ کی روشنی میں کافی دشانی جواب دینے لگے۔ لوگوں نے اس قسم کے فتاویٰ کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ اور ہر مشہور عالم کے فتاویٰ جمع کئے جانے لگے۔ پہلا مجموعہ انیسویں صدی کے مشہور عالم شاہ عبدالعزیز صاحب کا مجموعہ "فتاویٰ عزیزی" لکھا گیا۔ جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پھر اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔ "مجموعۃ الفتاویٰ" از مولانا عبدالحی فرنگی عسلی، "فتاویٰ نذیریہ" مولانا نذیر حسین دہلوی، "فتاویٰ رشیدیہ" مولانا رشید احمد گنگوہی، اور فتاویٰ امدادیہ مولانا اشرف علی تھانوی، فتاویٰ رحمیہ مفتی عبدالرحیم رائے پوری وغیرہ کے فتاویٰ معرض وجود میں آئے۔

موجودہ صدی میں فتاویٰ دارالعلوم دہلوی بند کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو کئی جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور جواہر مفتیوں کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ چونکہ فقہ و اصول فقہ پر عام طور پر جو کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ان کی حیثیت حواشی و شروح کی ہے۔ جو بالعموم فارسی و اردو میں ہیں۔ اس کے علاوہ فقہ کے مختلف موضوعات پر اردو میں بعض دقیق کتابیں بھی لکھی گئیں اور اہم پرانی کتابوں کے ترجمے بھی کئے گئے ہیں جیسا کہ امیر عسلی نے فتاویٰ عالمگیری اور ہدایہ کا ترجمہ کیا۔ مولوی وحید الدین خاں لکھنوی نے

شرح وقایہ کا ترجمہ نذر الہدایہ کے نام سے چار جلدوں میں کیا۔ مولوی خرم علی نے درالمختار کا ترجمہ غایتہ الادوار کے نام سے کیا۔ مولانا محمد حسین صدیقی نالوتوی نے مسلک مروارید کے نام سے عقد الجید کا ترجمہ کیا۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے قدوری کا ترجمہ ضروری کے نام سے لکھا۔ غرضیکہ کوئی ایسی اہم کتاب نہ تھی۔ جس کا اس صدی میں اردو ترجمہ نہ کیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کا ہندوستانی عدالتوں سے شرعی و فقہی نظام کے خاتمہ کے باوجود علوم فقہ کا رابطہ نہیں ختم ہو سکا۔ علوم فقہ کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی کی ہستی زیور کی افادیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جس میں پیدائش سے لیکر موت تک پیش آنے والے تمام مسائل کا تشفی بخش جواب فقہ حنفی کی رو سے دیا گیا ہے۔ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی نے بھی فقہ حنفی کی تاریخی حیثیت پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ مولانا سلامت علی خاں نے کتاب الاخیار کا ترجمہ اسلامی قانون فوجداری کے عنوان سے لکھا۔

مولانا عبدالسلام ندوی نے القضا فی الاسلام کا ترجمہ طریقہ شہادت اور فصل مقدمات کے اسلامی اصول و قوانین کی تشریح کے نام سے کیا۔

مولانا شفیق الرحمن ندوی نے "الفقہ المیسر" کے نام سے ایک اہم کتاب لکھی۔ جو نذر الایضاح کے نم البذل کی حیثیت رکھتی ہے

بیسویں صدی میں جب مسلم پرنٹنگ لار کاسٹڈ سامنے آیا اور عورتوں کے حق خلع کے سلسلے میں بحشی شروع ہوئیں۔ تو مولانا اشرف علی تھانوی نے المحیلة الفاجزه کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جو اس زمانے میں قانون سازوں کے لئے ایک رہنما کتاب قرار پائی۔ غرضیکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد سے کوئی دور ایسا نہیں گذرا کہ یہاں کے مسلمانوں نے فقہ و اصول فقہ سے بے اعتنائی برتی ہو اسی طرح فقہ کے میدان میں مغربی یورپی کے علماء و فضلاء نے جو مابہ ناز خدمات انجام دی ہیں۔ اسے عالم اسلام کے فقہی ادب کے مقابلے میں پوری طمانیت قلب کے ساتھ رکھا جاسکتا ہے۔

ہندوستان میں خاص کر مغربی یورپی کے علماء نے عربی ادب کے اس اہم شعبہ میں اضافہ کرنے کی مکمل کوشش کی۔ اور علوم میں جس علم پر سب سے زیادہ اعتنا اور کد و کاوش کی۔ اور اپنے قلم کی جولانی دکھائی ہے۔ وہ فقہ اور اصول فقہ ہے۔ متقدمین فقہاء کی مشہور مفید عام کتابوں کی تالیفات کا ایک عظیم سرمایہ جمع کر دیا ہے۔ اور ان پر حواشی لکھنے کے علاوہ فقہی کتب کا ترجمہ بھی کیا۔ علم الفرائض اور فتاویٰ میں قابل ذکر اضافے کئے۔

اور جن قابل قدر علماء فقہاء نے جو دھوپیں صدی ہجری میں اپنے قلم کی جولانی دکھائی ہے۔ ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔  
مولانا اعجاز علی امروہی۔ شرح مختصر القدوری، شرح لوزالایضاح و کنز الدقائق

مولانا اشرف علی تھانوی ، فتاویٰ امدادیہ و اعلا السنن ، مفتی عزیز  
 الرحمن - عزیز الفتاویٰ ، مفتی محمد شفیع صاحب - فتاویٰ دارالعلوم دیوبند  
 مولانا رشید احمد گنگوہی - فتاویٰ رشیدیہ ، مفتی کفایت اللہ صاحب -  
 نسیم الاسلام ، مفتی ریاض الدین بخنوری ، مفتی فاروق احمد انصاری  
 مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری ، مفتی محمد حسن گنگوہی



## مولانا محمد زکریا کاندھلوی

(متوفی ۱۹۸۲ء)

شیخ زکریا مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے فرزند تھے۔ ۱۲، رمضان ۱۳۱۵ھ میں قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پنج گنج، فضول اکبری، نفیۃ الہمین وغیرہ اپنے والد ماجد سے پڑھی اور مزید تعلیم مولانا طفر احمد عثمانی تھانوی، مولانا عبداللطیف، مولانا عبدالوحید سنبھلی وغیرہ سے مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی اور پھر گنگوہ بھیج دیا گیا، وہیں ۱۸ سال دینی تعلیم میں گزارے۔

فراغت کے بعد اپنے والد کے ہمراہ سہارنپور تشریف لے آئے، یہاں آکر بھی آپ حصول علم میں مشغول ہو گئے اور آپ نے حدیث کی تعلیم مولانا یحییٰ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا ثابت علی سے حاصل کی اور فراغت کے بعد ہی درس و تدریس میں لگ گئے۔ ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں ہی مدرس مقرر ہوئے۔ اور شیخ الحدیث اور صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوئے۔

اسی دوران ۱۳۴۲ھ میں حج و عمرہ کے لئے اپنے استاذ محترم مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ اسی دوران آپ

شیخ سے بیعت ہونے ، اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے اسی سفر میں آپ نے ایک اہم کارنامے کو انجام دیا کہ اَوْجَزُ الْمَسَالِكِ کی تالیف کا آغاز کیا ، اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۹ سال کی تھی ، آپ کا یہ عظیم کارنامہ چھ جلدوں میں ہے ۔

حج سے واپسی کے بعد پوری لگن اور یکسوئی کے ساتھ آپ نے تدریسی و تصنیفی کام میں مشغول ہو گئے ۔ آپ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے ، آپ کو مولانا خلیل احمد محدث رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الحدیث کا خطاب عطا فرمایا تھا ۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری خود لکھتے ہیں :

”ماشاء اللہ مولوی زکریا اس خطاب کے اہل ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ حدیث میں ان کو کتنا تجربہ حاصل ہے“

## تصانیف

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درس و تدریس میں مشغول و معروف ہونے کے باوجود تصنیف و تالیف کی شکل میں بیش قیمت سرمایہ اور یادگار چھوڑی ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

### « اَوْجَزُ الْمَسَالِكِ الی شرح مؤطا امام مالک »

اَوْجَزُ الْمَسَالِكِ کی تالیف شروع کرتے وقت آپ کی عمر صرف

انتیس سال تھی ، ۱۳۴۵ھ میں مسجد نبوی میں اس مبارک کام کی شروعات کی ، تقریباً بیس سال کی محنت اور کدوکاوش کے بعد یہ گراں قدر علمی کارنامہ پایہ تکمیل کو پہونچا .

یہ کتاب حدیث وفقہ کے اعتبار سے موطا کی سب سے جامع اور مفصل شرح ہے اس کے شروع میں حضرت شیخ کے قلم سے ایک مبسوط مقدمہ بھی ہے اس میں موطا اور اس کے نامور مؤلف کے محاسن و کمالات اور سرزمین ہند کے مشتائخ و اساتذہ اور اکابر محدثین کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے . ائمہ مذاہب اور ان کے دلائل کو نہایت مستند مأخذ سے نقل کیا گیا ہے . ائمہ اربعہ کے اقوال کو معتمد علیہ کتب سے اخذ کیا گیا ہے .

## ۲۔ الکوکب الدری علی جامع الترمذی

یہ حضرت گنگوہی کے ترمذی کے امالی ہیں جن کو مولانا یحییٰ کاندھلوی نے عربی میں قلم بند کیا ہے . اس پر مولانا زکریا نے مفید و قیمتی حواشی تحریر فرما کر مستقل ایک تفسیف کی شکل دے دی ہے . حضرت شیخ نے اکابر علماء کے اصرار پر کوکب پر حواشی کا کام شروع کیا تھا ، اور ربیع الاول ۱۳۵۲ھ میں اس کی دو جلدیں ہندستان سے طبع ہوئیں . پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عربی میں ٹائپ کرا کر چار جلدوں میں شائع کرایا

### ۳۔ لَامِعُ الدُّرَارِ عَلٰی جَامِعِ الْبُخَارِی

یہ تصنیف دراصل مولانا رشید احمد گنگوہی کی نادر تحقیقات اور حامل افادات امالی ہے جس کو مولانا یحییٰ کاندھلوی نے درس بخاری کے دوران عربی زبان میں یکجا کیا تھا۔

مولانا زکریا نے اس گراں قدر مجموعہ کی شرح کی ہے۔ آپ نے اس کتاب پر جو بیش قیمت حواشی و تعلیقات تحریر کی ہے اسی کی مناسبت وحیثیت سے ایک مفید مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ جو امام بخاری کے حالات اور ان کی جامع صحیح کے محاسن و خصوصیات پر ایک قیمتی <sup>مکتوبہ</sup> انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ کتاب پہلے تین جلدوں میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی بعد میں پاکستان سے دس ضخیم جلدوں میں ٹائپ ہو کر شائع ہوئی ہے۔

### ۴۔ الابواب والتراجم للبخاری

صحیح بخاری کو حدیث کی تمام کتابوں میں ایک اہم اور معتبر مقام حاصل ہے جسے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی لاتعداد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ دوسری کتب حدیث پر اس کی اہمیت و فوقیت کی ایک اہم وجہ اس کے ابواب و تراجم ہیں جو امام بخاری کی عظمت شان،



جلالتِ قدر ، تفقہ و اجتہاد اور استخراج و استنباط کا حیرت انگیز نمونہ ہیں۔  
 صحیح بخاری کی بعض شروح میں ابواب و تراجم کی طرف خاص توجہ دی  
 گئی ہے نیز اس پر مستقل کتب و رسائل بھی لکھے جا چکے ہیں جیسا کہ شاہ  
 ولی اللہ دہلوی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے صحیح بخاری کے ابواب  
 میں تراجم پر بیش بہا حواشی تحریر فرمائے ہیں۔

مولانا ذکریا نے دیگر کتب حدیث کے شروح و حواشی تحریر فرمائے  
 کے ساتھ بخاری کے ابواب و تراجم پر ایک امالی کی مبسوط شرح تحریر کی۔  
 آپ کی یہ شرح چار حصوں میں منقسم ہے :

۱۔ پہلے حصہ میں بخاری کے تراجم کی اہمیت اور ان پر لکھی جانے والی کتابوں  
 کا تذکرہ ۔

۲۔ دوسرے حصہ میں تراجم سے متعلق ان اصول و قواعد کا تذکرہ ہے جو  
 بخاری پر لکھے جانے والے شروح میں مذکور ہے ۔

۳۔ تیسرے حصہ میں ان سترہ اصولوں کی توضیح و تفصیل ہے جو  
 لامع الدرداری کے مقدمہ میں اجمالاً درج ہے ۔ اس حصہ کا زیادہ تر مواد  
 حافظ ابن حجر ، علامہ عینی ، قسطلانی ، شاہ ولی اللہ اور مولانا محمود حسن کی  
 شروح و حواشی سے اقتباس کردہ ہے ۔

۴۔ چوتھے حصہ میں ان اقوال و اُعداد کا جواب دیا گیا ہے جو ابواب و تراجم  
 کے عدم مناسبت کے متعلق ظاہر کئے گئے ہیں ، آخر میں ان ابواب و تراجم  
 کا جدول دیا گیا ہے جن میں مسند حدیثی درج نہیں یہ جدول شیخ الہند

کے رسالہ تراجم سے ماخوذ ہے ۔

مذکورہ تصنیف میں مولانا زکریا نے ابواب و تراجم کی مختلف کتابوں میں بکھرے مواد کو یکجا کرنے کے ساتھ مفید شرح و حاشیہ کا اضافہ بھی کیا ہے جس سے اس کی جامعیت و اہمیت مزید دوچند ہو گئی ہے ۔

## ۵۔ حجة الوداع و عمرات النبی ﷺ

فریضہ حج کی ادائیگی کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو احادیث و روایات مروی ہیں ان میں اکثر اختلاف ہونے کی وجہ سے منکرین حدیث نے آپ کی ذات مبارکہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے ان منکرین حدیث کا ایشام شافعی نے اختلاف الحدیث میں اور امام خطابی نے اپنی تصنیف معالم السنن میں تسلی بخش جواب دیے ہیں ۔

تاریخ و سیر کی کتابوں میں بھی حجة الوداع کے ذکر میں رسول اکرم کے حج کے واقعات میں احادیث کے فرق و اختلاف کی نوعیت اور اصل حقیقت پوری طرح واضح کر دی گئی ہے ۔

علامہ ابن حزم نے تو حجة الوداع پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے ۔ مولانا زکریا نے حدیث سے بے پناہ شغف کی بنا پر ان روایات و اختلافات کے جمع و تالیف کا ارادہ کیا چنانچہ اس تالیف کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے ، پہلے حصہ میں حجة الوداع کے واقعات کی تفصیل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج مبارک کی پوری کیفیت ہے ۔ دوسرا حصہ رسول

علیہ الصلاۃ والسلام کے عمرہ سے متعلق ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد ہے اور اس سے متعلق تمام روایات و واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ آخر میں عمرہ سے متعلق چند غلط روایات کا سدباب کیا گیا ہے۔

کتاب کا پہلا حصہ علامہ ابن قیم کی شہرہ آفاق تصنیف زاد المعاد سے اور دوسرا حصہ مواہب لدنیہ اور تاریخ الخمیس سے ماخوذ و مستفاد ہے۔

آپ کی تالیفات کی تعداد سو سے زائد ہے۔ بیشتر غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ نے اکثر کتابوں کا تذکرہ اپنی "آپ بیتی" میں کیا ہے۔ آپ کی کچھ غیر مطبوعہ کتب مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) حواشی الاشاعة فی اشراط الساعة

(۲) حواشی و ذیل التہذیب

(۳) جمع المسند الرواة عن المرقاة

(۴) تقریر نالی شریف

(۵) تقریر مشکوٰۃ شریف

(۶) شذرات الحديث .



آپ کا انتقال ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء میں ہوا۔

## مولانا ریاست علی

(متوفی ۱۳۲۹ھ)

مولانا ریاست علی کی ولادت شاہجہاں پور میں ہوئی۔  
آپ کی تعلیم و تربیت اور ابتدائی تعلیم شہر کے نامور علماء سے ہوئی۔  
مزید حصول علم کے لئے رامپور چلے گئے جہاں مولانا ارشاد حسین رامپوری  
سے کسب فیض و کمال کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد تبلیغ و ارشاد اور اعلاء کلمۃ الحق  
میں اپنی زندگی اہم ترین حصہ لگایا، ساتھ ہی معقولات و منقولات کی مختلف  
کتابوں میں تحشیہ و تعلیق کا کام بھی کیا۔ مگر افسوس کہ آپ کے علمی  
سرمایے میں سے کچھ بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو پایا ہے۔ البتہ صاحب نزمیۃ  
المخاطر نے آپ کی ایک تصنیف الزلالین شرح المجالین کی نشاندہی  
کی ہے۔

جواہر التنزیل بقول صاحب نزمیۃ المخاطر ”یہ کتاب ۱۲۲  
صفحات پر مشتمل شیاما پریس شاہ جہانپور سے شائع شدہ ہے اس کا  
قلمی نسخہ آصفیہ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔  
اس کتاب کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے :

”ذبحہ دہی خلق الانسان و علمہ و بیان  
و نور قلبہ بنور الایمان و العرفان .“

یہ کتاب پورے قرآن کی تفسیر نہیں ہے محض مخصوص آیتوں کے مطالب  
پیش کئے گئے ہیں . خود مصنف کے خیال کے مطابق :

”اس میں بعض آیتوں کی تفسیر ہے جو مخلص ایمان  
والوں کو نفع پہونچاتی ہے . طالبوں کے یقین میں اضافہ  
ہوگا آخرت کی جانب رغبت ہوگی اور دنیا ئے فانی  
سے تنفر ہوگا“

و کس تصیف میں مصنف نے ۱۲۲ عنوان قائم کئے ہیں اور ہر عنوان  
کے تحت آیت مع ضروری تشریح اور اس سے متعلق احادیث اور فقہاء  
کے اقوال بھی پیش کئے ہیں . (۱) ، (۲) ، (۳)  
و پ کا انتقال ۱۳۲۹ھ میں ہوا .

---

(۱) نزہۃ الخواطر ، ج ۱ ص ۱۵۲

(۲) ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں ، ص ۲۸۵

## مولانا خلیل احمد سہارنپوری

(متوفی ۱۳۴۶ھ)

**نسب:** "خلیل احمد بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی  
بن شاہ قطب علی،

سلسلہ نسب حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ پر مبنی ہوتا ہے۔  
آپ کا وطن ضلع سہارنپور کا ایک مشہور قصبہ  
آنبہٹہ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۹۹ھ میں " مبارک النساء بی بی کے  
بطن سے ہوئی آپ دو جڑواں بھائی پیدا ہوئے تھے آپ پیدائشی کمزور  
اور نحیف المچھتھے اس لئے فطری طور پر دوسرے صحت مند بھائی کی جانب  
پورے گھروالوں کا نظر التفات رہی اور آپ سے بے اعتنائی برقی گئی مگر خدا  
کو کچھ اور ہی منظور تھا، آپ کے صحت مند بھائی کا چند دنوں بعد  
انتقال ہو گیا بالآخر آپ ہی سب کا منظور نظر ہو کر رہ گئے۔

آپ کو مختلف ناموں مثلاً ظہیر الدین، اللہ دکھا  
سے پکارا جاتا بعض عودتیں پیار سے موتی کہتے لیکن آپ کی زندگی سے  
مقدس نام "خلیل احمد" ہی جڑ پایا۔ اور یہی مشہور ہوا۔

## تعلیم و تربیت

مولانا کے والد ملازمت کے سلسلے میں وطن سے دور رہتے تھے اسی بنا پر آپ کی پرورش اپنے حقیقی ماموں کے زیر سایہ ہوئی اس طرح آپ کے چار سال نافذہ اور انبہٹہ کے مابین گزرے۔ عمر کے پانچویں سال میں جب قدم رکھا تو اطراف ہند میں بغاوت کے نعرے بلند ہو رہے تھے، مسلمانوں کی ذہنوں حالی روز بروز فزوں تر تھی، ہر طرف افراتفری کا دور دورہ تھا، شہروں و دیہاتوں میں عوام کے مابین ہنگامی واضطرابی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔

ایسے ہنگامہ خیز دور میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا لیکن آپ یکسوئی سے تعلیم حاصل نہیں کر سکے اور پانچ سال کا عرصہ اسی افراتفری کی نذر ہو گیا۔ اس کے باوجود اردو کی کئی کتابیں، اور ختم قرآن شریف اس دوران کر لیا۔ گیارہ برس کی عمر میں گھر چھوڑ کر گوالیار میں موجود اپنے چچا انصار علی کے سامنے زانو تلمذ تہ کیا اور ان سے میزان العرف، صرف میر اور پنج گنج پڑھی۔

اسی دوران مولانا کے والد ملازمت ترک کر کے وطن لوٹے تو آپ نے والد کے حکم سے انبہٹہ کے ایک ممتاز عالم دین مولانا سحاوت علی سے حصول علم شروع کیا آپ نے مولانا سے کافیہ اور شرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔

دستِ تعالیٰ نے آپ کو فطرتِ سلیم سے نوازا تھا،

۱۸۵۷ء کے دوران انقلاب علماء و مشائخ پر ظلم و تشدد،

شاہ حسن عسکری کی پھانسی، اقرباء کی گرفتاری، حافظ ضامن کی شہادت  
حاجی امداد اللہ کی روپوشی، رشید احمد گنگوہی کی گرفتاری، انگریزوں کے  
غائب و مظالم سے آپ کے معصوم دل و دماغ پر انگریزوں کے خلاف نفرت  
و بیزاری کا بادل چھا گیا، اور قوم و ملت کی خدمت کا جذبہ اور امنگ اور  
دینی تعلیم کے حصول کا اشتیاق شدید تر ہو گیا۔

مولانا کے بعض اقارب نے موجودہ انقلاب کو دیکھ کر  
اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ایسے حالات میں انگریزی علم کا حصول زیادہ  
ضروری ہو گیا ہے کیونکہ اس کے بغیر کوئی دنیاوی عزت و جاہ نہیں حاصل ہو  
سکتی چنانچہ والد کے بہت اصرار پر آپ دینی تعلیم چھوڑ کر انگریزی تعلیم  
کے لئے اسکول میں داخل ہو گئے

لیکن سامراجی زبان سے حد درجہ نفرت کی وجہ سے  
انگریزی اسکول میں داخلہ کے باوجود ذہنی طور پر علوم جدیدہ کے حصول پر  
اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکے ہمیشہ یہی تمنا رہتی کہ اس سے دستگیری  
کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔

بالآخر محرم ۱۲۸۳ھ میں دیوبند ضلع سہارنپور میں  
”دارالعلوم“ کی بنا پڑی اور علوم دینیہ کی تعلیم و تحقیق کے لئے ایک  
اسلامی قلعہ کی تعمیر معرض وجود میں آئی۔

آپ قیام مدرسہ کی خبر سن کر خوش ہوئے اور خوشی



فروں تر ہو گئی جب معلوم ہوا کہ مدرسہ کے صدر مدرس آپ کے حقیقی  
ماموں مولانا محمد یعقوب نانوتوی مقرر ہوئے ہیں۔ چنانچہ والدین سے اظہار  
خواہش کر کے اجازت طلب کی، برہائے اجازت دیوبند کا رختِ سفر  
باندھا اور یہاں آکر ماموں کے سایہ عاطفت میں منازلِ علم طے کرنے  
لگے۔

(بھی) دارالعلوم میں تندرہی سے حصولِ علم کے چھ ماہ ہی  
ہوئے تھے کہ یکم رجب ۱۲۸۳ھ میں شہرِ سہارنپور میں مولانا سعادت  
علی فقیہ سہارنپوری نے ”عربی مدرسہ“ کی بنا ڈالی اس مدرسہ میں مولانا  
مظہر نانوتوی (صدر مدرس، رشتہ کے ماموں) کی خدمت میں تعلیم حاصل  
کرنے کا داعیہ پیدا ہوا چنانچہ سہارنپور آکر محقر المغانی میں داخلہ لے لیا۔  
اور اس طرح صرف ۱۹ سال کی عمر میں حدیث، فقہ، اصول و تفسیر،  
منطق و فلسفہ اور ریاضی غرض کہ درس نظامی کی جملہ کتب سے مظاہرِ علوم  
ہی میں رہ کر فراغت پائی۔

آپ کے بزرگ اساتذہ میں مولانا مظہر نانوتوی، مولانا  
سماوت علی، مولانا سعادت حسین بہاری قابل ذکر ہیں۔

آپ کو شیخ احمد دجلان مہاجر مکی، مولانا شاہ عبدالغنی  
سید احمد برزنجی، مفتی عبدالقیوم بڈھانوی سے اجازت حدیث ملی ہے۔

آپ کو علم حدیث و فقہ و دیگر علوم کے ساتھ عربی ادب سے  
گہرا لگاؤ تھا اسی تشنگی کو بچانے کی غرض سے اس زمانے میں

” لاہور اور رینٹل کالج “ میں ادب انساب اور آیام کے استاد مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے کسب فیض و کمال کیا۔ بقول آپ کے :

” مدرسہ مظاہر علوم میں معین المدرس کے دوران

جب ۱۲۸۵ھ شعبان میں سال تمام ہو گیا تو لاہور جا کر

چند ماہ قیام کیا، مقامات و متنبی مولانا فیض الحسن

سے پڑھ کر دیوبند واپس آ گیا “

حفاظ کی کمی کو وجہ سے ہر مسجد میں مکمل قرآن پڑھنے کا اہتمام

رمضان میں نہیں ہو پاتا تھا ایک مرتبہ اپنے حافظ رحیم بخش صاحب

سے کہا کہ آپ ہمارے محلہ کی مسجد میں قرآن سنا دیں تاکہ معذور

اور ضعیف لوگ بھی مستفید ہو سکیں لیکن حافظ صاحب نے کوئی توجہ نہیں دی

زیادہ اصرار پر خفا ہو کر کہنے لگے کہ :

ایسا ہی قرآن سنتے کا شوق ہے تو خود حفظ کیوں

نہیں کر لیتے “

آپ کے غیور دل میں حافظ صاحب کا یہ جملہ تیر کی طرح اتر گیا چنانچہ

اگلے شعبان کو گھر واپس ہوئے تو آپ مکمل حافظ تھے۔

فراغت کے فوراً بعد آپ تین روپے ماہوار میں

مظاہر علوم میں معین المدرس مقرر ہوئے، پھر لاہور مولانا فیض الحسن

سے حصول ادب و معانی کے لئے چلے گئے، واپسی پر مولانا یعقوب

مانوتی نے قاموس کا اردو ترجمہ کرنے کے لئے دس روپے ماہوار میں مسوری

صبح دیا ، مسوری میں چند ماہ رہ کر منگلور کے "مدرسہ عربیہ" میں مدرس  
 اول کی حیثیت سے گئے ، یہاں پانچ سال تک مسند تدریس پر فائز رہے  
 بعدہ مولانا یعقوب کے حکم سے منگلور کو خیر باد کہا . اور بھوپال روانہ  
 ہو گئے ، وہاں پہنچ کر "مدرسہ سلطانہ" میں عہدہ تدریس سنبھالا .  
 لیکن بھوپال کی آب و ہوا اس زمانے کے ساتھ آپ کو اکابر کے چھوٹے  
 کاغذ برابر لگا رہا بالآخر آپ نے بھوپال کو خیر باد کہا اور سکندر آباد میں درس  
 و تدریس کا مشغلہ شروع کیا .

سکندر آباد انتخاب کی وجہ یہ بھی تھی کہ یہاں کے عوام بدعت  
 وادہام پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے آپ نے قرآن و سنت کی روشنی اس کے  
 قلع و قمع کی سعی مشکور کی . لیکن مخالفین کی ایذا سازینوں سے تنگ آکر  
 بالآخر آپ کو سکندر آباد چھوڑنا پڑا .

پھر ماموں کے حکم بھاولپور اشاعت علم و دین کے  
 لئے چلے گئے یہاں آمد کے کچھ ماہ بعد آپ کی اہلیہ کا انتقال پُر  
 ملال کا حادثہ جانکا ہوا برہانے حادثہ آپ نے بھاولپور کو بھی سلام  
 رخصت پیش کیا لیکن اہل بھاولپور سے یک گونہ انسیت اور الفت  
 کی وجہ سے بھاولپور پھر کھینچ چلے گئے اور پھر گیارہ سال تک حسن  
 و خوبی تدریسی فرائض انجام دیئے . تاہم یہاں بھی مبتدعین کی  
 مخالفتیں جاری تھیں انتہا یہ کہ ایک دن آپ کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا  
 تو آپ نے اس سرزمین کو خیر باد کہہ کر ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو جائے

سکونت بنالیا ۔

لیکن مولانا احسن نانوتوی کی شکایت اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے امر سے پھر مدرسہ مصباح العلوم بریلی میں مدرس اول کے عہدہ کے ساتھ سارے انتظامی امور سنبھال لئے ۔ شب و روز کے معمولات کے بارے میں مولانا عاشق الہی لکھتے ہیں :

بریلی تشریف لا کر بھی مغرب سے عشاء تک حضرت کتاب دیکھتے ، بعد نماز عشاء کھانا تناول فرما کر پھر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے اس کے بعد سو جاتے اور اخیر شب میں اٹھ کر ہتجد پڑھا کرتے ، نماز فجر کے بعد تلاوت و وظائف میں مشغول رہتے اور شاق کے بعد مدرسہ میں تشریف لاتے تھے ، گرمی میں دس بجے تک اور موسم سرما میں گیارہ بجے تک صبح کو دورہ حدیث اور بعد ظہر سے عصر تک فقہ کا درس دیتے تھے ..... دوپہر کے فارغ اوقات میں صاحبزادہ محمد ابراہیم کو پیار و شفقت سے بڑھایا کرتے تھے

بریلی میں ۱۳۰۶ھ سے ۱۳۱۰ھ تک قیام رہا کر آپ کے پیر و مرشد مولانا گنگوہی نے آپ کے لئے دارالعلوم میں قیام تجویز فرمایا اور آپ کو لکھا کہ :

”گو تنخواہ میں دس روپے ( بریلی میں بہ روپے )

کا تنزل ہے مگر تمہاری علمی ترقی کا لحاظ کر کے

اس کو پسند کرتا ہوں ”

یہ خبر ملتے ہی خوشی سے دارالعلوم چلے آئے یہاں کتب حدیث کے علاوہ ہدایہ آخری اور ادب کی کچھ کتابیں بڑھانے کو ملیں، یہاں اپنے پیرومرشد کی صحبت میں آکر انہیں یک گونہ سکون اور آسودگی میسر ہوئی اور ساری پریشانیاں رفع ہو گئیں۔

پھر مدرسہ مظاہر علوم میں صدر مدرس کی ضرورت کے تحت حضرت گنگوہی کے حکم سے ۱۳۱۲ھ سے ۱۳۳۶ھ یعنی بائیس سال کے طویل عرصہ تک صدر مدرس کے علاوہ دیگر عہدوں پر بھی فائز رہے۔ بعدہ حرم شریف تشریف لے گئے یہاں پہنچ کر جتنے دن بھی رہے حدیث کا درس دیا

بقول مولانا حسین احمد مدنی :

طلبا کرام کا ان کی طرف بہت ہجوم ہوا اور علمو  
علماء مدینہ بھی ان کی زیارت و دست بوسی کے لئے  
حاضر ہوتا رہتے اور بہت بڑے مجمع نے اوائل  
کتب حدیث سنا کر مسجد شریف کے اندر اجازت  
کتب حدیث لی ”

مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد پھر ویسی ہی دل چھی اور یکسوئی سے  
درس و تدریس کا مشغلہ شروع کر دیا۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں مولانا ثناء اللہ امرت سہری، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا زکریا کاندھلوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا سعید احمد اجڑادی، مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی، مولانا شاہ عبدالرحیم ریشوری جیسی اجلہ علوم اور برگزیدہ شخصیات ہیں۔

**وفات** | جب آپ ساتویں بار حج کے لئے ۱۳۴۴ھ میں تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں دو سال قیام کیا آپ (رحمہ اللہ) کی طبیعت بذل الجہود کی تکمیل کے بعد ہی علیل ہو گئی تھی، نزہ زکام کے بعد بخار کی شدت سے حرم شریف تک آنا مشکل ہو گیا اسی اثناء ۲۰ رمضان کو فالج کا حملہ ہو گیا قدرے افادہ ہوا لیکن ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ میں درد سینہ اٹھا پھر ضعف و نقاہت بڑھتی رہی حتیٰ کہ پورے ۲۴ گھنٹے عالم بے ہوشی میں گزر گئے اور وہ وقت موعود آ ہی گیا، ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو بعد عصر بآواز بلند اللہ، اللہ کہتے کہتے مالک حقیقی سے جا ملے اور آستانہ نبوی کے قریب باب جبریل کے باہر مدرسہ شرعیہ کے صدر مدرس مولانا شیخ طیب نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً،

## تصانیف و تالیفات

حضرت مولانا خلیل احمد حدیث، تفسیر، فقہ اصول، معانی، منطق و فلسفہ، ہیئت، ادب، ریاضی، عروض، نحو و صرف، میں ژرف نگاہی حاصل تھی تاہم احقاق حق، ابطال باطل، تردید بدعات، تائید سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین، اور علوم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص شغف تھا اور ان میں ملکہ عظیم حاصل تھا۔

آپ کی تصانیف میں :

۱۔ — البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار السالطۃ .

۲۔ — ہدایات المرشید الی افحام العینید

۳۔ — مطرقة الکرامۃ علی مرآۃ الامامۃ

۴۔ — بذل المجہود فی شرح سنن لأبی داؤد

۵۔ — المغتتم فی زکوۃ النعم

۶۔ — تنشیط الآذان فی تحقیق محل الآذان

۷۔ — ترجمۃ القاموس .

۸۔ — المہند

جیسی عظیم اور معرکہ الآراء کتابیں ہیں یہاں بذل المجہود سے متعلق قدرے جائزہ و تبصرہ پیش کیا جاتا ہے۔

## بذل المجہود فی شرح سنن ابی داؤد

یہ مولانا کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ہے اولاً پانچ جلدوں میں چھپی تھی اب عربی ٹائپ میں بیس جلدوں میں طبع ہو کر آئی ہے۔  
کتب کے شروع میں مولانا رحمہ اللہ کا تحریر کردہ پیش لفظ، مولانا حسین احمد مدنی کے قلم سے مصنف کے حالات زندگی، اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کا ایک بسیط مقدمہ ہے، جس میں وجہ تالیف اس کے محرکات، حضرت مولانا کا ذوق و شوق اور اس شرح کی خصوصیات و امتیازات کا تذکرہ ہے۔

مولانا کو ابتداء شباب سے شرح لکھنے کا خیال تھا پہلے اس کا نام "حل المعتقد الملقب بالتعلیق المجدد علی سنن ابی داؤد" تجویز کیا تھا لیکن متنوع علمی مشغولیوں اور کثرتِ اسفار کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا بالآخر یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو جب درس بخاری دے کر واپس آرہے تھے تو اپنے دو ہونہار شاگردوں مولانا زکریا کاندھلوی اور مولانا حسن سہارنپوری سے فرمایا :

مجھے ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ ابو داؤد پر  
کچھ لکھوں کئی دفعہ شروع کر چکا مگر پورا نہ ہوا  
اب یہ خیال ہے کہ اگر تم دونوں اعانت کرو تو شاید  
پوری ہو جائے "



حضرت مولانا کا یہ دور ضعیفی تھا ، عمر کی ۶۴ ویں منزل تھی دونوں شاگردوں نے بالخصوص مولانا ذکر کیا نے آپ کی اعانت کی پورے ۹ سال کے بعد ۱۳۴۴ھ میں حضرت مولانا طویل قیام کے ارادے اپنے شاگرد رشید مولانا ذکر کیا کے ہمراہ حجاز تشریف لے گئے ، حجاز کے دوران قیام انتقال سے دو ماہ قبل ۲۳ شعبان ۱۳۴۵ھ میں دس سال پانچ ماہ دس دن کی طویل مدت میں شرح کا اختتام فرمایا ، تکمیل پر علماء مدینہ اور احباب کی دعوت خصوصی کا اہتمام کیا ۔

دس کی تالیف میں آپ نے اپنی قوت و صلاحیت کا بیشتر حصہ لگا دیا بقول مولانا عاشق الہی :

اُستاد محمدیہ ( زاد اللہ شرفاً و کرامتاً ) پر پہنچ کر تو اس کے سوا آپ کو کوئی کام نہ تھا ، ادھر جگہ کی برکت اور طبیعت کا لگاؤ جدا ، لہذا .... دو مہینے میں کتاب کے سوا سو صفحات تحریر کر ڈالے ، ساتھ ہی ساتھ حضرت نے اس کو طبع کرانا شروع کر دیا " ۔

### خصوصیات

مولانا علی میاں کے بسیط مقدمہ سے ماخوذ اس کی خصوصیات

و اہمیتا زات ذیل کی سطروں میں پیش ہے :

۵ — مؤلف نے امام ابو داؤد مؤلف کتاب کے اقوال اور راویوں پر کلام اور حدیث سے متعلق توضیحی نوٹس کو بڑی اہمیت دی ہے ، اور

دی ہے اور اس پر خصوصی توجہ دی ہے۔

(۲) — مؤلف نے سنن کے رائج نسخوں کے تقابل کے بعد ان کی تصحیح کی کوشش کی ہے۔

(۳) — مؤلف نے تعلیقات سنن کی تخریج کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ اور دوسری کتابوں میں اس کی جستجو کر کے صحیح مخرج ذکر کرنے بڑی محنت صرف کی ہے۔ اگر تلاش بسیار کے بعد بھی سند دریافت نہ ہو سکی تو بلا تردد اظہار کر دیا ہے۔

(۴) — مؤلف نے روایات کو ترجمہ (عنوان باب) کے ساتھ تطبیق دینے میں اپنی دقتِ فہم نکتہ رسی اور باریک بینی کا بڑا واضح ثبوت پیش کیا ہے جہاں ابواب مکرر آئے ہیں وہاں اس تکرار کی حکمت و افادیت کا ذکر کیا ہے

(۵) — جہاں پر شارحین نے کسی حدیث یا مقطعاتِ حدیث کے سلسلہ میں کوئی اختلاف کیا ہے وہاں انہوں نے اپنے رجحان جس پر ان کا دل منشرح ہو اور جو بات خدا تعالیٰ نے انہیں سمجھائی ہے کم و کاست ذکر کر دی ہے۔ اور اختلافات کے اندازِ حل سے دل کو اطمینان ہوتا ہے اور گھٹتی سلجھ جاتی ہے۔

علاوہ (ذی) یہ شرح کبار فن و ماہرینِ حدیث کے انداز پر

لکھی گئی ہے۔ کتاب میں اسماء و رجال اور اصول حدیث پر اہم مباحث ہیں۔

— اپنے شیخ مولانا رشید احمد گنگوہی کے افادات سے استفادہ کیا ہے

— حتی الامکان راوی کی طرف نسبتِ خطا سے احتراز کیا ہے۔ یہ شرح بڑے

لطیف استنباطات پر مشتمل ہے۔

— راجح حدیث کو معلوم و ترجیح دینے کے ساتھ مذکور فتنوں کے تعین کی بھی کوشش کی ہے۔

# شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی

( م ۱۳۳۹ھ ، ولادت ۱۲۶۸ھ )

آپ کے والد مولانا ذوالفقار علی صاحب بریلی میں انسپکٹر آف اسکولز کے حیثیت سے سرکاری ملازم تھے۔ وہیں یہ آپ کے بڑے صاحبزادے کی ولادت ہوئی جن کا نام انہوں نے محمود حسن رکھا،

## تعلیم

آپ کی ابتدائی تعلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا سید اصغر

حسین صاحب لکھتے ہیں :

”چھ سال کی عمر میں یہ صاحب طالع سعید بچہ جو آگے چل کر محدث یگانہ ، استاذ العلماء ہونے والا تھا الف ، با پڑھنے بیٹھا۔ سیرتاً و صورتاً نہایت مقدس معصوم ، بہت معزز بزرگ میاں جی بنگلوری رح اور میاں جی عبداللطیف صاحب سے قرآن پاک اور کچھ فارسی کی کتابیں پڑھیں ، ابتدائی کتب عربی قصبہ کے مشہور استاد مولوی منتاب علی کے حلقہ درس میں شامل ہو کر پڑھی۔“

محرم ۱۲۸۳ھ میں جب حاجی عابد حسین اور مولوی مہتاب علی اور دیگر علماء کے مشورہ سے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی تو آپ کو دارالعلوم میں داخل کیا گیا اس وقت دارالعلوم کے پہلے استاذ کا نام مولانا محمود تھا حسن اتفاق کہ استاذ محمود اور شاگرد بھی محمود .

آپ نے مولانا یعقوب نانوتوی اور مولانا محمود صاحب سے فقہ ، اصول فقہ ، ادب ، بلاغت ، منطق ، اور فلسفہ وغیرہ پڑھ کر ۱۲۸۶ھ میں صلاح ستہ اور بعض دیگر کتابیں مولانا قاسم نانوتوی سے پڑھیں اور دو سال کی قلیل مدت میں کتب حدیث کی تکمیل کی . پھر اپنے والد مولانا ذوالفقار علی سے بطور خاص دیوان متنی ، حماسہ اور سبع معلقہ وغیرہ پڑھی . اس طرح بیس سال کی عمر میں ۱۲۸۸ھ میں درس نظامی سے مکمل فراغت حاصل کی .

آپ کا شمار حضرت نانوتوی کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا تھا ، آپ کی اعلیٰ علمی اور فکری صلاحیتوں کے پیش نظر مدرس چہارم کی حیثیت سے دارالعلوم میں آپ کا تقرر ہوا ، اسی طرح ترقی کرتے ہوئے بتدریج شیخ الحدیث و صدر مدرس کے عہدوں پر فائز ہوئے .

۱۲۹۳ھ میں جامع ترمذی اور مشکوٰۃ کا درس دینا شروع کیا . پھر ۱۲۹۵ھ میں ( دو سال بعد ) بخاری شریف کا درس بھی آپ ہی سے متعلق ہو گیا . اور ۱۳۳۳ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا اس طرح چالیس سال تک آپ نے حدیث نبوی علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمات انجام دیں .

حضرت شیخ الہند اپنے اسباق بڑی محنت اور انتہائی جاں فشانی سے پڑھاتے تھے۔ آپ کے درس کی خصوصیات کا نقشہ مولانا سید میاں اصغر حسین محدث دیوبندی نے یوں کھینچا ہے :

”حلقہ درس دیکھ کر سلف صالحین اور اکابر محدثین کے حلقہ حدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا قرآن و حدیث حضرت کی نوک زبان پر تھا اور ائمہ اربعہ کے مذاہب ازہر، صحابہ، تابعین و فقہاء مجتہدین کے اقوال محفوظ نہایت سبک اور سہل الفاظ بامحاورہ اردو، اس روانی اور جوش سے تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا دریا اٹھ رہا ہے، بہت سے ذی استعداد اور ذہین طالب علم جو مختلف اساتذہ کی خدمت سے استفادہ کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اپنے شکوک و شبہات کے کافی جواب حضرت کی زبان سے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے معانی اور مضامین عالیہ سن کر سر نیاز خم کر کے معترف ہوئے کہ یہ علم کسی نہیں ہے اور ایسا محقق عالم دنیا میں نہیں ہے۔“

محدثین میں امام بخاری رحمہ اللہ اور ائمہ مجتہدین میں امام اعظم سے تعلق خاص کا اظہار فرماتے۔

مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں کہ :

میں نے حضرت شیخ الہند سے حضرت نانوتوی کی کتاب  
حجۃ الاسلام پڑھی ، کتاب پڑھتے ہوئے کبھی کبھی یہ محسوس  
ہوتا ہے کہ جیسے علم اور ایمان میرے دل میں اوپر  
سے نازل ہو رہا ہے ۔ ” (۱)

شرح و حواشی پر اگرچہ آپ کی گہری نظر مگر آپ کا درس  
محض شرح و حواشی سے مستفاد اور ان کے مصنفین کا ممنون احسان نہ ہوتا  
تھا ۔ بین الاقوال والاحادیث میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے طریق کار پر  
عمل کرتے تھے اس طریق کار کی پشتبانی اپنی رائے اور اپنی تحقیق سے کرتے  
تھے ۔

آپ کی شخصیت قریب قریب تمام شعبہ حیات میں مخصوص افراد  
کی حامل رہی ہے ۔ شیخ الہند کی زندگی کسی ایک منزل یا کسی ایک مقام کے  
لئے وقف نہیں نظر آتی آپ کی نظر زندگی کے ہر پہلو پر اور صالح معاشرہ  
کی تشکیل پر ہمہ وقت رہتی ہے ۔

شیخ الہند ہوش سنبھالتے ہی اس تحریک سے منسلک ہو گئے  
تھے جس کی ضرورت کا احساس ۱۸۵۷ء کی جنگ شاملی کے بعد ان کے قلوب  
میں پیدا ہو چکا تھا دارالعلوم دیوبند اسی تحریک کا مظہر تھا ۔

تدریسی معروفیات کے باوجود تحریک احیاء ملت کی قیادت کے  
فرائض آپ ہی کو انجام دینے تھے ۔ ان معروفیات کی وجہ سے تصنیف و تالیف

کے لئے درکار وقت اور یکسوئی میسر نہ ہو سکی تاہم آپ نے اس کے باوجود علمی یادگار کتابوں کی شکل میں چھوڑی ہے۔

تذکرہ شیخ الہند کے مصنف مفتی عزیز الرحمن بجنوری نے آپ کی گیارہ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے :

- |                     |                             |
|---------------------|-----------------------------|
| (۱) ادلہ کاملہ      | (۲) ایضاح الادلہ            |
| (۳) احسن القری      | (۴) انجید المقل             |
| (۵) افادات محمودیہ  | (۶) الابواب والتراجم        |
| (۷) کلیات شیخ الہند | (۸) حاشیہ مختصر المعانی     |
| (۹) تصحیح ابی داؤد  | (۱۰) فتاویٰ                 |
| (۱۱) ترجمہ قرآن پاک | (۱۲) رسالہ الابواب والتراجم |

## الابواب والتراجم

یہ شیخ الہند کی تصانیف میں ایک اہم کتاب ہے یہ کتاب امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب صحیح البخاری کی مشکل ترین موضوع یعنی تراجم بخاری سے متعلق ہے۔

مقدمہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں :

"وهذا الموضوع هو معظم ما يشكل من تراجم

هذا الكتاب لهذا اشتهر من قول جمع من

الفضلاء فقد البخاری فی ترجمہ "

حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں تراجم الابواب پر اصولی اور فقہی بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس موضوع پر اب تک تین شخصوں نے کام کیا ہے لیکن انہوں نے ان تینوں کے نام کی وضاحت نہیں ہے البتہ ایک کے متعلق صرف اتنا کہا ہے کہ ان کا کام ان کی نظر سے گزرا ہے۔ اور باقی کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب مسائل اس وقت متداول نہیں تھے کیونکہ ان رسالوں کا نام صرف مقدمہ فتح الباری اور عینی جیسی کچھ کتابوں میں ہی ہے اور بس۔

حضرت شیخ الہند کا رسالہ ”الابواب والتراجم“ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے دو صفحے حضرت مدنی کے تحریر کردہ مقدمہ پر مشتمل ہیں ڈھائی صفحات خود شیخ الہند کا مقدمہ ہے۔ پھر پانچویں صفحہ کے نصف آخر سے سولہ صفحہ تک تراجم بخاری کے اصول کئے گئے ہیں جس کی حیثیت یقینی طور پر مقدمہ الکتاب کی ہے۔ ان صفحات میں تراجم بخاری کے پسندیدہ اصول بالتفصیل بیان کئے ہیں۔ ابتدائی سطروں میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ یہ اصول امام بخاری سے منقول نہیں اور نہ اپنے وضع کردہ ہیں بلکہ تراجم بخاری پر غور و خوض کے بعد علماء حدیث نے وضع کئے ہیں جنہیں ہم نے یکجا کر دیا ہے۔ مگرچہ یہ تصنیف آپ کی دیگر مصروفیات کی وجہ سے پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تاہم یہ اپنی نوعیت کا واحد رسالہ اور پُر از معلومات ہے۔

**دور الشریعی جامع**  
**الترمذی**  
 شیخ الہند کی یہ تقریر عربی، اردو



دونوں زبانوں میں چھپ چکی ہے۔ یہ آپ کے درس ترمذی کی تقریر کا مجموعہ ہے جسے آپ کے تلمیذ رشید مولانا سید میاں اصغر حسین نے نہایت احتیاط کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ اسے کتابی شکل میں ترتیب دیتے وقت مولانا حسین احمد مدنی نے دیکھ کر اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کا نام ”کحل البصر“ تجویز فرمایا تھا۔ عربی تقریر جامع ترمذی کے آخر میں کتاب العلل کے بعد بطور منہجہ مطبع مجتہائی، مطبع علیی اور مکتبہ رحیمیہ دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں امام ترمذی کی اپنی وضع کردہ اصطلاحات سے بحث کی گئی ہے۔

## تصحیح ابی داؤد

امام ابوداؤد سجستانی کی جمع کردہ روایات مرفوعہ کے مجموعہ

کو سنن ابی داؤد کے نام سے جانا جاتا ہے۔

امام ابوداؤد کے اس مجموعہ کو مختلف وجوہات کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل رہی ہے اور ہر دور میں علماء محدثین نے اس کی جانب توجہ خاص دی ہے۔ شیخ الہند نے بھی علماء سلف کی روش پر چلتے ہوئے اس کی جانب توجہ خاص دیتے ہوئے اس کے متعدد نسخوں کا تقابلی مطالعہ کر کے اس میں باہم جو فرق نظر آیا اور جو خامیاں ملیں اس کی تصحیح کا ارادہ کیا چنانچہ عرصہ دزار کی محنت شاقہ کے بعد ایک صحیح نسخہ تیار کیا۔ آپ کے طریقہ تصحیح کو بیان کرتے ہوئے مولانا اصغر حسین لکھتے ہیں:

ابوداؤد کے قلمی و مطبوعہ قدیم و جدید نسخوں کو جمع فرما کر

آپ نے ان کے مطالعہ اور مقابلہ سے ایک صحیح نسخہ ترتیب

فرمانے کا ارادہ کیا۔ اس کے لئے درس و تدریس سے فراغت و فرصت کے بعد فارغ التحصیل طلبہ کی ایک جماعت کو لے کر اور تمام نسخے سامنے رکھ کر تصحیح کی جانب متوجہ ہوتے ہر لفظ و اعراب کو صحیح کرتے۔ معلق عبارتوں کے رموز ضبط کرتے دوسرے نسخوں کے عبارات زوائد جو قلم ناسخین سے متن میں شامل ہو گئی تھیں ان کو بحسن ترتیب حاشیہ پر درج کراتے اور جو عبارات و الفاظ غلطی سے چھوٹ گئے تھے، ان کا اضافہ فرماتے، اور دیگر کتب حدیث و شروح سے بھی مدد لے کر صحت میں کوشش فرماتے۔ طویل مدت اور کمال محنت سے ایک نسخہ بغایت صحت مرتب ہوا جو ۱۳۱۸ھ میں مطبع مکتبائی میں طبع ہو گیا ہے۔ حضرت شیخ الہند نے صرف متن کی صحت کی ہے۔

### حاشیہ مختصر المعانی

علم و فضل غت، معانی اور محسنات بدیع پر علامہ سعد الدین تفتازانی کی معرکۃ الآراء تصنیف مختصر المعانی عربی ادب کی کتابوں میں ایک بیش قیمت اضافہ ہے۔ جب حضرت شیخ الہند کو مختصر المعانی پڑھانے کا موقع ملا تو طلبہ کو پیش آمدہ دشواریوں کا اندازہ ہوا یہ کتاب گرچہ فصاحت و بلاغت کا شہ پارہ ہے مگر اس کے اسلوب اور بعض نامانوس و غیر متداول الفاظ کی وجہ

سے اس کی کما حقہ افادیت میں بڑی رکاوٹ آگئی تھی اور مفہوم کی نہہ تک رسائی مشکل ہوگئی تھی۔ باہر میں آپ نے حاشیہ لکھ کر اس کمی کو دور کر دیا۔ حاشیہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اسے تحریر کرتے وقت اس کی سابق شرح "دسوقی" کو پیش نظر رکھا ہے، کیونکہ زیادہ تر حوالے اسی کے ہیں۔ بعض مقامات پر "تجربہ" اور "چلی" کے بھی حوالے دیئے گئے ہیں۔

اس حاشیہ سے طلبہ اور اساتذہ کو یکساں فائدہ ہوا کہ کتاب کے رموز و غوامض پوری طرح سے واضح ہو گئے اور بیک وقت دسوقی، تجربہ اور چلی کا پتہ بھی سامنے آگیا۔ یہ حاشیہ پانچ سو چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ حاشیہ کے آخر میں مولانا عبدالاحد مالک مطبع مجتہبی کی یہ عبارت قابل مطالعہ ہے :

"مولانا المولوی محمود حسن، صانہ اللہ عن  
اللفات والفتن الدیوبدی لتخلیة الحواشی  
الجديدة المفيدة وحل العیصات الصعبة العبدیة  
فصح المتن بمقابلة النسخ القلبية والبصریة و  
حشاه ثانیاً تحشیة انیقة وحلاه حلیة رقیقة  
بتلخیص الحواشی والشروح الجلیلة مثل الدسوقی  
والتجربید حتی كأنه لاحتوائه علی المطالب الفیمة  
معن عن سائر الشروح والزمر القديمة وناسخ

للحواشی المغبرة والتعليقات الکریمۃ

اور مولانا شیخ الہند آخر میں تحریر کرتے ہیں :

وقد تم ما اردناہ بمنہ ونوالہ ، والصلوة و

السلام علی سید البشر وآلہ . ۲

بندہ محمود حسن عفی عنہ دیوبندی

## الجمہد المقل

حضرت شیخ الہند کی یہ معرکہ الآراء کتاب در حقیقت بدعت اور  
حامیان بدعت کی تردید اور حامیان سنت اور متبعین شریعت کی تائید و حمایت  
میں لکھی گئی ہے یہ کتاب فن مناظرہ میں ایک راہنما و مشعل کی حیثیت رکھتی ہے۔  
کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے : باب اول باون صفحات  
پر مشتمل ہے اور باب دوم و سوم ایک سو اسی صفحات پر محیط ہے ۔

اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں جامی،  
شرح مقاصد ، جلالی ، خیالی ، شرح مواقف ، فقہ اکبر کے بکثرت حوالے ہیں  
جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ شیخ الہند مسلکاً حنفی اور مذہباً اشعری تھے۔  
یہ وقتی دفتیہ کے لئے لکھی جانے والی کتاب اور اس میں  
علمی رنگ کی صحیح آمیزش اور ضمناً ٹھوس کلامی بحث کی شمولیت آپ کی ژرف نگاہی  
علمی گہرائی اور تجزیہ و تنقید کی پختگی کی آئینہ دار ہے

## إيضاح الأدلة

زپ کی یہ تحریر مستقل تصنیف نہیں بلکہ ادلہ کاملہ کی تشریح و توضیح ہے اس لئے اسے ادلہ کاملہ کی شرح کہنا زیادہ مناسب ہے۔ یہ کتاب تین سو بالوے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے متعلق مولانا اصغر حسین دیوبندی تحریر کرتے ہیں :

حضرت مولانا نے اس کتاب میں شرح معانی حدیث اور تطبیق بین الروایات اور توفیق اقوال المجتہدین بالمحدیث میں اپنے خداداد تفقہ فی الدین کا نمونہ دکھلایا ہے اور مختلف اباحت کے ضمن میں ایسے ایسے مضامین عالیہ بیان فرمائے ہیں کہ اذان متوسطہ کو ان کی ہوا بھی پس لگتی۔ اور آیات قرآنی اور احادیث نبویہ بلکہ اقوال فقہاء و مجتہدین کی بھی اس خوبی سے شرح فرمائی ہے کہ بے ساختہ اِنَّ هَذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُبِين سے نکل جاتا ہے۔ " ۷

بقول مفتی عزیز الرحمن صاحب کہ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۲۹۹ھ میں میں میرٹھ سے شائع ہوئی۔ دوسری مرتبہ ۱۳۳۰ھ میں مولانا اصغر حسین نے شائع کرائی۔

## أحسن القرى في اوثق العرى

حضرت حنفیہ کی یہ رائے کہ جمعہ دیہات میں جائز نہیں۔  
یہ کتاب اسی بحث پر مبنی ہے اور ۲۲۶ صفحات پر یہ بحث پھیلی ہوئی ہے  
بحث میں چند باتیں بنیادی طور پر ملحوظ رکھی گئی ہیں :

- ۱۔ — معلق و مبہم عبارتوں کو شرح و بسط سے بیان کیا جائے۔
- ۲۔ — مسئلہ کو فقہی دائرے سے نکال کر خالص حدیث کی روشنی میں دیکھا جائے
- ۳۔ — غیر مقلد حضرات سے اس سلسلہ میں جو فکری کوتاہی ہو رہی ہے اسے  
تباہ یا جائے۔

۴۔ — مولوی ابوالکلام اور مولوی محمد سعید صاحب کے طرز استدلال میں جو  
خامیاں ہیں ان کی نشان دہی کرتے ہوئے استنباط مسائل کے صحیح  
دھاروں سے روشناس کرایا جائے۔

۵۔ کتاب احسن القرى فی توضیح اوثق العرى بلاشبہ اس پایہ کی کتاب  
ہے کہ علماء متقدمین کے کسی بھی علمی یا فقہی رسالے کے مقابلے میں رکھ سکتے ہیں۔  
چودھویں صدی ہجری کے بڑے پایہ کے علماء میں آپ کا خاص  
شمار ہوتا ہے۔ مروجہ علوم کے تمام گوشوں پر آپ کو عبور حاصل تھا اور معقول  
و منقول میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ تفسیر حدیث، فقہ، ادبیات، بیان  
معانی، منطق و فلسفہ وغیرہ الغرض ہر فن پر گہری نظر تھی۔

وفات : ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں دیوبند میں وبائی بخار پھیلا ہوا تھا جس

کی زد میں بہتوں کے ساتھ آپ بھی آگئے۔ یہ بخار جلد ہی شدت اختیار کر لیا۔  
 علالت کے پیش نظر ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجل خاں نے دہلی لے جانے پر اصرار کیا  
 دہلی کے علاج سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ لمحوہ لمحوہ حالت بگڑتی گئی۔ دن ڈھلے  
 آپ غافل ہو گئے۔ حاضرین نے تلاوت یسین شریف شروع کر دی۔ سورت  
 مکمل ہونے کو تھی کہ آپ نے آنکھ کھول دی۔ تصدیق قلبی کے لئے آپ نے اپنی زبان  
 کو حرکت دی اور ”الیہ ترجعون“ کی آواز پر قبلہ رو ہو کر ہمیشہ کے لئے  
 اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

علم و حکمت کی وہ شمع جس نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک  
 ظلمت کدہ ہند کو روشن کر رکھا تھا بالآخر ہمیشہ کے لئے گل ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ  
 راجعون۔ دوسرے دن حسد خاکی دہلی سے دیوبند لے جایا گیا لیکن اگلے دن ۹ بجے  
 صبح نماز جنازہ ہو پائی جس کی امامت حکیم محمد حسن صاحب نے کی اور قبرستان قاسمی  
 میں تدفین ہوئی۔

حوالہ جات:

- (۱) شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک۔
- (۲) حیات شیخ الہند۔ از میاں مولانا اصغر حسین دیوبندی۔
- (۳) تاریخ دیوبند شیخ الہند: حیات و کارنامے۔
- (۴) حاشیہ مختصر المعانی۔
- (۵) المجہد المقل۔
- (۶) سوانح قاسمی۔

## مولانا رشید احمد گنگوہی

(متوفی ۱۳۲۳ھ)  
۱۹۰۵ء

آپ کی ولادت باسعادت اپنے آبائی وطن قصبہ گنگوہ محلہ سرانی، ضلع  
سہارنپور میں ہوئی۔ (گنگوہ ضلع سہارنپور سے ۲۲ میل اور تھانہ بھون  
سے ۱۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ بہت سے اولیاء کبار کی جائے  
چیدائش رہا ہے۔ شاہ عبدالقدوس اور شاہ ابوسعید کا وطن یہی تھا)

والد گرامی : ہدایت احمد صاحب

نسب نامہ

والدہ محترمہ : کریم النساء بنت فرید بخش

آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔  
تعلیم قرآن کریم وطن میں پڑھا ابتدائی کتب اپنے بڑے  
بھائی مولانا عسایت احمد سے پڑھی فارسی کی کتابیں مولانا تقی اور مولانا غوث  
سے پڑھیں، عربی میں صرف و نحو مولانا محمد بخش رامپوری سے، پھر اپنی کی  
ترغیب پر ۱۰ سال کی عمر میں ۱۲۶۱ھ میں تحصیل علم کے لئے دہلی تشریف  
لے گئے۔ یہاں مولانا مملوک علی نانوتوی کی خدمت میں رہ کر حدیث اور دیگر  
علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔ کچھ کتابیں مفتی صدر الدین آذرہ سے  
بھی پڑھیں، مولانا عبدالغنی مجددی سے سند حدیث حاصل کی۔



فراغت کے بعد شائستہ خاں سہارنپوری کے یہاں دس روپے ماہانہ مشاہرہ سے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ پھر وطن آکر خالصۃً للہ ایک تعلیمی درسگاہ کی سنگ بنیاد رکھی ۱۳۱۵ھ میں آپکی بعادت چلی گئی جس کی وجہ سے تدریسی سلسلہ ترک کرنا پڑا۔

آپ کو علوم مروجہ میں حدیث، فقہ، تفسیر، اصول فقہ میں عبور و مہارت کے ساتھ حدیث سے بطور خاص زیادہ شغف تھا، آپ کی پینائی ضائع ہونے سے پہلے دورہ حدیث کا خاص اہتمام ہوتا تھا، صحاح ستہ کا دور کراتے تھے آپ کا زیادہ ترقوت طلبہ کی تعلیم و تربیت اور اطراف و جواب سے آئے ہوئے استفاء اور خطوط کے جواب کی نذر ہو جانا۔ اس لئے تصنیف و تالیف کی جانب زیادہ توجہ نہ دے سکے۔

بقول مولانا محمد میاں :

”آپ حجۃ الاسلام کلام کے امام ہیں، جنہوں نے جدید دلائل و اصول کی بنیاد پر جدید علم کلام مرتب کیا ہے۔ آپ فقہ حدیث کے جلیل القدر مبصر اور فقہ المثل ماہر ہیں آپ نے مسائل فقہیہ کو احادیث پر منطبق کر کے درس حدیث کا ایسا طرز قائم فرمایا جو یقیناً بے نظیر اور مژدئی تھا۔“

فن حدیث میں آپ کی تقریر کی امالی الکوکب الدری مشہور و معروف ہے۔ اس امالی کو آپ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد یحییٰ

کاندھلوی نے درس ترمذی کے وقت عربی زبان میں تحریر کیا ہے۔ یہ دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے پہلی جلد مختصر سے مقدمہ کے بعد ابواب الطہارات سے شروع ہو کر ابواب اللباس پر ختم ہوئی ہے۔ یہ جملہ مباحث ۴۴۴ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

دوسری جلد ابواب الاطعمہ سے شروع ہو کر امام ترمذی کے قول قد وضعنا بذلک الکتاب علی الاختصار کی تشریح و توضیح پر ختم ہے یہ جلد ۳۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

مختصر ہونے کے باوجود اسے ترمذی کی ایک جامع شرح کہنا بجا ہے۔ اس میں حضرت گنگوہی نے مسلک امام ابوحنیفہ پر اتنے ٹھوس اور قوی دلائل پیش کئے ہیں کہ جن کا تذکرہ مقدمین کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ آپ کی امالی میں الکوکب الدرہ اور لامع الدراری کی اشاعت نے محدث گنگوہی کو نہ صرف ہندوپاک میں بلکہ دنیا بھر اسلام میں شہرت دوام بخشی اور علماء حق نے تصنیف کو بنظر استحسان دیکھا۔ اس لئے اگر صاحب کترالاعمال کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کسی کا قول :

”للسیوطی منۃ علی الشافعی و للعتقی منۃ علیہما“

مبنی برحق ہے تو یہ بھی اپنی جگہ بجا ہے کہ :

”للشیخ یحییٰ منۃ علی شیخہ الکنکوی و لہولانا  
زکریا منۃ علیہما“

## الدَّرَالْمَنْضُودِ عَلٰی سَنَنِ اَبِي دَاوُد

یہ بھی حضرت گنگوہی کے تلمیذ رشید مولانا یحییٰ کاندھلوی کی تالیف ہے جسے دورانِ درس ضبط تحریر کیا گیا تھا۔ مولانا کاندھلوی نے اس کی تالیف کی ابتداء ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ میں کی اور تقریباً تین ماہ کی محنت میں پایہ تکمیل کو پہنچایا۔

اس تقریر کے بارے میں مولانا زکریا فرماتے ہیں:

” مدتِ درس مختصر ہونے کے باوجود کتاب کے سبھی خواص کو حل فرمایا اور عجیب عجیب نادر تحقیقات بیان فرمائیں دیکھ کر بڑے بڑوں کی عقلیں متحیر ہو جاتی ہیں “

## تقریر بخاری ( از مولانا ماجد علی مالوی جوینوری )

یہ حضرت مولانا کاندھلوی کے رفیقِ درس تھے اور زبردست عالم تھے انہوں نے حضرت رشید احمد کی درسی تقریروں کو قلم بند کیا تھا یہ علمی اثاثہ اب بھی ان کے خاندان میں محفوظ ہے۔

## ارشاد الرضی

اسے مولانا رضی الحسن کاندھلوی (م ۱۳۵۰ھ) نے ضبط تحریر کیا تھا۔ اس امالی سے الکوکب کے حاشیہ میں استفادہ کیا گیا ہے۔

۶۔ نفع الشذی - یہ بھی حضرت گنگوہی کے درس ترمذی کی تقریر ہے۔

رَبِّ کی کچھ اور تعانیف کی فہرست درج ذیل ہے :

اوثق العری	براهین قاطعہ	رد طغیان
فتویٰ احتیاط الطهر	قطوف دانیہ	زبدۃ المسالك
سبیل الی شاد	ہدیۃ المعتدی	لطائف رشیدیہ

## وصال

۱۲ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ میں نوافل و تہجد کی ادائیگی کے دوران آپ کا وصال ہوا۔ بقول بعض ۸ یا ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ کو بعد اذان جمعہ ساڑھے بارہ بجے دن آپ کا وصال ہوا۔ متعدد حضرات نے آپ کی تاریخ وفات حروف ہجاء میں تحریر کی ہے :

"إنه في الآخرة لمن الصالحين"

حضرت شیخ الہند

"مولانا عاشق حمیداً ومات شهيداً"

حضرت تھانوی

"جائے مولانا رشید احمد بفردوس بریں"

حکیم مولانا رحیم اللہ بجنوری

ان جملوں سے ۱۳۲۳ھ کا استخراج ہوتا ہے۔ جو کہ آپ کی سند وفات ہے۔

آپ کے کلمات روحانیہ کے بارے میں حاجی امداد اللہ قدس سرہ  
ضیاء القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں :

”ہر کہ اذیں فقیر محبت و ارادت دارد ۔ مولوی رشید احمد  
سلمہ و مولوی محمد قاسم کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری  
و باطنی اند ۔ بجائے من راقم ادراک بلکہ بمدارج فوق  
از من شمارند ۔ اگرچہ معاملہ برعکس شد کہ اوشاں  
بجائے من و من مقام اوشاں شدم و صحبت اوشاں  
را غنیمت دانند کہ ایں چنین کساں دریں زمانہ نایاب  
اند“

حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ اپنے مذکورہ ارشاد کے بارے  
میں اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ میں نے جو ’ضیاء القلوب‘ میں آپ  
کی نسبت لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے ۔

حضرت حاجی صاحب ایک جگہ تحریر کرتے ہیں :  
”اگر حق تعالیٰ مجھ سے یہ پوچھے گا کہ امداد اللہ کیا  
لے کر آئے ہو تو مولوی رشید احمد اور مولوی محمد  
قاسم کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔“  
اسی طرح مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی خودنوشت  
سوانح عمری میں حاجی صاحب کا مقولہ نقل کیا ہے کہ :  
”مولوی رشید احمد میں اور مجھ میں کچھ فرق نہیں

لوگوں کو یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے۔  
 مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی فرماتے ہیں :  
 ”میاں ! مولوی رشید احمد صاحب کا کیا حال پوچھتے  
 ہو وہ تو دریا پی گئے۔“

بقول ایک پنڈت جوگی :

”دلی کی بادشاہت میں ان جیسا فقیر نہیں ہے۔ میں  
 نے دنیا میں گشت کیا ہے مگر ایسا کامل شخص  
 اپنی عمر بھر میں نہیں دیکھا۔“

(الغرض) آپ علم و دانش کے بحر بیکراں کے ساتھ زہد و  
 وصفا میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی طرز زندگی اور اسوۂ حیات اس  
 بات کا عکاس تھا کہ آپ حقیقی معنوں میں آقائے نامدار تاجدارِ بطنی کے  
 جانشین تھے۔

(۱) تذکرۂ مشائخ دیوبند ص ۱۳۰

(۲) علماء دیوبند اور علم حدیث

(۳) تذکرۃ الرشید، ج ۲ ص ۳۲۰

(۴) ضیاء القلوب

# مولانا فخر الحسن گنگوہی

(متوفی ۱۳۱۵ھ)

حضرت مولانا حکیم فخر الحسن ، مولانا محمد قاسم نانوتوی کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے ۔ اور شیخ الہند کے ساتھیوں میں سے تھے ۔

آپ کی ولادت گنگوہ ضلع مظفرنگر میں ہوئی اور وہیں پر مولانا رشید احمد گنگوہی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی ۱۲۸۲ھ میں بغرض تعلیم دارالعلوم

دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۲۹۰ھ میں فراغت حاصل کی ، اکابر دارالعلوم

میں حضرت محدث گنگوہی نے اپنے دست مبارک سے دستار فضیلت سر پر باندھی

مولانا فخر الحسن حدیث کے زبردست عالم ہونے کے ساتھ فن حکمت

وطبابت میں بھی مہارت و حذاقت رکھتے تھے ، فن مناظرہ سے بھی دلچسپی تھی

مناظرہ کے دوران اپنے استاذ مولانا نانوتوی کے ہمراہ ہوتے ۔ فراغت کے

بعد مدرسہ خود جب میں مدرس ہوئے پھر مدرسہ عبدالرب دہلی منتقل ہو گئے

پھر آخر میں کانپور چلے گئے اور وہیں مطب کرنے لگے ، مطب کی مصروفیات

کی وجہ سے سلسلہ تدریس جاری نہ رکھ سکے ۔ بالآخر ۱۳۱۵ھ میں دائمی اجل

کو لبیک کہا اور کانپور میں ہی سپرد خاک ہوئے ۔

آپ نے اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لئے تفسیر و تالیف

کا سلسلہ بھی جاری رکھا آپ نے مختلف کتبِ حدیث پر حواشی تحریر فرمائے۔ یہاں ان کی سب سے اہم ڈیواید گار کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## ۱۔ التعلیقُ المحمودُ علی سُنَنِ اَبی داؤد

سنن (ذبی د) وُر پر آپ کا حاشیہ ہے جو کئی بار مطبع مجیدی کانپور سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے متعلق مولانا ظفر ٹھانوی لکھتے ہیں،  
 ”یہ حاشیہ اس شان کا ہے جیسا حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کا حاشیہ بخاری ہے آج تک البوداؤد کا ایسا نفیس اور جامع حاشیہ نہیں دیکھا گیا“۔

## ۲۔ حاشیۃ ابن ماجہ

یہ حاشیہ بھی مشہور ہے اور متعدد بار مطبع نامی کانپور سے طبع ہو چکا ہے۔ اس میں مولانا فخر الحسن نے علامہ سیوطی اور شیخ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی کی شروح ابن ماجہ کو مزید اضافوں کے ساتھ نہایت خوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔

یہ دونوں حاشیے زطویل کہے جاسکتے ہیں اور نہ مختصر۔

## ۳۔ حاشیۃ تلخیص المفتاح

علامہ علاؤ کا (ذبی) آپ نے حضرت نانوتوی کی ایک مفصل سوانح بھی مرتب کی تھی جو ایک ہزار صفحات پر مشتمل تھی لیکن بد قسمتی سے کانپور



میں دوران قیام گھر میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے<sup>۱</sup> دیگر کتب و محفوظات  
کے ساتھ سوانح عمری کا یہ مسودہ بھی جل کر خاکستر ہو گیا۔

### حوالہ جات :

- نزہتہ الخواطر ج ۸ ص ۳۵۲  
تاریخ داؤد العلوم دیوبند ج ۱ ص ۱۳۷  
علماء ہند کا شاندار مافی ج ۵ ص ۶۹  
معارف ، اعظم گڑھ ج ۵ شمارہ ۵۵  
ہندوستان میں عربی علوم و فنون کے ممتاز علماء  
مشاہیر علماء دیوبند . ص ۳۰

## علامہ شبیر احمد عثمانی

(متوفی سنہ ۱۹۷۶ء)

آپ کی پیدائش ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ میں بمقام بجنور ہوئی، آپ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے فرزند ارجمند تھے۔

سات سال کی عمر میں درجہ قرآن میں داخلہ ہوا۔ اور دارالعلوم دیوبند میں ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۲۵ھ میں علوم متداولہ پڑھ کر فارغ ہوئے۔

آپ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے تکمیل علوم و فنون کے بعد آپ ہی سے بیعت ہوئے۔ پھر دہلی کے مدرسہ فتیویٰ سے منسلک ہونے پر مدرسہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۱ء میں تعلیمی خدمات کے لئے دارالعلوم دیوبند میں آپ کو بلا لیا گیا۔ آپ نے عرصہ دراز تک یہاں درجہ علیا کی کتابیں پڑھائیں۔ مولانا عثمانی کے درس صحیح مسلم کی بڑی شہرت تھی۔ اور حضرت نانوتوی کے علوم پر ان کی گہری نظر تھی۔ مدرسہ دیوبند میں کچھ اختلافات کی بنیاد پر ۱۳۲۷ھ میں آپ مولانا النور شاہ کشمیری اور مولانا مفتی عزیز الرحمن کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ ڈابھل

تشریف لے گئے۔ ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں علامہ کشمیری کے انتقال کے بعد آپ جامعہ کے شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں حضرت تھانوی اور دیگر اکابر کے اصرار پر پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۴ء تک بحیثیت صدر دارالعلوم کے اہتمام کی خدمات انجام دی۔

علم و فقل ، فہم و فراست ، تدبر اور اصابت رائے میں علامہ عثمانی کا شمار ہندستان کے مخصوص علماء میں ہوتا تھا۔ وہ زبان و قلم دونوں کے شہسوار تھے۔ آپ اردو کے بلند پایہ ادیب اور سحرانگیز خطابت کے مالک تھے۔ فصاحت و بلاغت سے بھرپور مدلل گفتگو اور آپ کی نکتہ آفرین تحریر و تقریر عوام و خواص میں معروف و مقبول تھی۔ حالات حاضرہ پر گہری نظر تھی انداز خطابت لوگوں کے دل موہ لیتا،

آپ خلافت کمیٹی کے ایک اہم رکن رہے، ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء میں جنگ بلقان کے زمانے میں ترکوں کے لئے چندہ کی فراہمی میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ آپ برسوں تک جمعیتہ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ آپ کا شمار جمعیتہ کے صف اول کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ آخر عمر میں کانگریس اور جمعیتہ کے تعاون پر اختلاف واقع ہوا تو آپ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں جمعیتہ علماء اسلام کے صدر منتخب ہوئے۔

تقسیم ہند سے قبل رمضان ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء میں مولانا عثمانی پاکستان تشریف لے گئے اور وہیں مقیم ہو گئے پھر پاکستان دستور ساز اسمبلی کے رکن اور دستور ساز کمیٹی کے صدر مقرر ہوئے۔

پاکستان میں آپ نے بہت سی ملی خدمات انجام دیں۔ آپ کی عالمانہ و مفکرانہ عظمت کی وجہ سے دینی کے ساتھ آپ کی سیاسی رہنمائی بھی مسلم تھی آپ کی دینی و دنیوی قیادت و سیادت کا اثر پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر بھی خاصا تھا۔

پاکستان کی سیاسیات پر آپ کے اثر و رسوخ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پاکستان دستور ساز اسمبلی میں نواب زادہ لیاقت علی خاں مرحوم کی پیش کردہ قرارداد میں یہ بنیادی شق کہ :

”پاکستان کے دستور کی بنیاد کتاب و سنت پر مبنی ہوگی“

علامہ عثمانی کی جدوجہد اور بے پناہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔

پاکستان میں جامعہ عباسیہ بھاولپور ایک قدیم دینی درسگاہ ہے اس کی تعلیمی اور انتظامی انہری کو دیکھتے ہوئے وزارت تعلیم نے مولانا عثمانی سے درخواست کی کہ وہ بھاولپور جا کر ہجرت نمود معائنہ کر کے اس کی اصلاح و ترقی اور اس کی گرتی ساکھ کو بحال کئے جانے کے تئیں ریاست کو رپورٹ اور مشورہ دیں۔

چنانچہ آپ بھاولپور تشریف لے گئے ریاست کے وزیر تعلیم سے ابھی گفتگو ہی شروع ہوئی تھی کہ اچانک آپ کی طبیعت بگڑ گئی چند گھنٹے کی محترم علالت کے بعد ۲۱ صفر ۱۳۶۹ بمطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا جسدِ خاکی بھاولپور سے کراچی لے جایا گیا وہیں پہ نماز جنازہ ہوئی۔ اور محمد علی روڈ پہ واقع آپ کی قیام گاہ کے قریب

سپرد خاک کیا گیا . انا للہ وانا الیہ راجعون .

۱۳۳۳ھ کی روداد دارالعلوم دیوبند میں مولانا عثمانی کے

بارے میں یہ تحریر ہے :

” مولانا شبیر احمد صاحب ماشاء اللہ ان نوجوان اہل علم میں سے ہیں جن کو علوم اکابر کا حامل قرار دیا جائے ، تمام علوم معقول و منقول میں کامل استعداد رکھتے ہیں . تحریر و تقریر میں بے مثل ہیں . خصوصاً علم حدیث میں ایسا ملکہ جو معمر اور تجربہ کار مشائخ حدیث کو ہوتا ہے ہمیں خدا تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ یہ نوجوان اپنے علم و صلاحیت اور ہر قسم کی قابلیت سے دارالعلوم کے شاندار امتیازات میں ہونے کے ساتھ اپنے سلف کے سچے خلف ثابت ہوں .“

رَپ دورانِ طالب علمی میں ہی بہت سے طلبہ کو درس دیتے تھے ، منتہی طلباء بھی آپ سے بلا تا مل کتابیں پڑھتے تھے . رَپ اکابر کے خوابوں کی سچی تعبیر تھے ، اس کی تائید مذکورہ بالا واقعات و حقائق سے ہوتی ہے . چنانچہ آپ نے جہاں لوجہ اللہ دینی قیادت کا باگ دوڑ سنبھالا وہیں دنیاوی سیادت کو بھی مادی الانشوں سے پاک اور منزہ رکھا .

## تفانف

علم الکلام ، العقل والنقل ، اعجاز القرآن  
 حجاب شرعی ، الشهاب لرجم الخاطف المرتاب  
 فتح الملهم ، حواشی قرآن کریم وغیره

آپ کی معرکۃ الآراء تفانف ہیں .

شیخ الہند کے ترجمہ قرآن پر مولانا عثمانی کے تفسیری حواشی  
 کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے . ان حواشی میں سلف کے نقطہ نظر کے دائرے  
 میں محدود و محدود کر قرآن کریم کے اسرار و معارف کو اس انداز سے بیان کیا گیا  
 ہے کہ ذہن و فکر کے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں . حکومت افغانستان  
 نے اس کا بزبان فارسی ترجمہ کرا کر بطور ہدیہ دارالعلوم دیوبند کو پیش کیا  
 تھا جو آج بھی بطور یادگار دارالعلوم میں محفوظ ہے .

## فتح الملهم

صغی نقطہ نظر سے صحیح مسلم کی شرح فتح الملهم علم حدیث  
 میں آپ کی گراں قدر خدمات کی عظیم الشان مثال ہے . آپ کے اس بے با  
 علمی اثاثہ نے آپ کو دنیا نے علم و فضل میں متعارف اور شہرت دوام بھی  
 بخشا .

فتح الملہم لکھنے کی ابتداء آپ نے کب کی؟ اس کی کوئی متیقن تاریخ معلوم نہیں البتہ مولانا ابوالحسن علی ندوی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

”مجھے خیال آتا ہے کہ مرحوم <sup>۱۹۱۷ء</sup> میں انجمن اسلامیہ علی گڑھ کی دعوت پر اعظم گڑھ آئے تھے اور شبلی منزل میں میرے پاس ہی ٹھہرے تھے۔ اس وقت ان کے پاس شرح مسلم شریف کے کچھ اجزاء موجود تھے جس میں قرأت خلف الامام وغیرہ پر بحث چل رہی تھی، جس کو انہوں نے پڑھ کر سنایا۔“ (۱)

صحاح ستہ میں مسلم شریف کو ایک مقام حاصل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر بہت سے اہل علم نے اس کی شرح لکھی ہے۔ علامہ عثمانی نے حنفی طرز فکر کو ملحوظ رکھ کر یہ شرح لکھی ہے۔ بقول مولانا عبد الماجد دریا بادی :

”نجاری شریف کی شرح عمدة القاری کے نام سے علامہ حافظ بدرالدین عینی حنفی مدتوں پہلے لکھ چکے تھے۔ لیکن صحیح مسلم کا قرضہ حنفیہ پر صدیوں سے چلا آ رہا تھا علامہ عثمانی کی ذات تھی کہ فتح الملہم کے نام سے مبسوط اور مستند شرح لکھ کر دنیا سے حنفیت سے فرس کفایہ ادا کر دیا۔“ (۲)

آپ کی مایہ ناز تصنیف کے تنقید کنندہ علماء اور محققین حدیث نے کلمات تحسین

---

(۱) معارف، اپریل ۱۹۷۷ء، (۲) صدق جدید، دسمبر ۱۹۶۹ء۔

اور بیش قیمت آرا سے نوازا ہے۔ جنہیں طوائف کے خوف سے یہاں نقل کرنے سے ہم گریز کر رہے ہیں۔

علامہ عثمانی نے اپنی اس شرح میں حنفی نقطہ نظر کی وضاحت و بیان اور استدلال کے لئے حاجا علامہ نیموی کا حوالہ دیا ہے۔ چنانچہ باب استحباب رفع الیدین کے تحت لکھتے ہیں:

”قلت وكذلك سائر ما أوردوها مثلاً لنسيان لم يكن  
لنسيان بل كان له وجه آخر قد بينوا في موضعه  
و اول من سبب النسيان ، الى عبد الله بن مسعود  
في هذه المواضع هو البوبكي بن اسحاق نقل قوله  
البيهقي في سنة ثم ابن الهادي في التنقيح وقد  
بالغ في رد لكلام أبي بكر بن اسحق هذا العلامة  
ابن التركمان في الجوهر النقي في الرد على البيهقي  
كذا قال النيموي في آثار السنن“

اور قرأت خلف الامام کے ذیل میں علامہ نیموی کی تحقیق اس طرح پیش کرتے ہیں:

قال النيموي وأما ما رواه الحاكم في المستدرک  
وزعم مستقيم الاسناد عن عطاء عن أبي هريرة  
قال ‘ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم “ من  
صلى صلاة مكتوبة مع الإمام فليقرأ بفاتحة



۔ الکتاب ”۔

فتح الملہم کی تین جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد مدینہ پریس  
بجنور سے پانچ سو صفحات پر مشتمل ۱۳۵۳ھ میں چھپی تھی۔ اصل کتاب  
سے پہلے ایک سو آٹھ صفحات پر محیط اصول حدیث پر مبنی ایک جامع اور  
مبسوط مقدمہ ہے۔ جس میں اقسام حدیث کی وجہ تسمیہ، تدوین حدیث  
صفات رواۃ، خبر، اثر، سنت اور صحاح ستہ کی جامع خصوصیات پر  
بالتفصیل تبصرہ کیا ہے۔

یہ مقدمہ حال ہی میں نامور محدث شیخ عبدالفتاح ابو غرہ کی تعلیقات  
کے ساتھ ”مبادی علم الحدیث وأصولہ“ کے نام سے علیحدہ طور پر شائع  
ہوا ہے۔ ابو غرہ کی تعلیق سے مقدمہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

پہلی جلد کتاب الایمان سے کتاب الطہارت تک ہے۔  
دوسری جلد کتاب الصلوٰۃ سے کتاب الجنائز تک ہے۔ یہ  
بھی پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اور مدینہ پریس سے ۱۳۵۴ھ میں طبع ہوئی ہے  
تیسری جلد کتاب الزکوٰۃ سے کتاب النکاح تک ہے۔ اسے  
۱۳۵۷ھ میں مولانا عماد الدین انصاری شیرکوٹی نے ہاندہ پریس جالندھر  
سے پانچ سو صفحات میں اتہام خاص سے چھپوایا تھا۔

جب یہ کتاب مولانا انور شاہ کاشمیری کی نظر سے گزری تو

فرمایا :

علامہ عثمانی اس زمانے کے محدث ہیں، مفسر و منظم

و متظم ہیں۔ احقر کی نظر میں کوئی شخص اس کتاب

مسلم شریف کی خدمت ان سے زیادہ بہتر اور عمدہ

رہ کر سکے گا۔ اس اہم کارنامے کی طرف متوجہ ہو کر انہوں

نے علم والوں پر احسان کیا ہے۔ "۱۶"

(کس اہم کارنامے پر خود علامہ عثمانی کا تبصرہ ملاحظہ ہو :

"فحذه فصول نافعة مهمة في بيان مبادئ علم

الحديث و اصوله التي يعظم نفعها و يكثر

دورانها ، استفتيتها من الكتب المعتمدة عند

علماء هذا الشأن مع بعض زيادات مفيدة سخت

في أثناء التأليف فاجبت أن أحجلها كالمقدمة

للشرح ليكون الناظر على بصيرة فيما يتضمن

عليه الكتاب من مباحث الحديث متونه و -

اسانيدہ و بالله التوفيق " ۱۷)

مولانا عثمانی کا یہ امتیاز تھا کہ جتنی سلیس اور شگفتہ نشر وہ اردو

میں لکھتے تھے ویسی ہی خوبصورت اور عمدہ نشر انہوں نے عربی میں بھی

لکھی ہے جس کا جتنا جاگتا ثبوت یہ شرح ہے جس میں انتہائی فصیح و بلیغ

زبان میں حدیث کے اہم نکات پر بحث کی ہے۔ اور انتہائی مدلل انداز میں

مسئلہ احناف کی وکالت کی ہے۔

(۱۱) تقریظ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۶

(۱۲) مقدمہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۵

## مفتی سید مہدی حسن

(متوفی ۱۳۹۶ھ)

مولانا سید مہدی حسن کی پیدائش اپنے وطن شاہ جہاں پور میں ہوئی آپ نے حفظ قرآن پاک اور دیگر عربی و فارسی کتب اپنے والد گرامی مولانا سید کاظم حسن اور اپنے بڑے بھائی مولانا سید سلطان حسن سے پڑھی۔ اس کے بعد مقامی مدرسہ عین العلوم میں داخل ہوئے جہاں آپ کے بڑے بھائی مدرس اور مولانا مفتی کفایت اللہ صدر مدرس تھے۔ یہیں مفتی صاحب سے صرف ، نحو ، منطق اور فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر جب مفتی صاحب مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے آئے تو آپ بھی انہی کے ہمراہ دہلی چلے آئے یہاں آکر منطق فقہ اور جملہ کتب حدیث علماء کبار سے پڑھیں۔ آپ مفتی صاحب کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے ان کے علاوہ اس دور کے چیدہ و چیدہ علماء مثلاً حضرت شیخ الہند ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری عبد اللہ بن حسین نیمی بھوپالی ، علامہ انور شاہ کشمیری وغیرہ سے حدیث میں سند و اجازت حاصل کی۔

۱۳۲۸ھ میں آپ کی دستار بندی مشائخ کے مبارک ہاتھوں سے

ہوئی۔ فراغت کے بعد ریاست پٹیالہ کے ایک مدرسہ سے تدریسی سلسلہ کا آغاز کیا اس کے بعد کچھ دنوں ریاست ٹونک (راجستھان) میں بھی علمی خدمات انجام دیں۔ پھر یہاں سے بحیثیت صدر مدرس راندیر صوبہ گجرات چلے گئے یہیں پر قرآن و سنت کی ترویج و اشاعت میں تقریباً چالیس سال گزار دی۔ ۱۳۶۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کے ارباب حل و عقد کے طلب و اصرار پر دیوبند تشریف لے آئے، اور یہاں شعبہ افتاء میں صدر مفتی کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے اور ۱۳۸۷ھ تک اس عہدہ سے وابستہ رہے۔ اسی سال اپنی طویل علالت اور ضعف کی وجہ سے دارالعلوم سے سبکدوش ہو کر اپنے وطن مالو شاہ جہاں پور چلے گئے۔

آپ متبحر عالم، جید فقیہ، بلند پایہ کے محدث اور زبان پر بے پناہ گرفت کے ماہر ادیب تھے۔ آپ زہد و تقویٰ اور تواضع و انکساری جیسے ستودہ صفات کے حامل ہونے کے ساتھ فیاض طبع بھی واقع ہوئے تھے۔ صاف گوئی اور بے باکی آپ کی فطرت میں تھی، آپ کو خدا تعالیٰ نے شاعری کے صاف ستھرے ذوق سے بھی نوازا تھا، آپ کا تخلص آزاد تھا۔ آپ حضرت گنگوہی سے بیعت تھے مگر اجازت و خلافت حضرت گنگوہی کے خلیفہ مولانا محمد شفیع الدین ملکی سے حاصل تھی۔

## تصانیف و تالیفات

حضرت مفتی صاحب کو قدرت نے تدریس و افتاء کے ساتھ تصنیف و تالیف کے ذوق سلیم سے نوازا تھا۔ تقریباً پچاس سے زائد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں۔

شرح کتاب الحجۃ للامام محمد اور قلائد الازہار شرح کتاب الآثار آپ کی گراں بہا تصانیف میں سے ہیں انداز بیان سے علماء متقدمین کی تحریروں کا شاہد ہوتا ہے۔

**شرح کتاب الحجۃ** : کتاب الحجۃ ۴ جلدوں میں ہے آپ نے بیس سال کا طویل عرصہ اس کی تصنیف و تعلیق میں صرف کیا یہ فقہ حنفی کی بنیادی حوالہ جاتی کتابوں میں سے ہونے کے باوجود ایک عرصہ سے نایاب تھی آپ نے استانبول میں موجود نسخہ پر تعلیق و تصحیح کا کام انجام دے کر مغلق و مبہم مباحث کو واضح کر دیا اس تعلیق کے ساتھ دائرۃ المعارف سے اس کی دو جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

**قلائد الازہار** شرح کتاب الآثار (تاریخی نام تحقیق الآثار)

پر بھی آپ کی گراں قدر تعلیق ہے مگر یہ آپ کے حیات میں شائع نہ ہو سکی آپ کے وصال کے بعد مفتی محمد حسن گنگوہی (سابق صدر مفتی دارالعلوم دہلوی) نے اپنے اہتمام سے شائع کرنا شروع کیا تھا جس کی تین جلدیں ایک اہم

مقدمہ کے ساتھ اب تک شائع ہو چکی ہیں۔

پہلی دو جلدیں فارسی رسم الخط میں بڑی تقطیع کے ۲۲۷ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اور تیسری جلد خط نسخ میں ۶۲۸ صفحات پر محیط ہے۔ اس جلد میں آخری بحث "باب من یسلم علی قوم فی الخطبة اوفی السلام" ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پوری بحث سات آٹھ جلدوں سے کم پر مشتمل نہ ہوگی۔

یہ شرح اپنی جامعیت، ترتیب و تحقیق کے اعتبار سے بجا طور پر اس کی مستحق ہے کہ اسے شروح حدیث کی اہم اور وقیع تصانیف کی صف میں شامل کیا جائے۔

### السيف المجلی علی المحلی

علامہ ابن حزم ظاہری کی مشہور تصنیف "المحلی" کے بعض مسائل پر محققانہ و محدثانہ رنگ میں نقد و تبصرہ فرمایا ہے جو السیف المجلی کے نام سے چار جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب سے آپ کی علمی قد آوری کا اندازہ ہوتا ہے۔

جلد اول : طابع : مولانا محمد صاحب (صاحبزادہ مفتی صاحب)

مطبع : ادارہ تصنیف و تالیف کشمیری گیٹ دلی

سنہ طباعت : ۱۳۶۹ھ صفحات ۱۸

جلد دوم : مطبع : مطبعة العزیزية شاہ بندہ حیدر آباد

سنہ طباعت : ۱۳۹۰ھ

جلد سوم : مطبع العزیزہ حیدرآباد

سنہ طباعت : ۱۳۹۲ھ . صفحات ۱۱۳

جلد چہارم : سنہ طباعت : ۱۳۹۲ھ . صفحات ۲۰۶

رَہِی نے اصول حدیث کی مشہور و معروف کتاب نخبۃ الفکر کی بھی شرح لکھی تھی ، جو زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی .

وفات : طویل علالت کے بعد شاہ جہانپور میں ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ کو ہوئی .

مفتی صاحب مرحوم کو عربی زبان پر مکمل مہارت حاصل تھی . وہ کسی بھی عرب عالم و ادیب کی طرح عربی میں لکھ پڑھ سکتے تھے . ان کی گراں قدر علمی شہ پاروں کا تعارف کیا جا چکا ہے . مگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ان کی مذکورہ بالا تصنیفات عربی علوم و فنون و زبان و بیان کے تعلق سے خاصی اہمیت کی حامل ہیں . ان کتابوں میں انہوں نے انتہائی آسان اور سہل زبان میں ادق سے ادق مسائل پر گفتگو کی ہے . مفتی صاحب مرحوم کا خصوصی میدان چونکہ قضا و افتاء کا تھا ، اس لئے زیادہ تر کتابیں فتوؤں سے متعلق ہیں مگر مختلف ادبیات سے بھی ان کا گہرا رگڑا رہا ہے . مگر ان کی ادبی تصنیفات منظر عام پر نہ آ سکیں اس لئے عموماً ان کے ادبی مقام پر گفتگو نہیں کی جاتی ہے . لیکن صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو وہ عربی زبان کے بہت اچھے ادیب بھی ہیں . تصنیف و تالیف کے میدان میں تو خیر ان کی عربی خدمات سے کوئی اہل فن و نظر ناداق نہیں ہے .

## مولانا اشفاق الرحمن

(منوفی سنہ ۱۳۷۷ھ)

مولانا (اشفاق الرحمن) بن عنایت الرحمن بن مولانا خلیل الرحمن المتوطن کاڈھلہ، نے مبادیات کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہو کر نورالانوار، رشیدیہ، قطبی مختصر المعانی اور مشکوٰۃ و صحاح ستہ کی کتابیں مشاہیر علماء جیسے مولانا تاج علی، مولانا عبداللطیف، محدث وقت مولانا خلیل احمد اور مولانا نور الحسن وغیرہ سے پڑھیں۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۳۳۳ھ میں بلا مشاہرہ مظاہر علوم ہی میں تدریسی فرائض انجام دینے لگے۔ اور تقریباً ۱۰ سال تک یہاں قضا و افتاء کا مسند سنبھالا۔ پھر مدرسہ فقیہوری چلے گئے یہاں کچھ سال گزرا کہ تقسیم ہند کا روح فرسا واقعہ رونما ہوا اور آپ نے ۱۳۵۰ھ میں پاکستان کا رخ کر لیا جہاں مدرسہ دارالعلوم ٹنڈوالہ میں صدر مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ نے درس و تدریس کے ساقہ تصنیفی کارنامے بھی انجام

دینے میں جن کا تذکرہ درج ذیل ہے :



## تصنیفات وتالیفات

### ۱۔ الطیب الشذی فی شرح الترمذی -

یہ جامع ترمذی کی نہایت محققانہ و فاضلانہ شرح ہے۔ جو مطبع خیرہ مصر میرٹھ سے عربی میں ٹائپ ہو کر شائع ہوئی تھی مگر اب نایاب ہے۔ اس پر مولانا قحطانوی اور علامہ کشمیری کی تقریظات اس کی تحسین و آفرینی میں تحریر تھیں جن سے اس شرح کی وقعت و عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ (۱)

### ۲۔ مقدمہ تعلیق نسائی

یہ مقدمہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب : حدیث کی تعریف ، موضوع اور تدوین حدیث کے بیان میں۔  
دوسرا باب : صحت حدیث کی شرطوں اور حدیثنا واجزنا کے مابین فرق کے بیان میں۔

تیسرا باب : جرح و تعدیل کے الفاظ اور ان کے درجات کی تفصیل میں۔  
چوتھا باب : امام نسائی کے حالات زندگی اور ان کے مقام و مرتبہ کے تعین کے بیان میں۔

پانچواں باب : مختلف فوائد پر مشتمل ہے۔

یہ مقدمہ جید برقی پریس دہلی سے چھپا ہے۔

### ۳۔ حاشیہ نسائی

(الحواشی) جدیدہ کے نام سے یہ حاشیہ شائع ہوا ہے۔

محشی علام نے اس میں حاشیہ سندھی اور ذہرابی کو بڑے محققانہ طرز میں یکجا کر دیا ہے۔ اس حاشیہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے ساتھ سنائی کے رجال کے تراجم نہایت ضبط و اتقان کے ساتھ الگ سے درج کئے گئے ہیں۔

## ۴۔ حاشیہ ابن ماجہ۔

یہ حاشیہ بسط و تفصیل کے لحاظ سے ایک مفصل شرح کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ دیگر مضامین مندرجہ ذیل ہیں۔

۵۔ رفع الحجاب عن کبد

۶۔ نور الضحیٰ فی ما یتعلق باللحی

۷۔ الارنداع عن الابداع

۸۔ احسن البیان

۹۔ نوالین شرح جلالین۔

مولانا کا مذہلوی کو عربی زبان و ادب پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اس لئے ان کی عربی میں تحریر کردہ حواشی انتہائی صاف ستھرے اور سہل زبان میں ہیں۔ جو طلباء اور اساتذہ کے لئے یکساں مفید ہیں۔

مولانا کی زندگی سے علم و فکر کی ذیادہ روشن تھی کہ اچانک ان کی زندگی کا چراغ ۱۳۳۷ھ میں پاکستان میں گل ہو گیا۔<sup>(۱)</sup>

## مولانا سید فخر الدین

(متوفی سنہ ۱۳۹۲ھ)

ولادت: سنہ ۱۳۰۵ھ فراغت: سنہ ۱۳۲۸ھ وفات: سنہ ۱۳۹۲ھ  
آپ کا وطن ہالوڑ ضلع میرٹھ تھا۔ لیکن ولادت اجمیر میں  
ہوئی جہاں آپ کے دادا تھانیدار تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے علاوہ  
علوم مروجہ کی اکثر کتابیں اس وقت کے مشہور معقولی عالم و محدث حضرت  
مولانا ماحد علی مانوی جوہنپوری سے پڑھیں۔ مولانا عبدالحی لاہوری اور مولانا  
عبدالوحید سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔

علوم متداولہ سے فراغت کے بعد صحاح ستہ پڑھنے کے غرض سے  
سنہ ۱۳۲۶ھ میں دارالعلوم دیوبند آئے اور داخل ہو کر دو سال میں دورہ حدیث  
کی کتابیں پڑھیں۔ دیوبند میں تفصیل علم کے دوران مختلف طلبہ کو جواہر العالمیہ  
فی الحکمۃ المنفالیہ، مللہ الحلال، ملا حسن، شرح وقایہ جیسی متعدد کتابوں کا درس  
بھی دیتے تھے۔

بعد فراغت دارالعلوم ہی میں باضابطہ استاذ مقرر ہوئے کچھ  
عرصہ بعد اپنے اساتذہ کے حکم سے مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد چلے گئے یہاں  
آپ کا تقرر مدرس دوم کی حیثیت سے ہوا پھر سنہ ۱۳۴۰ھ میں صدر مدرس

کے منصب پر فائز ہوئے۔ احادیث کی اکثر کتابیں آپ سے متعلق رہیں  
آپ نے مسلسل اڑتالیس سال ۱۳۷۶ء تک مدرسہ شاہی میں درس دیا آپ  
کے درس بخاری کی خامی شہرت تھی۔

۱۳۷۷ء میں مولانا حسین احمد مدنی تحریک آزادی کے سلسلہ  
میں گرفتار ہو کر نیننی جیل میں نظر بند کر دیئے گئے تو آپ نے بحیثیت قائم  
مقام صدر مدرس دارالعلوم میں بخاری اور ترمذی کا درس دیا۔ پھر جب ۱۳۷۶ء  
میں حضرت مدنی مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو مولانا رحمہ اللہ کو اپنی جگہ  
خدمتِ حدیث کے لئے متعین کیا تا آنکہ حضرت مدنی کا ۱۳۷۷ء میں انتقال  
ہوا تو آپ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز  
کر دیئے گئے۔ ۱۳۸۸ء میں حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی کی رحلت کے بعد  
صدر مدرس کے عہدے پر بھی فائز کر دیئے گئے اور تادم حیات دونوں عہدوں  
پر فائز رہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے نصف صدی کی مدت میں تقریباً  
۶ ہزار طلبہ نے صحیح بخاری کی تحصیل کی سند و اجازت لی۔ اللہ تعالیٰ نے خدمت  
حدیث کا جو شرف آپ کو عطا فرمایا شاید پچودھویں صدی کے علماء میں کسی اور  
کو یہ شرف اس قدر حاصل ہوا ہو۔

وہ آپ کا سیاست سے بھی تعلق رہا۔ اس سلسلے میں قید و بند  
کی صعوبتیں بھی جھیلیں آخر عمر میں مولانا احمد علی سعید کے قائم کردہ جمعیتہ علماء  
کے صدر رہے۔ آخر میں ضعف و نقاہت کی وجہ سے جب بیماری زیادہ بڑھی

تو محرم ۱۳۹۲ء میں مراد آباد تشریف لے گئے وہیں پر ۲۰ صفر ۱۳۹۲ء کو وفات ہوئی اور وہیں تدفین کا عمل ہوا۔

## تصنیفات و تالیفات

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں جو کہ ذیل میں بیان کی جا رہی ہیں :

### ایضاح البخاری

یہ حضرت شیخ الحدیث کی درسی تقریر کا مجموعہ ہے جسے حضرت کے شاگرد رشید مولانا دیاست علی بخنوری نے مرتب کیا ہے۔ اس املائی شرح کی خصوصیات خود مرتب کی زبانی یوں ہے :

❖ — مفقود ترجمہ پر محققانہ کلام، دیگر شارحین کے سمجھے ہوئے مقاصد پر ناقدانہ نظر اور پھر ان کے درمیان محاکمہ۔

❖ — تمام اکابر دیوبند کی تحقیقات اور ان کے پسندیدہ اقوال کے نقل کرنے کا ہر جگہ اہتمام۔

❖ — احادیث سے مسائل تقوٰف کے اثبات کی تامل مقدار سعی، جیسے جزء اول میں توبہ کے اقسام کا تذکرہ۔

❖ — مسائل فقہیہ کے چاروں ائمہ کے مسلک اور ان کے دلائل کا جائزہ۔ ❖ پھر حنفیت کے لئے وجوہ ترجیح۔

❖ — اصول فقہ حنفی کی روشنی میں متعارض احادیث کے درمیان ترجیح

یا توجیہ کی راہ .

۱۔ امام بخاری نے جہاں دیگر فقہاء کرام کے مسلک سے تعارض کیا ہے ان مقامات پر حقیقتِ مسئلہ کی مکمل غیر جانبدارانہ نتیجہ .

۲۔ عقائد کے باب میں مسلکِ اہل سنت والجماعت یعنی اشاعریہ و ماتریدیہ کے مسلک کی حقیقت کے لئے استدلال اور فرق باطلہ پر مکمل و مدلل رد .

۳۔ نئے پیش آمدہ مسائل میں بمقدور شریعت کے مطابق بحث اور قول فیصل .

۴۔ امام بخاری کے تفردات کی نشان دہی اور ان تمام جگہوں پر جمہور اور مسلکِ حق کی ترجمانی . ان خصوصیات کے علاوہ اس امالی کی یہ اہم ترین خصوصیت ہے کہ اس کے اکثر مباحث کو صاحبِ امالی نے مرتب سے پڑھوا کر سنا ہے اور جہاں جہاں حذف اور اضافہ کی ضرورت ہوئی اسے درست کرایا ہے . اس لحاظ سے یہ دیگر امالی کی نسبت زیادہ لائقِ اعتماد و قابلِ وثوق ہے . یہ عظیم شرح مکتبہ مجلس قاسم المعارف دیوبند سے شائع ہوئی ہے .

## ۲۔ القول الفصیح

بخاری کے تراجم کی توضیح و تشریح میں یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے

## ۳۔ اربعین

اس کتاب کو مکتبہ الجمعیتہ دہلی نے شائع کیا ہے . اور دستیاب ہے .

مولانا نے شاید باصابطہ عربی زبان میں کوئی کتاب نہیں  
 لکھی ہے ، مگر عربی علوم و فنون پر ان کی گہری دسترس  
 تھی اور انہوں نے اپنی کتابوں میں انتہائی عالماذمہ بحث  
 اپنے ہیں ۔ اس لحاظ سے عربی علوم و فنون میں ان کی  
 خدمات کا اعتراف کیا جانا چاہئے ۔

---

علماء دیوبند اور علم حدیث ، ص ۱۲۶

مثناسیر دارالعلوم دیوبند ، ص ۲۰

دارالعلوم کی صد سالہ زندگی اور حیات فخر الاسلام ۔

## مولانا ظفر احمد تھانوی

( ولادت ۱۳۱۰ھ - وفات ۱۳۹۴ھ )

حضرت مولانا ظفر احمد دیوبندی نے قرآن مجید ، اور اردو و فارسی کی تعلیم دار العلوم دیوبند میں حاصل کی . صرف و نحو ، ادب اور دیگر فنون متداولہ کی تحصیل اپنے ماموں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے زیر نگرانی مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں مولانا عبد اللہ گنگوہی سے کی . پھر حضرت تھانوی کے مشورہ اور حکم پر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں داخل ہوئے . یہاں تین سال رہ کر فقہ ، تفسیر ، حدیث اور ادب کی کتابیں مولانا محمد اسحاق بردوانی اور مفتی محمد رشید کانپوری سے پڑھیں . ۱۳۲۶ھ میں فراغت پائی .

فراغت کے بعد مزید تحقیق و اختصاص کی غرض سے ۱۳۲۴ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے . اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے کتب حدیث اور منطق و فلسفہ کی کتابیں مولانا عبداللطیف سے پڑھ کر ۱۳۲۸ھ میں مظاہر علوم سے فارغ ہوئے .

۱۳۲۹ھ میں ہی مظاہر علوم میں تدریسی کام کی ابتدا کی . جس کا سلسلہ سات سال تک جاری رہا . بعد ازاں آب و ہوا کی نا موافقت کی



کی وجہ سے ایک سال کے لئے گرگڑھی پختہ تشریف لے گئے پھر گرگڑھی سے  
تھانہ بھون چلے آئے اور ایک طبعی عرصہ تک مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون  
میں حدیث وفقہ کے ساتھ فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔

مولانا نے مظاہر علوم کے علاوہ مدرسہ ارشاد العلوم رنگون  
مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ یونیورسٹی اور مدرسہ عالیہ میں بھی طویل عرصہ  
تک تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیں۔ ڈھاکہ جامعہ قرآنیہ کے نام سے  
آپ نے ایک درسگاہ بھی قائم کی جس کا شمار ڈھاکہ کے اہم ترین مدارس میں  
ہوتا ہے۔

حضرت تصنیف و تالیف، درس و تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت  
تھانوی کی زیر نگرانی دینی و سیاسی تحریکات میں بھی سرگرم عمل رہے۔  
تقسیم ہند کے بعد مولانا طفر صاحب نے مستقل طور پر مغربی پاکستان  
میں سکونت اختیار کی، اور تاحیات دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں شیخ الحدیث  
کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ تدریس کے ساتھ آپ کو تصنیف و تالیف  
سے بھی شغف رہا اور قابل قدر یادگار جھوڑی۔

## اعلاء السنن

علم حدیث میں یہ آپ کا ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کی نظیر  
مولفات کے ذخیرے میں ملنی مشکل ہے۔

احادیث و آثار کا یہ عظیم الشان مجموعہ بیس جلدوں میں ہے

اس میں وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں، جن سے فقہ حنفی ماخوذ ہے۔ ساقہ  
ہی ساقہ شبہات و اشکالات کے جوابات بھی تحریر ہے۔ اس کتاب کی تکمیل  
۱۳۸۵ھ میں ہوئی۔

اس میں ابواب الطہارۃ سے کتاب الموارث تک تمام  
مسائل مختلف فیہ میں احناف کی تائید کے لئے بہت بڑا بے مثال ذخیرہ جمع  
کر دیا گیا ہے۔

گیارہ جلدیں مع مقدمہ کے حضرت تھانوی (آپ کے ماموں)  
کی حیات میں طبع ہوئیں باقی حصے حضرت کی وفات کے بعد طبع ہوئے۔  
اس کتاب کے ابتدائی سات حصوں کا ترجمہ اردو میں بھی شائع ہو چکا ہے  
احادیث کا یہ عظیم الشان شاہکار ہے جو ہندوستان کے لئے سرمایہ افتخار  
ہے۔ اس پیش بہ تالیف کو علامہ زاہد الکوثری مصری نے دیکھا تو بے اختیار  
ان کے قلم سے یہ جملہ صفحہ قرطاس پر ثبت ہو گئے :

”انی دهشت من هذا الجمع وهذا الاستقصاء  
ومن هذا الإستيفاء البالغ في الكلام على كل  
حديث بما تقتضي به الصناعة متناوئاً من  
غير أن يبذو عليه آثار التكلف في تأييد مذهبه  
بل الانصاف رائده عند الكلام على آراء أهل  
المذهب فاغتبطت به غاية الاغتباط وهذا  
تكون همه الرجال وصبر الابطال“

یہ دراصل اعلاء السنن کا مقدمہ اول ہے۔ مؤلف نے اعلاء السنن کے دو مقدمے تحریر کئے تھے۔ اول فن حدیث سے متعلق ہے اور دوسرا فقہ سے۔ یہ مقدمہ پہلی بار ۱۳۲۸ھ میں انہاء السنن کے نام سے تھانہ بھون سے شائع ہوا تھا پھر اسی نام سے دوسری بار کراچی سے ۱۳۸۳ھ میں شائع ہوا اور تیسرا اڈیشن "قواعد علوم الحدیث" نام سے شیخ عبدالفتاح ابو غدہ حلبی استاذ کلیۃ الشرعیہ ریاض ینورسٹی نے نہایت آب و تاب کے ساتھ اپنے حواشی و تحقیقات سے آراستہ کر کے شائع کیا ہے۔ مقدمہ مع فہرست پانچسو باون صفحات پر مشتمل ہے۔ اپنی جامعیت و افادیت کے لحاظ سے یہ اصول حدیث کا دائرۃ المعارف ہے۔

### کشف الدجاء عن وجہ الربا

مفتی حمید آباد دکن نے دعویٰ کیا تھا کہ ربوا صرف بیع میں ہے، قرض میں نہیں ہے۔ مولانا کے قلم سے یہ اس کا تردیدی جواب ہے۔ یہ اعلاء السنن جلد چہارم کے ساتھ ملحق ہو کر طبع ہو گیا ہے۔

### نور علی نور

عربی کے دو نعتیہ قصیدوں کا مجموعہ ہے، کتاب کا نام حضرت تھانوی کا تجویز کردہ ہے۔

### وسيلة النفر في مدح خي البش

ایک عربی قصیدہ، جو کتاب کی شکل میں طبع ہو گیا ہے۔

مذکورہ بالا تالیفات کی روشنی میں مولانا ظفر احمد کی علمی  
جلالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے انتہائی آسان  
اور دل نشین انداز میں علمی مباحث عربی میں تحریر کئے ہیں  
ان سے ایسا لگتا ہے کہ انہیں عربی پر کس قدر عبور حاصل  
تھا۔ (۲)

---

(۱) مقدمہ تحقیق قواعد علوم الحدیث، ص ۱۴

(۲) تاریخ مظاہر، ج ۲

## مولانا عبداللہ المجلالی

مولانا عبداللہ المجلالی ۱۹۰۱ء میں رامپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا سید عبدالقیوم اور جد امجد سید کاظم اپنے وقت کے ممتاز عالموں میں سے تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب بخارا کے جلیل القدر بزرگ حضرت جلالی بخاری سے ملتا ہے، اسی لئے آپ کے نام کے ساتھ جلالی کا اضافہ ہے۔ آپ کے اسلاف میں مولانا سلطان احمد شاہ شہنشاہ ہندوستان محمد شاہ کے زمانے میں ہندوستان تشریف لائے اور دہلی کو اپنا مسکن بنایا مگر دہلی کے ناخوشگوار حالات ہونے کے سبب روہیل کھنڈ کی طرف کوچ کرتے ہوئے ریاست رامپور میں آجسے، اور ایک عرصہ تک رامپور ہی میں علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے اور وہیں پر سپرد خاک ہوئے۔ «۱»

**تعلیم و تربیت:** مولانا جلالی کی ابتدائی تعلیم گھر کے بزرگوں اور اہل عصر علماء سے ہوئی مزید تعلیم کے لئے مدرسہ عالیہ رامپور میں داخل ہوئے یہاں نابغہ روزگار علماء مثلاً مولانا امین افغانی اور علامہ فضل حق

خیر آبادی وغیرہ سے حصول علم کیا۔

فراغت کے بعد مدرسہ رحمانیہ میں بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ پھر چند سال کے لئے اینگلو عربک کالج دہلی میں فارسی کے استاذ کی حیثیت سے تقرر ہوا آخر میں وطن اصلی کی طرف لوٹ کر باقی ماندہ زندگی مدرسہ عالیہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے ہوئے گزاردی۔

مولانا جلالی ایک زبردست عالم اور ماہر استاد ہونے کے ساتھ ایک جلیل القدر مصنف بھی تھے درس و تدریس کے ساتھ تصنیفی کاموں میں بھی مصروف رہے

**علمی خدمات** | ابتداءً آپ نے تراجم پر کام کیا ہے۔ نیز

ادبی میدان میں بھی مولانا کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ نے ایک ماہنامہ ”معلم عربی“ کے نام سے شائع کیا تھا جس میں علمی و ادبی مضامین فارسی، عربی اور اردو تینوں زبانوں میں ہوتے۔

**تفسیر مظہری** : آپ کا سب سے اہم شاہکار اور اہم کارنامہ تفسیر مظہری کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ بات واضح طور سے کہی جاسکتی ہے کہ ہندوستانی تفاسیر میں سے یہ ایک اہم تفسیر ہے۔ انداز نگارش انتہائی سادہ اور پیرائے بیان دلکش ہے۔ ترجمہ مسلسل، جامع اور عام فہم ہونے کے ساتھ دل پذیر بھی ہے۔ یہ اہم سرمایہ گیارہ ضخیم جلدوں میں ہے۔

مولانا نے مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے، ذیل

میں میرے معرضِ علم میں آئی ان کی چند کتابوں کی فہرست دی جاتی ہے :

\_\_\_\_\_ ترجمہ صحیح البخاری

\_\_\_\_\_ ترجمہ صحیح المسلم

\_\_\_\_\_ ترجمہ ابوداؤد

\_\_\_\_\_ ترجمہ ابن ماجہ

\_\_\_\_\_ ترجمہ سنن نسائی

\_\_\_\_\_ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح .

یہ جملہ تراجم متعدد بار شائع ہو چکے ہیں .

\_\_\_\_\_ ترجمہ غنیۃ الطالبین یہ ترجمہ پاکستان سے شائع ہوا ہے .

\_\_\_\_\_ الغز والفکر

یہ دور جدید کے ایک اخوانی عالم کی تصنیف ہے اس میں مصنف

نے جدید اصطلاحات کو عمدہ طریقہ سے پیش کیا ہے جسے مولانا جلالی

نے بامحاورہ ترجمہ میں ڈھالا ہے .

\_\_\_\_\_ بیان سبحان

یہ مولانا کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ ہے جس پر آپ کو خود

بھی ناز تھا . درحقیقت یہ قرآن کریم کی بہترین تفسیر ہے یہ تفسیر علماء

قدیم کے طرز پر تحریر کی گئی ہے اس میں دلائل عقلیہ و نقلیہ کو نہایت شرح

و بسط سے بیان کیا گیا ہے . یہ تفسیر وسیم بک ڈپو فائن آرٹ پریس

دلیوبند سے تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے .

## مصادر و مراجع

مصنف / مطبع / سن اشاعت

کتاب

الثقافة الإسلامية في الهند

عبدالحی حسنی

المجمع العلمي العربي ، دمشق . ۱۹۵۸

آثار الأول في علماء فرنگی محل

عبدالباری فرنگی محل

مطبع محتبائی مکتبہ ، ۱۹۲۰

الغناء القرآن مسمی بہ نجوم القرآن

اہل اللہ فقیر اللہ

مطبع اسلامید لاہور ۱۳۴۲ھ

اسلامی علوم و فنون عہد مغلیہ میں

رمضان علی

نامی پریس مکتبہ ۱۹۲۸ء

اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں

عبدالحی حسنی

دار المصنفین اعظم گڑھ . ۱۹۶۱ء

اکمل التاریخ

یعقوب ضیاء

نظامی پریس بدایوں

اسلامی تاریخ و ادب

محمد اسحاق / لاہور



فیض الحسن سہارنپوری / علی گڑھ ۱۲۸۴ھ	التعلیقات الجلالین
صدیق حسن خاں / مطبع صدیقیہ بھوپال ۱۲۹۵ھ	ابجد العلوم
عبدالرحمن سہارنپوری (مخطوطہ) کتب خانہ حبیب گنج	التحفۃ العثمانیہ
ذوالفقار علی / مجتبیٰ دہلی ۱۳۲۶ھ	التعلیقات علی السبع المعلقات
اغرا علی / جہانگیر پریس ۱۳۲۳ھ	الترجمۃ الہندیۃ علی قصیدۃ الاخلاق
اغرا علی / رحیمہ دیوبند ۱۳۶۶ھ	التعلیق علی تلخیص المفتاح
" "	التعلیق علی عروض المفتاح
" / مکتبہ سلفیہ	" علی دیوان الحماسۃ
" / رحیمہ دہلی ۱۳۷۳ھ	" علی دیوان المقتنی
" / مکتبہ اغرازیہ دیوبند	" علی شرح النقایہ
" "	" علی شمائل الترمذی
" / رحیمہ دیوبند ۱۳۷۵ھ	" علی کنز الدقائق
" / امدادیہ دیوبند ۱۳۹۳ھ	" مختصر القدوری
" / ۱۹۶۵ھ	• نور الایضاح
فضل حق خیر آبادی / مدینہ پریس بکھود	الفتورۃ الہندیہ
شیخ الہند محمود حسن	الجمہد المقل
عاشق الہی بلند شہری	الحیات بعد الممات

- افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ  
آپ بیٹی ۶ جلد  
اخبار الصنادید  
آثار الصنادید  
الارشاد شرح بابت سعادت  
الہدیۃ السنیہ  
انتخاب یادگار  
اتمام النعم  
الترجمۃ لتقصیۃ الامیہ
- مفتی محمد شفیع / دیوبند  
مولانا زکریا / دارالانشاء سہارنپور ۱۳۴۹ھ  
نجم الغنی / نوٹکشور لکھنؤ ۱۹۰۸ء  
سید احمد خاں / " " ۱۹۰۰ء  
ذوالفقار علی دیوبندی / محبتی دہلی ۱۳۱۵ھ  
" " " " " "  
امیر احمد مینائی / تاج المطالع ۱۳۹۷ھ  
خلیل احمد سہارنپوری / ۱۳۱۳ھ  
اعزاز علی امرہوی
- بذل المجہود فی حل ابی داؤد  
باغی ہندوستان  
برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ  
البراہین القاطعہ
- خلیل احمد سہارنپوری / مطبع نامی میرٹھ ۱۳۴۲ھ  
فضل حق خیر آبادی / الجمع الاسلامی محمد آباد گنہ ۱۹۴۷ء  
محمد اسحاق بھٹی / ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور  
خلیل احمد سہارنپوری / ۱۳۴۲ھ
- تاریخ ہند  
تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند  
تاریخ عربی ادبیات  
تاریخ فرشتہ
- ذکا د اللہ دہلوی / ۱۹۸۲ء  
فیاض محمود، عبد القیوم / لاہور ۱۹۷۷ء  
بروکلین  
محمد قاسم / مکتبہ ملت دیوبند ۱۹۷۸ء

- تاریخ اولیاء ہند / احمد سعید دہلوی / برقی پریس دہلی
- تاریخ دارالعلوم دیوبند / محبوب رضوی / جدید برقی پریس دہلی ۱۹۷۸ء
- تاریخ دیوبند / محبوب رضوی / ۱۹۷۲ء
- تاریخ مظاہر علوم / شاہد سہارنپوری / اشاعت العلوم سہارنپور ۱۹۷۷ء
- تاریخی مقالات / خلیق احمد نظامی / ۱۹۶۶ء
- تاسیس دارالعلوم دیوبند / ادارہ نشر و اشاعت دارالعلوم دیوبند ۱۹۷۹ء
- تفہیل البیان شرح دیوان مستنبی ذوالفقار علی دلویندی / محبتائی دہلی ۱۳۵۵ھ
- تنشیط الاذان فی محل تحقیق الاذان / خلیل احمد سہارنپوری / سہارنپور
- تراجم علماء حدیث ہند / ابو یحیی امام خاں فوسٹروی / برقی پریس دہلی ۱۹۳۸ء
- تجلیات عثمانی / انوار الحسن / ادارہ نشر المعارف علی گڑھ ۱۹۷۳ء
- تذکرہ کمالان رامپور / احمد علی شوق / برقی پریس دہلی ۱۹۹۲ء
- تذکرہ المصنفین والمؤلفین / اختر رامی / اسلامی دارالمطالعہ سہارنپور ۱۹۷۶ء
- تذکرہ علمائے پنجاب / اختر رامی / مکتبہ رحمانیہ لاہور
- تذکرہ علمائے ہند / رحمان علی / مشہور آفنیسٹ کراچی ۱۹۶۱ء
- تذکرہ الاعزاز / انظر شاہ کشمیری / یونین پریس دہلی ۱۹۵۳ء
- تذکرہ دارالعلوم / نظیر الدین ہاشمی / حیدرآباد ۱۳۶۳ھ
- تذکرہ التخلیل / عاشق الہی میرٹھی / سہارنپور ۱۳۹۷ھ
- تذکرہ الرشید // // عاشقہ قیصر گنج روضہ میرٹھ
- تذکرہ العابدین / نذیر احمد دیوبندی / دلی پرنٹنگ پریس ۱۳۳۳ھ

حافظ الہی میرٹھی / بلال اسٹیم سارڈو وارہ ۱۳۲۶ھ

اطہر مبارکپوری / رحیمی پریس بمبئی ۱۹۷۲ء

ضیاء الدین اصلاحی / دارالمصنفین ۱۹۶۸ء

مالک رام / مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۷۸ء

مولانا اسلام الحق / محبوب پریس دیوبند ۱۳۹۸ھ

" " "

قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی

عبدالحلیم انصاری / دارالافتاء پانی پت

ابوالحسن علی / ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولوی حسین ٹونکی / دہلی پریس

تذکرۃ الرشید

تذکرہ علمائے مبارک پور

تذکرۃ المحدثین

تذکرہ معاصرین

تذکرہ مشائخ دیوبند

تذکرہ مشائخ ہند

تذکرہ اہل ہند

تذکرۃ الصالحین

تذکرہ مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی

تذکرۃ بے بہا فی تاریخ العلماء

عبد الرحمن بن عبد الجبار پریوئی / جامعہ سلفیہ ۱۹۸۰ء

" " "

حمید الدین فراہی / اعظم گڑھ ۱۳۶۰ھ

جہود اہل حدیث فی خلاصۃ القرآن الکریم

جہود مخلصۃ فی خدمۃ السنۃ المطہرہ

جمہورۃ البلاغۃ

یوسف کاندھلوی / ادارہ اشاعت دینیہ دہلی

محمد ثانی حسنی ندوی / مکتبہ اسلام لکھنؤ ۱۹۶۹ء

عبدالاحد قاسمی / آرٹ پریس ڈھاکہ

حیۃ صباہ

حیات خلیل

حیات اعزاز

- حیات شبلی  
حیات شیخ المہند  
حیات انور  
حاشیہ مفید الطالبین  
حاشیہ ابن ماجہ  
حل ابیات بیضاوی  
خمنانہ و جاوید  
خیالات  
دیار پور و پ میں علم و علماء  
دیوان مسلم  
دارالعلوم دیوبند کی سو سالہ زندگی  
دیوان حسان بن ثابت  
داستان تاریخ اردو  
دیوان فیض  
دائرہ معارف  
دائرہ معارف اردو  
سلمان ندوی / معارف اعظم گڑھ ۱۹۲۳ء  
امیر حسین دیوبندی / اصغر دیوبند ۱۹۲۹ء  
آطہ شاہ قیصر / دیوبند ۱۹۵۵ء  
اغرا علی  
"   
فیض الحسن / فخر المطالع دہلی  
لالہ سری رام  
یونس نگرانی / نامی پریس بکھنؤ ۱۹۶۵ء  
انجمن مبارکپوری / ندوۃ المصنفین دہلی  
محمد ابرار خان مسلم / مطبع انصاری دہلی  
قادی محمد طیب / دارالعلوم دیوبند  
فیض الحسن سہارنپوری / لاہور  
عابد حسن قادری / اگرہ ۱۹۶۷ء  
فیض الحسن سہارنپوری / حیدرآباد ۱۹۳۴ء  
بطرس ابن بولس / دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۱ء  
پاکستان

- رباعی الغنیفین  
دوداد اجلدک چارم نزوۃ العلماء  
رود کوثر  
رجال السند والهند
- فیض الحسن سہارنپوری / انجمن پنجاب لاہور ۱۸۸۸ء  
اصح المطابع مکھنڈ ۱۳۱۲ھ  
محمد اکرم / لاہور ۱۹۵۸ء  
اظہر مبارکپوری / مطبع المجازیہ بمبئی
- سوانح قاسمی  
سبح المرغان فی آثار ہندوستان  
سوانح سراج الفقہاء  
ستر من نری  
سوانح شیخ الادب
- منابر حسن گیلانی / دارالعلوم ۱۳۴۳ھ  
آزاد بلگرامی / بمبئی ۱۸۸۶ء  
عبدالحلیم  
عبدالرحمن / مطبع سعیدی کلکتہ ۱۳۲۵ھ  
افتخار علی / دیوبند ۱۳۴۲ھ
- شعراء الهند  
شمع انجمن  
شیخ انہند : حیات اور کارنامے  
شرح دیوان حماسہ  
شرح دیوان حماسہ  
شاہ ولی اللہ اور ان کے سیاسی مکتوبات  
صبح بہار
- عبدالسلام قدوائی / دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۰۱ء  
نواب صدیق حسن خاں / بھوپال ۱۲۹۳ھ  
اقبال حسن خاں / یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۹۰۳ء  
فیض الحسن سہارنپوری / لونگسٹور مکھنڈ ۱۸۸۴ء  
ذوالفقار علی دیوبندی / محبتانی دہلی ۱۸۹۰ء  
خلیق احمد / علی گڑھ ۱۹۵۰ء  
قاضی خادم حسن علوی / مکھنڈ ۱۹۱۸ء

صفین الحسن ( غیر مطبوعہ )	صنوء المشکوة
محمد حنیف گنگوہی / حنیف بکڈپو دیوبند ۱۹۸۰ء	ظفر المحصلین فی احوال المصنفین
شبیر احمد قادری / نامی پریس مکھنؤ ۱۹۸۲ء	عربی زبان و ادب عہد مغلیہ میں
رفوان علوی / " ۱۹۸۶ء	علوم و فنون عہد عباسی میں
مسعود النور علوی / مکتبہ انوریہ کاکوری ۱۹۹۰ء	علماء اودھ - ایک تنقیدی مطالعہ
زبید احمد / کلب روڈ لاہور ۱۹۷۸ء	عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ
یونس نگرانی / مکھنؤ ۱۹۷۹ء	عربی علوم و فنون کے ممتاز علماء اور ان کی علمی خدمات
ذوالفقار علی / مجتہائی دہلی ۱۹۳۱۵ء	عطر الموردة فی قصيدة البردة
سید محمد میاں / دہلی ۱۳۶۵ھ	علماء حق
سید محمد میاں / جمعیتہ پریس دہلی ۱۳۳۹ھ	علمائے ہند کا شاندار ماضی
صفین الحسن / گلزار محمدی لاہور ۱۳۶۲ھ	عروض المفتاح
حسین آزاد	علماء ہند میں چالیس مشاہیر کا تذکرہ
یونس عراقی / وزارت اوقاف و دینیات عراق	علماء العرب
شبیر احمد عثمانی / مدینہ پریس بکھنؤ ۱۹۳۳ء	فتح الملہم فی شرح مسلم
محمد اسماعیل پھٹی / ثقافت اسلامیہ لاہور	فقہاء پاک و ہند
شاہ ولی اللہ	فیوض الحرمین

- قصائد شیخ  
قصائد قاسمی  
قصیدہ مرثیہ  
قصص النبیین للأطفال  
کلیات شبلی  
گل رعنا  
لامیۃ المعجزات  
موج کوثر  
مقدمہ علی السنن  
مسلمانوں کا روشن مستقبل  
مقدمہ و ہتوہ المعانی  
مختصر حیات حمید  
مشاہیر جنگ آزادی  
مشاہیر علماء دارالعلوم دیوبند  
مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں  
مطرقۃ انکرامہ علی مرآۃ الامامہ  
مرحوم دہلی کالج  
مراکز المسلمین والتعلیم والتثاقف و  
المدینۃ فی الهند
- اعزاز علی  
قاسم نالوتوی / عین الاخیار مراد آباد  
اعزاز علی / علوی پریس بریلی ۱۳۳۵ھ  
ابوالحسن ندوی  
علامہ شبلی نعمانی / معارف اعظم گڑھ  
حکیم عبدالحئی / معارف ۱۳۵۳ھ  
حبیب الرحمن عثمانی / قاسمی دیوبند  
شیخ محمد اکرام / لاہور ۱۹۵۸ء  
ظفر احمد عثمانی  
محمد طفیل منگلپوری / بدایوں ۱۹۳۶ء  
مولانا اشرف تھانوی  
عبد الرحمن اصلاحی / معارف اعظم گڑھ  
نظام الدین شہابی / کراچی ۱۳۷۶ھ  
صفی طغیر الدین  
محمد عمران / معارف  
خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۸۰ھ  
مولوی عبدالحق  
عبدالحلیم ندوی / مطبع نوری مددآل ۱۹۶۷ء



عبدالحی حسنی / ادارہ معارف جدید آباد ۱۳۹۰ھ	نزیحۃ الخواطر
ظفر احمد عثمانی / جمال برقی پریس دہلی ۱۳۵۴ھ	نور علی نور
یوسف بنوری / جدید پریس دہلی ۱۳۵۵ھ	نغمۃ العنبر
فیض الحسن / لاہور ۱۳۲۳ھ	نسیم فیض
اعجاز علی / دیوبند ۱۹۸۳ء	نغمۃ العرب
عسین احمد مدنی / دیوبند ۱۹۵۲ء	نقش حیات
صباح اللہ عبدالرحمن / ادارہ معارف	ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ
اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء	کے مقلعات پر ایک نظر
ڈاکٹر حامد علی خاں / آزاد لائبریری علی گڑھ	ہندوستان کی عربی شاعری
ابوالحسنات ندوی / اعظم گڑھ ۱۳۹۰ھ	ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہ
یونس نگرانی / مافی پریس مکھنڈ	ہندوستان میں عربی علوم و فنون کے ممتاز علماء
ترجمہ صادق حسین / لاہور	ہمارے ہندوستانی مسلمان
سید سلمان ندوی / معارف اعظم گڑھ ۱۹۸۶ء	یاد رفتگان
شاعر اللہ خاں / مکتبہ وزیر پور لاہور ۱۹۹۱ء	یاد و حبیہ کے احوال، افکار و آثار

## رسائل و حرائک

البلاغ	بمبئی تعلیمی نمبر	جنوری فروری ۱۹۵۵ء
ماہنامہ القاسم	دیوبند دارالعلوم دیوبند نمبر	۱۹۲۴ء
ماہنامہ الرشید	ساہیوال دارالعلوم دیوبند	فروری مارچ ۱۹۷۶ء

ترجمان دارالعلوم مولانا وحید الزماں کیرانوی نمبر ۱۹۶۶ء

ثقافت الہند دہلی ستمبر ۱۹۴۶ء

”مولانا فیض الحسن ادیب اور شاعر“

معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۹۰ء / شیخ نذیر حسن

”ادیب اور مصنف“ محمد اسماعیل پانی پتی

نقوش پاکستان فروری ۱۹۶۳ء

”مولانا فیض الحسن سہارنپوری“ محمد عبداللہ قریشی

المعارف لاہور، جولائی ۱۹۶۶ء

جولائی ۱۹۶۳ء

رسالہ دارالعلوم دیوبند

صد سالہ اجلاس نمبر فروری مارچ ۱۹۶۶ء

رسالہ ارشد پاکستان

